بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 72

شمارہ 5-6

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

17-10/رجب 1444 ہجری قمری ● 2-9/تبلیغ 1402 ہجری شمسی ● 2-9/فروری 2023ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّہِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ۪ وَاَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ۪ وَمِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ

(سورۃ الشوریٰ:39)

ترجمہ: اور جو اپنے ربّ کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 3/فروری 2023 کو مسجد مبارک، اسلام آباد (ٹلفورڈ) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

پیشگوئی درباره مصلح موعودؓ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’بِاِلۡھَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعۡلَامِہٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسۡمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے مُوافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَنۡمُوَائِیۡل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ اور وہ نُورُ اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظۡھَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ۔ مَظۡھَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَاءِ۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مَمسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 100، اشتہار 20/فروری 1886ء)

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

وصیّت کی اہمیت و برکات

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے خاص اذن اور اُسی کے حکم سے 1905ء میں نظامِ وصیت کی بنیاد رکھی جب آپؑ نے رسالہ الوصیت تحریر فرمایا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، جماعت کے نیک اور پاک اور متقی بندوں کی آخری آرام گاہ کے لئے ایک قبرستان بنایا اور اس میں دفن ہونے کے لئے یہ شرط رکھی کہ ایسا شخص اپنی آمد کا دسواں حصہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر جماعت کو دے۔ اور مرنے کے بعد اپنی کل جائیداد کی، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، دسویں حصے کی وصیت کرے۔ اس قبرستان کا نام اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہشتی مقبرہ بتایا۔

بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مندرجہ بالا شرطیں رکھی ہیں، یہ ایسی بڑی قربانی ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کی خاطر اتنی بڑی قربانی کرنے والا یقیناً جنتی ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قبرستان اور اس میں دفن ہونے والوں کیلئے بہت دعائیں بھی کی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :

- میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یاربّ العالمین۔
- پھر مَیں دعا کرتا ہوں کہ اَے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہوچکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یاربّ العالمین۔
- پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تُو صرف اُن لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تُو راضی ہے اور جن کو تُو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کیساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

گرچہ کہ ہر ماہ اپنی آمد کا دسواں حصہ، اور مرنے کے بعد اپنی جائیداد کا دسواں حصہ اسلام کی اشاعت کیلئے دے دینا ایک بڑی قربانی ہے اور احبابِ جماعت کا ایک بڑا حصہ صبر و استقلال اور نہایت خوشی کے ساتھ یہ قربانی کررہا ہے، بلکہ بعض ایسے ہیں جو اس سے بھی بڑھ کر کررہے ہیں، الحمد للہ، تاہم ہمیں اپنے اسلاف کی قربانیوں پر بھی نظر کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے مال کے ساتھ ساتھ جان کی قربانی کا بھی مطالبہ تھا۔ انہوں نے مال کے ساتھ ساتھ بے دریغ اللہ کے راستے میں اپنی جانیں بھی قربان کیں اور اسلام کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ ہم سے صرف مال کی قربانی کا مطالبہ ہے، جان کی قربانی کا مطالبہ نہیں ہے۔ آج اسلام کو پوری دُنیا میں غالب کرنا مسیح موعود کی جماعت کی ذمہ داری ہے۔ اسلام تو دُنیا میں ضرور غالب آئے گا لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس میں اپنا کتنا حصہ ڈالا۔ مال اللہ کے حکم اور اسی کے فضل سے آتا ہے۔ پس اسے سنبھال کر رکھنے کی بجائے اللہ کی راہ میں اسے خرچ کرنا اور اپنی عاقبت اور آخرت کیلئے کچھ زادِ راہ بنانا، یہی عقلمندی اور سعادت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال 2004 میں اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ سال 2008 تک جو خلافت جوبلی کا سال ہے، جماعت کے کمانے والے افراد کا نصف حصہ نظامِ وصیت میں شامل ہوجائے۔ لیکن افسوس کہ ہم اب تک حضور انور کی اس خواہش کو پورا نہیں کرسکے۔ اللہ کرے کہ ہم جلد از جلد وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہوکر اپنی دُنیا و عاقبت کو سنوارنے والے ہوں۔ ذیل میں وصیت کی اہمیت و برکات کے متعلق سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کچھ ارشادات پیش ہیں۔

وصیت معیار ہے ایمان کے کامل ہونے کا

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

جماعت کو وصیت کی اہمیت بتائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ طریق ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہزاروں آدمی جنہیں تاحال اس طرف توجہ نہیں ہوئی وصیت کے ذریعہ اپنے ایمان کامل کرکے دکھائیں گے...... وصیت کی تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں۔ ابھی تک جنہوں نے وصیت نہ کی ہو وہ کرکے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت دیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے جو شخص وصیت نہیں کرتا مجھے اس کے ایمان میں شبہ ہے۔ پس وصیت معیار ہے ایمان کے کامل ہونے کا۔ (خطبات محمود، جلد 10، صفحہ 166)

وصیت دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے

مَیں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وصیت کا معاملہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ایسی خصوصیت بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خاص الہامات کے ماتحت اسے قائم کیا ہے کہ کوئی مومن اس کی اہمیت اور عظمت کا انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ سارا نظام ہی آسمانی اور خدائی اور الہامی نظام ہے مگر وصیت کا نظام ایسا نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا۔ باقی امور ایسے ہیں جو عام الہام کے ماتحت قائم کئے گئے ہیں مگر وصیت کا مسئلہ ایسا ہے جو خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ اور وصیت کا مسئلہ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک اقرار تھا۔ اس کے متعلق مومن کیا کرتا۔ کئی لوگ تو اس اقرار کو پورا کرنے کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے اور کئی یہ اقرار کرکے خاموش ہوجاتے۔ پھر کئی ایسے ہوتے جو چاہتے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں مگر اس کے لئے راہ نہ پاتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کیا کریں؟ پھر بیسیوں تھے جنہوں نے اس اقرار کو پورا کیا اور بیسیوں ایسے تھے جو حیران تھے کہ کیا کریں؟ پھر جو اقرار کو پوا کرنے کی کوشش کررہے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا اقرار پورا ہوتا ہے یا نہیں......

تب خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتایا کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا یا نہیں ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کرسکتے ہیں کیونکہ وصیت میں شرط ہے کہ:

’’خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں
تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔‘‘

پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ طریق پر وصیت کرے اور اس پر قائم رہے مگر کامل الایمان نہ ہو۔ تو وہ لوگ جن کے دل میں عدم اطمینان تھا اور وہ اس وجہ سے بے چین تھے کہ خبر نہیں ان کا اقرار پورا ہوا ہے یا نہیں ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت یہ رکھ دیا کہ وہ وصیت کریں۔ (خطبات محمود، جلد 11، صفحہ 370)

جو شخص وصیت کرتا ہے خدا اس کو متقی بنا بھی دیتا ہے

تیسرے وصیت کا مسئلہ ہے۔ یہ خدا نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے۔ اور اس ذریعہ سے جنت کو ہمارے قریب کردیا ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان اور اخلاص تو ہے مگر وہ وصیت کے بارہ میں سستی دکھلا رہے ہیں، میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ وصیت کی طرف جلدی بڑھیں۔ انہیں سستیوں کی وجہ سے

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

مصلح موعود نمبر۔ ہفت روزہ اخبار بدر

فہرست مضامین

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ فرمایا مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے

یہ آج کل کے مسلمانوں کیلئے بھی سبق ہے

اخلاص ووفا کے پیکر بعض بدری صحابہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ، حضرت صالح شقرانؓ، حضرت مالک بن دُخشمؓ، حضرت عکاشہؓ، حضرت خارجہ بن زیدؓ، حضرت خالد بن بُکیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کا دلنشین تذکرہ

مہدی آباد برکینا فاسو میں 9 احمدیوں کی افسوس ناک شہادت، شہداء کی بلندیٔ درجات نیز برکینا فاسو کے حالات کیلئے احباب جماعت کو دعا کی تحریک

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13 رجنوری 2023ء بمطابق 13 رصلح 1402 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

جیسا کہ میں نے گذشتہ ایک خطبہ میں بتایا تھا کہ بعض صحابہؓ کے ذکر کا کچھ حصہ رہ گیا ہے وہ بیان کروں گا تو آج اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پہلے بیان ہوگا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو اَسد سے تھا اور قبیلہ کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ آپ بنی عبدشمس کے حلیف تھے جبکہ بعض کے نزدیک حَرب بن اُمَیَّہ کے حلیف تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 195، عَبْدُاللّٰہِ بِنْ جَحْش، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے قدوقامت کے بارے میں آتا ہے کہ نہ دراز قد تھے، نہ ہی پست قد تھے۔ آپ کے سر کے بال نہایت گھنے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 67، عبداللہ بن جحش دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ایک مہم کے موقع پر آپ کو امیر مقرر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا وہ آپ کی سخت جانی، مستقل مزاجی اور بے خوفی کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم پر ایک ایسے آدمی کو امیر مقرر کر کے بھیجوں گا جو اگرچہ تم سے زیادہ بہتر نہیں ہوگا لیکن بھوک اور پیاس کی برداشت میں تم سے زیادہ مضبوط ہوگا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی امارت میں مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ کی طرف گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 481-482 مسند سعد بن ابی وقاص حدیث 1539 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، جزء 2، صفحہ 365-366، ذِکْرُ أَوَّلِ الْمَغَازِی وَھِیَ غَزْوَۃُ الْأَبْوَاءِ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت 1976ء)

اس مہم میں کامیابی کے بعد جو مالِ غنیمت ملا اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سریہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ یہ پہلا مالِ غنیمت ہے جس کو مسلمانوں نے حاصل کیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس مال غنیمت کو پانچ حصوں میں منقسم کر کے بقیہ چار حصوں کو تقسیم کر دیا اور ایک کو بیت المال کیلئے رکھ لیا۔ یہ پہلا خُمس تھا جو اسلام میں اس دن مقرر ہوا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 195، عَبْدُاللّٰہِ بِنْ جَحْش، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

امام شعبی سے روایت ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جھنڈے کی ابتدا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کی۔ نیز سب سے پہلا مالِ غنیمت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا حاصل کیا ہوا تقسیم کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 1، صفحہ 108، عَبْدُاللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ، دارالفکر بیروت 1996ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کُرز بن جابر یہ مکہ کا ایک رئیس تھا جس نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر جو شہر سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھی اچانک چھاپہ مارا۔ (یہ اَور مہم ہے) اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ ہانک کر لے گیا۔ اس کے اچانک حملے نے طبعاً مسلمانوں کو بہت متوحش کر دیا اور چونکہ رؤسائے قریش کی یہ دھمکی پہلے سے موجود تھی کہ ہم مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں گے، مسلمان سخت فکر مند ہوئے اور انہی خطرات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات وسکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تا کہ اسکے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بروقت میسر ہو جاوے اور مدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔ (ہاں یہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ اسی مہم کے بارے میں آپ فرما رہے ہیں) پھر کہتے ہیں چنانچہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تا کہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اس پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اس خیال سے کہ اس پارٹی کی غرض وغایت عامۃ المسلمین سے بھی مخفی رہے آپؐ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو بھی یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے بلکہ چلتے ہوئے اُسکے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے دیا اور فرمایا اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ گو یہ حوالہ پہلے کچھ حد تک بیان ہو چکا ہے لیکن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے حوالے سے نہیں بیان ہوا تھا۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اسکی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنا۔ چنانچہ عبداللہ اور ان کے ساتھی اپنے آقا کے حکم کے ماتحت روانہ ہو گئے اور جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع لا کر دو اور چونکہ مکہ سے اس قدر قریب ہو کر خبر رسانی کرنے کا کام بڑا نازک تھا۔

آپؐ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھ دی کہ اِس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو اور واپس چلا آنا چاہے تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دو۔

عبداللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں جب مقام بُحْرَان میں پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عُتبہ بن غَزْوَان کا اونٹ کھو گیا اور وہ اسکی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی صرف چھ کس کی رہ گئی۔ (سعد بن ابی وقاص کے ضمن میں اسکا کچھ حصہ بیان ہوا تھا)

پھر لکھتے ہیں کہ مسٹر مارگولیس اس موقع پر لکھتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ نے جان بوجھ کر اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور اس بہانہ سے پیچھے رہ گئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ان جاں نثارانِ اسلام پر جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اور جن میں سے ایک غزوہ بئرِ معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوا اور دوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کا فاتح بنا، اس قسم کا شبہ کرنا اور شبہ بھی محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ پھر لطف یہ ہے کہ مارگولیس صاحب اپنی کتاب میں دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ مَیں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہو کر لکھی ہے۔ بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا۔ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت نخلہ پہنچی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال منڈوا دیے تا کہ راہگیر وغیرہ ان کو عمرہ کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں لیکن ابھی ان کو وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ بھی آن پہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کیلئے بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی اور اب دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے اور پھر طبعاً یہ اندیشہ بھی تھا کہ اب جو قریش کے ان قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی کا راز بھی مخفی نہ رہ سکے گا۔ ایک دقّت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شہرِ حرام کا آخری ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ جُمَادَی الآخِر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جُمَادَی کا ہے یا رَجَب کا۔ لیکن دوسری

طرف نخلہ کی وادی عین حرم کے علاقہ کی حد پر واقع تھی اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقہ میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہوگی۔ غرض ان سب باتوں کو سوچ کر مسلمانوں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ قافلہ پر حملہ کر کے یا تو قافلہ والوں کو قید کر لیا جاوے اور یا مار دیا جاوے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفّار کا ایک آدمی جس کا نام عمرو بن حضرمی تھا مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے لیکن بدقسمتی سے چوتھا آدمی بھاگ کر نکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی۔ عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھی سامان غنیمت لے کر جلدی جلدی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

لکھتے ہیں کہ مسٹر مارگولیس اس موقع پر لکھتے ہیں کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دستہ دیدہ دانستہ اس نیت سے شہر حرام میں بھیجا تھا کہ چونکہ اس مہینہ میں قریش طبعاً غافل ہوں گے۔ مسلمانوں کو ان کے قافلوں کو لوٹنے کا آسان اور یقینی موقع مل جائے گا لیکن ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مختصر پارٹی کو اتنے دُور دراز علاقہ میں کسی قافلہ کی غارت گری کیلئے نہیں بھیجا جا سکتا خصوصاً جبکہ دشمن کا ہیڈ کوارٹر اتنا قریب ہو اور پھر یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ پارٹی محض خبر رسانی کی غرض سے بھیجی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہؓ نے قافلہ پر حملہ کیا تھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے ماجرا کی اطلاع ہوئی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شہرِ حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی۔ اور آپؐ نے مالِ غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔

اس پر حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہؓ نے بھی ان کو سخت ملامت کی اور کہا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم نے شہرِ حرام میں لڑائی کی حالانکہ اس مہم میں تو تم کو مطلقاً لڑائی کا حکم نہیں تھا۔ دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شہرِ حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عمرو بن حضرمی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عتبہ بن ربیعہ رئیسِ مکہ کا حلیف بھی تھا اس لیے بھی اس واقعہ نے قریش کی آتش غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ جنگ بدر زیادہ تر قریش کی اسی تیاری اور جوشِ عداوت کا نتیجہ تھا۔ الغرض اس واقعہ پر مسلمانوں اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور بالآخر ذیل کی قرآنی وحی نازل ہو کر مسلمانوں کی تشفی کا موجب ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ‌ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَكُفۡرٌ ۢ بِهٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ ۚ وَالۡفِتۡنَةُ اَكۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ‌ؕ وَلَا يَزَالُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ حَتّٰى يَرُدُّوۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِكُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا ؕ (البقرہ: 218) یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہرِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تُو ان کو جواب دے کہ بے شک شہرِ حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن شہرِ حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شہرِ حرام اور مسجد حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقہ سے اسکے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شہرِ حرام میں لڑنے کی نسبت بھی زیادہ بری ہیں اور یقیناً شہرِ حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کیلئے کیا جاوے اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈا کو اشہرِ حرام میں بھی برابر جاری رکھتے تھے بلکہ اشہرِ حرم کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کیلئے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے ادھر ادھر منتقل بھی کر دیا کرتے تھے جسے وہ نَسِیٔ کے نام سے پکارتے تھے اور پھر آگے چل کر تو انہوں نے غضب ہی کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفّارِ مکہ اور ان کے ساتھیوں نے حرم کے علاقہ میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ کے خلاف تلوار چلائی۔ پھر جب مسلمان اس قبیلہ کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اس جواب سے مسلمانوں کی تو تسلی ہونی ہی تھی قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اور اس دوران میں اُن کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑوانے کیلئے مدینہ پہنچ گئے لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاص اور عتبہ واپس نہیں آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق سخت خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو وہ قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اور اسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپؐ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور بالآخر بئر معونہ میں شہید ہوا۔ اس کا نام حَکَم بن کَیسان تھا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ، صفحہ 330 تا 334)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار غزوہ احد کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عُرجون یعنی کھجور کی ایک شاخ مرحمت فرمائی۔ پس وہ آپؓ کے ہاتھ میں تلوار کی طرح ہو گئی۔ اسی دن سے آپؓ عُرجُون کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 196، عَبۡدُاللّٰہِ بِنۡ جَحۡش، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

ابو نعیم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش اپنے رب کی قسم اٹھانے والے اور محبتِ الٰہی کو قلب میں جگہ دینے والے اور سب سے پہلے اسلامی جھنڈا قائم کرنے والے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 1، صفحہ 108، عَبۡدُاللّٰہِ بۡنِ جَحۡشٍ، دار الفکر بیروت 1996ء)

امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ میرے پاس بنی عامر اور بنی اسد کے دو آدمی آپس میں فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہوئے آئے۔ بنی عامر کے شخص نے بنی اسد کے شخص کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اسدی کہہ رہا تھا کہ میرا ہاتھ چھوڑ دو جبکہ عامری کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا تو امام شعبی کہتے ہیں کہ مَیں نے اسے کہا کہ اے بنی عامر کے بھائی! اس کو چھوڑ دو اور اسدی سے کہا کہ تمہاری چھ خوبیاں ایسی ہیں جو پورے عرب میں کسی میں نہیں ہیں۔

وہ یہ ہیں۔ نمبر ایک: کہ تم میں سے ایک خاتون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے کروا دیا اور ان دونوں کے درمیان سفیر حضرت جبرئیل تھے اور وہ خاتون حضرت زینب بنت جحشؓ تھیں اور یہ تمہاری قوم کیلئے فخر کی بات ہے۔ نمبر دو: تم میں سے ایک شخص تھا جو کہ جنتی تھا مگر پھر بھی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتا تھا اور وہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ تھے اور یہ تمہاری قوم کیلئے فخر کی بات ہے۔ نمبر تین: اور

اسلام میں سب سے پہلا علم یعنی جھنڈا جو دیا گیا وہ بھی تم میں سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو دیا گیا اور یہ تمہاری قوم کیلئے فخر کی بات ہے۔ نمبر چار: سب سے پہلا مالِ غنیمت جو اسلام میں تقسیم ہوا وہ عبداللہ بن جحش کا مالِ غنیمت ہے۔

نمبر پانچ: اور بیعتِ رضوان میں جس شخص نے سب سے پہلے بیعت کی وہ تمہاری قوم کا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپؐ کی بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس بات پر میری بیعت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو آپؐ کے دل میں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میرے دل میں کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا فتح یا شہادت۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت اَبُوسِنَانؓ نے بیعت کی۔ اسکے بعد لوگ آتے اور کہتے کہ حضرت اَبُوسِنَانؓ والی بیعت پر ہم بھی بیعت کرتے ہیں اور یہ تمہاری قوم کیلئے فخر کی بات ہے۔ نمبر چھ: اور جنگِ بدر کے دن سات مہاجرین تمہاری قوم کے تھے اور یہ تمہاری قوم کیلئے فخر کی بات ہے۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد 4، صفحہ 315-316، عامر بن شراحیل الشعبی، دار الفکر بیروت 1996ء)

پھر ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ جب اُحُد کے دن شہید ہوئے تو حضرت زینب بنت خُزَیمہؓ آپ کے نکاح میں تھیں۔ انکی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خُزَیمہؓ سے شادی کر لی۔ آپؓ آٹھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دو تین ماہ رہیں اور ماہ ربیع الآخر کے آخر میں آپؓ کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا جنازہ پڑھا اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ (اِمتاع الاسماع، جلد 6، صفحہ 52، ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1999ء)

باقی ذکر جیسا کہ میں نے کہا پہلے ہو چکا ہے۔

اگلا ذکر حضرت صالح شُقرانؓ کا ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت شُقرانؓ اور حضرت ام ایمنؓ نبی کریم صلی

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان: 64)

ترجمہ: اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں

اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَايَنۡتُمۡ بِدَيۡنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكۡتُبُوۡهُ

(البقرہ: 283)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت کیلئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

طالب دعا: شیخ دیدار احمد صاحب، فیملی و مرحومین (جماعت احمدیہ کیرنگ، صوبہ اڈیشہ)

اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کی طرف سے ورثہ میں ملے تھے۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، الجزء الثالث، صفحہ 284، ’’شقران‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء) غلام تھے۔غزوۂ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا تھا۔(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جزء2، صفحہ 636،شقران دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن اشخاص کو غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت صالح شُقْرَانؓ بھی تھے نیز ان کے علاوہ آٹھ اہل بیت اَور بھی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، جزء3، صفحہ 36-37، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی 1996ء)

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ حضرت صالح کو ایک سعادت اَور حاصل ہے۔ وہی جو غسل کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غسل دیا جا رہا تھا تو اس وقت جو اصحاب پانی انڈیل رہے تھے ان میں حضرت صالح شقرانؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ جب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کیلئے اکٹھے ہوئے تو گھر میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ ہی تھے۔آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قُثَم بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت صالح شقرانؓ، آپؐ کے آزاد کردہ غلام۔ اسی دوران گھر کے دروازے پر کھڑے بنوعوف بن خزرج کے حضرت اوس بن خَوْلِیا نصاریؓ جو بدر میں شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو پکار کر کہا اے علی! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہمارا حصہ بھی رکھنا۔حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: اندر آجاؤ۔ چنانچہ وہ بھی داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے موقع پر موجود تھے مگر انہوں نے غسل دینے میں شرکت نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے سہارا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض آپ پر ہی تھی اور حضرت عباسؓ، فضل اور قُثَم حضرت علیؓ کے ساتھ پہلو مبارک بدل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ اور صالح شقرانؓ پانی ڈال رہے تھے اور حضرت علیؓ آپؐ کو غسل دینے لگے۔(مسند امام احمد بن حنبل، جلد 1، صفحہ 682-683، حدیث نمبر 2357، عالم الکتب بیروت لبنان مطبوعہ 1998ء)

علامہ بلاذریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت شقرانؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن شُقران کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف روانہ کیا اور لکھا کہ میں تمہاری طرف ایک صالح آدمی عبدالرحمٰن بن صالح شُقران، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، کو بھیج رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے والد کے مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے سلوک کرنا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، الجزء الخامس، صفحہ 31، عبدالرحمان بن شقران، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

ایک روایت ہے کہ علامہ بَغْوِی کہتے ہیں کہ حضرت شُقرانؓ نے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی اور آپؓ کا ایک گھر بصرہ میں بھی تھا۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، الجزء الثالث، صفحہ 285 ’’شقران‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کی وفات ہوئی۔

(امتاع الاسماع، جلد6، صفحہ 316، فصل فی ذکر موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1999ء)

ان کے خاندان کا آخری فرد ہارون الرشید کے عہد میں مدینہ میں فوت ہوا۔اسی طرح بصرہ میں بھی ان کے خاندان کا ایک شخص رہتا تھا۔مصعب کہتے ہیں کہ اس کی نسل آگے چلی یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد2، صفحہ 636 ’’شقران‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت صالح شقرانؓ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گدھے پر سوار خیبر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔آپؐ اشارے سے نماز ادا فرما رہے تھے۔(مسند احمد بن حنبل، جلد 5، صفحہ 505-506، حدیث شقران مولیٰ رسول للہ، حدیث نمبر 16137، عالم الکتب بیروت 1998ء) یعنی سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ سواری پر نماز ادا کی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

حضرت مالِک بن دُخْشُمؓ یہ بھی ایک صحابی ہیں جن کے ذکر کا کچھ حصہ رہتا ہے۔ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت مالک بن دُخْشُم کا نام مالک بن دُخَیْشِن اور ابنِ دُخْشُن بھی بیان ہوا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، حدیث نمبر 425)(مطالع الانوار علی صحاح الآثار، جلد3، صفحہ 62، وزارۃ الاوقاف قطر 2012 از مکتبۃ الشاملۃ)

آپؓ کے والد کا نام دُخْشُم بن مَرْضَخَہ تھا جبکہ ان کا نام دُخْشُم بن مالِک بن دُخْشُم بن مَرْضَخَہ بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام عُمَیرہ بنت سعد تھا۔(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء 3، صفحہ 414، مالک بن دخشم، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)(سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 336، زیر عنوان من بنی دعد، دار الکتاب العربی بیروت لبنان، 1990ء)

حضرت مالکؓ کی شادی جمیلہ بنت اُبَیّ بنِ سَلُول سے ہوئی جو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی ہمشیرہ تھیں۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جزء 7، صفحہ 52-53، جمیلہ بنت ابی بن سلول، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1994ء)

سُہَیل بن عَمرو کو قیدی بنانے کے موقع پر حضرت مالکؓ نے یہ اشعار کہے تھے

اَسَرْتُ سُهَيْلًا فَلَا اَبْتَغِيْ ... اَسِيْرًا بِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمْ
وَخِنْدَفُ تَعْلَمُ اَنَّ الْفَتٰى ... فَتَاهَا سُهَيْلٌ اِذَا يُظَّلَمْ
ضَرَبْتُ بِذِى الشَّفْرِ حَتّٰى انْثَنٰى ... وَاَكْرَهْتُ نَفْسِىْ عَلٰى ذِى الْعَلَمْ

کہ میں نے سُہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلہ میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا۔بنوخِنْدَف جانتے ہیں کہ سُہَیل ہی اپنے قبیلہ کا جوانمرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔ مَیں نے جھنڈے والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے کٹے ہوئے ہونٹ والے سے، مراد سُہَیل بن عَمرو سے تھا، جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا۔(سیرت ابن ہشام، جزء2، صفحہ 290-291، زیر عنوان امر سہیل بن عمرو وفداؤہ، دار الکتاب العربی بیروت 1990ء)

غزوۂ بدر کے قیدیوں کے حوالے سے اُسْدُ الْغَابَہ میں ایک روایت ہے کہ ابوصالح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابویُسر مالک بن دُخْشُم عَوْفِی اور طارق بن عُبَید انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو اِس جنگ میں کسی کو قتل کرے گا اسے اتنا ملے گا اور جو کسی کو قید کرے گا اسے اتنا ملے گا اور ہم نے ستّر لوگوں کو قتل کیا اور ستّر کو قید کیا۔اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بھی ان لوگوں کی طرح کر سکتے تھے مگر ہم نے صرف اس وجہ سے نہیں کیا کیونکہ ہم مسلمانوں کی پیچھے کی طرف سے حفاظت کر رہے تھے۔ غنیمتیں تھوڑی ہیں اور لوگ بہت ہیں۔ اگر آپؐ ان لوگوں کو اتنا دیں گے جس قدر آپؐ نے وعدہ کیا ہے تو بعض لوگوں کے حصہ میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔ پس یہ لوگ باتیں کرتے رہے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (الانفال:2) کہ اے رسول! لوگ تجھ سے اموال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔تو ان سے کہہ دے کہ اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد3، صفحہ 69-70، طارق بن عبید، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ احد کے دن حضرت مالِک بن دُخْشُمؓ حضرت خارِجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے۔حضرت خارجہؓ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔حضرت مالکؓ نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔حضرت خارجہؓ نے کہا اگر آپؐ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ فَقَاتِلْ عَنْ دِيْنِكَ اس لیے تم بھی اپنے دین کیلئے قتال کرو۔

(کتاب المغازی للواقدی المجلد الاول صفحہ 280 ’’غزوۃ احد‘‘ عالم الکتب۔1984ء)

ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہونے کی افواہ پھیلی تو حضرت مالک بن دخشمؓ حضرت خارجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سینے پر تیرہ مہلک زخم آئے تھے۔حضرت مالکؓ نے ان سے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔حضرت خارجہؓ نے جواب دیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔یقیناً انہوں نے پیغام یعنی اسلام کا پیغام پہنچا دیا ہے۔پس اپنے دین کی خاطر لڑو۔راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت مالکؓ حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس سے گزرے اور ان کو بارہ مہلک زخم آئے تھے۔حضرت مالکؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا۔کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔پس اپنے دین کی خاطر لڑو کیونکہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔

(امتاع الاسماع جلد1 صفحہ 165، غزوہ احد، زیر عنوان خبر خارجہ بن زید)

ایک روایت میں بیان ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ یعنی حضرت مالک بن دخشمؓ منافقین کی پناہ گاہ ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا، بڑا کریم اور سخی ہے

جب بندہ اسکے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبیؐ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَیں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں

(ترمذی، ابواب الدعوات، باب فی حسن الظن باللہ عزوجل)

نماز نہیں پڑھتا؟ تم کہتے ہو منافق ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرض کیا جی۔ یارسول اللہؐ نماز تو پڑھتا ہے مگر وہ ایسی نماز ہے جس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی باب العین، ما اسند عتبان بن مالک، روایت نمبر 44، جزء18، صفحہ 26، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

یہ آج کل کے مسلمانوں کیلئے بھی سبق ہے۔

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن دُخْشُمؓ کے ساتھ حضرت مَعْن بن عَدِیؓ کے بھائی حضرت عاصم بن عدیؓ کو مسجد ضرار کے منہدم کرنے کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم از علامہ جوزی، جلد5، صفحہ 216، عاصم بن عدی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

حضرت مالکؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء3، صفحہ 415، مالک بن دخشم، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

پھر حضرت عُکَّاشَہ بن مُحْصَنؓ کا کچھ تھوڑا سا ذکر ہے۔ ان کا نام عکاشہ تھا۔ مُحْصَن بن حُرْثَان ولدیت تھی۔ ابومحصن ان کی کنیت تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بارہ ہجری میں ان کی شہادت ہوئی۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد4، صفحہ 64-65، عکاشہ بن محصن، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

امام شعبیؒ نے عکاشہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ ایک شخص تھا جو کہ جنتی تھا مگر پھر بھی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتا تھا اور وہ عکاشہ بن محصن تھے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، جلد4، صفحہ 315-316، عامر بن شراحیل الشعبی، دارالفکر بیروت 1996ء)

دو ہجری میں غزوۂ بدر کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ بھی شامل تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ، جز3، صفحہ 219، سریہ حضرت عبداللہ بن جحش، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اپنے کمان سے تیراندازی فرماتے رہے جس کا نام کَتُوم تھا کیونکہ اس سے تیراندازی کے وقت کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ آخر مسلسل تیراندازی کی وجہ سے اس کمان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہاں تک کہ آپ کی اس کمان کا ایک سرا ٹوٹ گیا جس میں تانت باندھی جاتی ہے۔ غرض مسلسل تیر چلانے سے وہ کمان ٹوٹ گئی۔ آپ کے ہاتھ میں کمان کی بالشت بھر ڈوری باقی رہ گئی۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے کمان کی ڈوری باندھنے کیلئے وہ آپ سے لی مگر وہ ڈور چھوٹی پڑ گئی اور انہوں نے آپؐ سے عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ ڈور چھوٹی پڑ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے کھینچو پوری ہو جائے گی۔ حضرت عکاشہؓ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قَسم! جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے مَیں نے ڈور کھینچی تو وہ کھنچ کر اتنی لمبی ہو گئی کہ میں نے اس سے کمان کے سر پر دو تین بل بھی دیے اور اطمینان سے اس کو باندھ دیا۔ (السیرۃ الحلبیۃ، جز2، صفحہ 311 ''غزوہ اُحد'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

ایک روایت ہے کہ چھ ہجری میں عُیَیْنَہ بن حِصْن نے غطفان کے گھڑسواروں کے ساتھ غابَہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر حملہ کیا۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ چراگاہ تھی۔ غابہ میں بَنُو غِفَار کا ایک مرد اور ایک عورت بھی رہتے تھے۔ دشمنوں نے حملہ کر کے مرد کو قتل کر دیا اور عورت کو اونٹنیوں کے ساتھ لے گئے۔ اس واقعہ سے سب سے پہلے باخبر ہونے والے حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ تھے۔ وہ صبح کے وقت غابہ کیلئے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا غلام اور اس کے ساتھ گھوڑا تھا۔ جب وہ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مقام پر چڑھے تو انہوں نے حملہ آوروں کے بعض گھوڑے دیکھے تو سَلْع پہاڑ کی ایک جانب سے اوپر چڑھے اور پیچھے اپنے لوگوں کو مدد کیلئے پکارا۔ پھر حملہ آور جماعت کے تعاقب میں یہ شکاری جانور کی مانند تیزی سے نکلے یہاں تک کہ ان لوگوں کو جا لیا اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ جب بھی گھڑسوار اُن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت سَلَمہ بھاگ جاتے اور واپس لَوٹتے اور جب موقع ملتا تو وہ تیر برساتے۔ جب اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے بھی مدینہ میں اعلان کیا کہ خطرہ ہے۔ گھڑسوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے۔ ان گھڑسواروں میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ اور دیگر صحابہؓ شامل تھے۔ اس معرکہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے اَوْبَار اور اسکے بیٹے عَمْرِو بن اَوْبَار کو جا لیا۔ وہ دونوں ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہؓ نے ان کو ایک نیزے میں ہی پرو دیا اور دونوں کو قتل کر دیا اور چھینی ہوئی بعض اونٹنیاں واپس لے آئے۔

(سیر أعلام النبلاء، جزء2، صفحہ 5 تا 7، غزوہ ذی قرد مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1996ء)

پھر ذکر ہے حضرت خارجہ بن زیدؓ کا۔ ان کی کنیت ابوزید تھی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 397 ''خارجہ بن زید'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت سعد بن مُعاذؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ نے یہود کے چند علماء سے تورات میں موجود چند باتوں کے متعلق پوچھا جن کا جواب دینے سے ان علماء نے انکار کر دیا اور سچ کو چھپایا، جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الۡهُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ (البقرہ:160) یقیناً وہ لوگ جو اسے چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح نشانات اور کامل ہدایت میں سے نازل کیا ہے اس کے بعد بھی کہ ہم نے کتاب میں اس کو لوگوں کیلئے خوب کھول کر بیان کر دیا تھا۔ یہی ہیں وہ جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور اس پر سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

(تفسیر طبری، الجزء3، صفحہ 250، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرۃ)

پھر حضرت زِیَاد بن لَبِیدؓ کا ذکر ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو بَیَاضَہ بن عامر سے تھا۔ آپؓ کی نسل مدینہ اور بغداد میں مقیم تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء3، صفحہ 448، زیاد بن لبید، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں ضَحَّاکؒ بن نُعمان بیان کرتے ہیں کہ مسروق بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وادیٔ عقیق سے مدینہ آئے۔ (عرب میں کئی وادیوں، کانوں اور دوسری جگہوں کا نام عقیق ہے۔ سب سے مشہور وہ وادیٔ عقیق ہے جو مدینہ کے عین مغرب سے گزرتی ہے۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ سے مکہ جانے والی سڑک اسی عقیق سے ہوتی ہوئی ذُوالحُلَیْفَہ پہنچتی تھی۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ آج کل کا راستہ بھی یہی ہے۔) اور اسلام قبول کیا اور اسلام پر عمدگی سے قائم رہے۔ آپ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ آپؐ میری قوم میں ایک ایسے آدمی کو بھیجیں جو انہیں اسلام کی طرف بلائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حضرت زِیَاد بن لَبِید انصاریؓ کو بھیجا۔

(المعجم الکبیر، جزء20، صفحہ 336، حدیث 795، من اسمہ مسروق، مسروق بن وائل الحضرمی، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرۃ) (اردو دائرہ معارف اسلام، جلد13، صفحہ 414، دانش گاہ پنجاب لاہور 2005ء)

حضرت زیادؓ اکتالیس ہجری میں حضرت معاویہ کے دَورِ حکومت کے شروع میں فوت ہوئے۔ طبرانی کہتے ہیں کہ حضرت زیادؓ کوفہ میں رہے اور مسلم اور اِبْنِ حَبَّان کہتے ہیں کہ آپ شام میں رہے۔ ابن حَبَّان کہتے ہیں کہ آپ فقہاءِ صحابہ میں سے تھے۔

(تہذیب التہذیب، جزء1، صفحہ 652-653، زیاد بن لبید بن ثعلبہ، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 2014ء)

حضرت زیاد بن لبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ بات علم اٹھ جانے کے وقت ہوگی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! علم کیسے چلا جائے گا اور ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اپنے بچوں کو قیامت کے دن تک اسے پڑھائیں گے۔ جب قرآن جاری رہے گا تو پھر کس طرح علم اٹھ جائے گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تیرا بھلا کرے اے زیاد! میں تمہیں مدینہ کے سب سے زیادہ سمجھدار لوگوں میں سے سمجھتا تھا۔ کیا یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے جو ان دونوں میں ہے لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذَهَابُ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ، حدیث:4048) علم اس وقت اٹھ جائے گا جب قرآن پڑھیں گے تو سہی لیکن مسلمان عمل نہیں کریں گے اور یہی کچھ ہم آج کل دیکھ رہے ہیں۔

پھر یزید بن عبداللہ بن قُسَیط سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عکرمہ بن ابوجہل کو پانچ سو مسلمانوں کے ساتھ حضرت زیاد بن لبیدؓ اور حضرت مہاجر بن ابی امیہ کی مدد کیلئے بھیجا۔ وہ لشکر کے پاس اس وقت پہنچے جب انہوں نے نُجَیْر جو کہ یمن میں ہے اس کو فتح کر لیا تھا۔ پھر حضرت زیاد بن لبیدؓ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ فتح کے بعد یہ قافلہ پہنچا تھا۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت زیادؓ نے اس معاملہ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کو لکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو جواباً خط لکھا کہ مالِ غنیمت پر صرف اسی کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوا ہے۔ اور ان کے خیال میں عکرمہ کا کوئی حصہ نہیں بنتا کیونکہ وہ اس جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔ حضرت زیادؓ نے اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے عکرمہ اور اس کے لشکر کو دلی خوشی سے اس مالِ غنیمت میں شامل کر لیا۔

(کتاب السنن الکبریٰ، جزء9، صفحہ 86، کتاب السیر، باب الغنیمۃ لمن شهد الوقعۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ذکر ہے حضرت خالد بن بُکَیرؓ کا۔ بُکَیر بن عبدِ یالیل ان کی ولدیت تھی۔ قبیلہ بنو سعد سے ہیں جو بنی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبر نہ ہو بلکہ انکسار، عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا خاصہ ہے ان میں حد درجہ کی فروتنی اور انکسار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یہ وصف تھا۔ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 447)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ (ملفوظات، جلد7، صفحہ 188-189، ایڈیشن 1984ء)

عدی کے حلیف تھے۔ (اسد الغابۃ، جلد2، صفحہ 194، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابنِ اسحاق نے کہا ہے کہ ہمیں ایاس اور ان کے بھائیوں عاقل، خالد اور عامر کے علاوہ کوئی بھی چار ایسے بھائی معلوم نہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں۔ ان چاروں بھائیوں نے اکٹھی ہجرت کی اور مدینہ میں رِفَاعَہ بن عبدالمنذِر کے ہاں قیام کیا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، الجزء الاول، صفحہ 310، ایاس بن ابی بکیر، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ جنگِ احد کے بعد قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں اسلام کی رغبت ہو رہی ہے آپؐ ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے چند لوگ روانہ فرمائیں تا کہ وہ ہماری قوم کو دین کی تعلیم دیں اور قرآن پڑھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مَرْثَدْ بن ابی مَرْثَدؓ کی امارت میں چھ صحابہ کو ان کے ساتھ بھجوا دیا جن میں حضرت خالد بن بُکَیرؓ بھی شامل تھے۔ ان کو ان لوگوں نے بعد میں دھوکے سے شہید بھی کر دیا تھا جو دین سیکھنے کیلئے لے کے گئے تھے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، صفحہ 591-592، ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

پھر حضرت عمار بن یاسرؓ کا ذکر ہے۔ ان کی کنیت ابو یَقْظَان تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 187 ''عمّار بن یاسر'' دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے تاریخ کی کتابوں سے اخذ کر کے لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمارؓ نامی غلام کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ سسکیاں لے رہے تھے اور آنکھیں پونچھ رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا عمار! کیا معاملہ ہے؟ عمار نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! بہت ہی بُرا۔ وہ مجھے مارتے گئے'' یعنی دشمن مارتے گئے ''اور دکھ دیتے گئے اور اُس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میرے منہ سے آپؐ کے خلاف اور دیوتاؤں کی تائید میں کلمات نہیں نکلوا لئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا لیکن تم اپنے دل میں کیا محسوس کرتے تھے؟ عمار نے کہا دل میں تو ایک غیر متزلزل ایمان محسوس کرتا تھا۔'' گو منہ سے مَیں نے آپؐ کے خلاف کہہ دیا لیکن دل میں میرے ایمان تھا۔'' آپؐ نے فرمایا اگر دل ایمان پر مطمئن تھا تو خدا تعالیٰ تمہاری کمزوری کو معاف کر دے گا۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد20، صفحہ 195)

حضرت عمار بن یاسرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ہجرت حبشہ ثانیہ میں شریک تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 189 ''عمّار بن یاسر'' دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ہونے والی شورش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفہ ثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی اور صحابہؓ کرام کو بھی ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے آتی ہیں وہ تو خیر و عافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں اس کی تحقیق ہونی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ طلب کیا کہ تحقیق کس طرح کی جاوے اور ان کے مشورہ کے مطابق اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف، محمد بن مسلم کو کوفہ کی طرف، عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف، عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں کہ آیا واقع میں امراء رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدّی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مار لیتے ہیں اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اَور لوگ بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے تا کہ وہاں کے حالات سے اطلاع دیں۔

(طبری، جلد نمبر 6، صفحہ 2943، مطبوعہ بیروت)

یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آ کر ان سب نے رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے اور مسلمان بالکل آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے حقوق کو کوئی تلف نہیں کرتا اور حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ مگر عمار بن یاسر نے دیر کی اور ان کی کوئی خبر نہ آئی ...... ان کی طرف سے خبر آنے میں اس قدر دیر ہوئی کہ اہلِ مدینہ نے خیال کیا کہ کہیں مارے گئے ہیں مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنی سادگی اور سیاست سے ناواقفیت کی وجہ سے اُن مفسدوں کے پنجہ میں پھنس گئے تھے جو عبداللہ بن سبا کے شاگرد تھے۔

مصر میں چونکہ خود عبداللہ بن سبا موجود تھا اور وہ اس بات سے غافل نہ تھا کہ اگر اس تحقیقاتی وفد نے تمام ملک میں امن و امان کا فیصلہ دیا تو تمام لوگ ہمارے مخالف ہو جاویں گے۔ اس وفد کے بھیجے جانے کا فیصلہ ایسا اچانک ہوا تھا کہ دوسرے علاقوں میں وہ کوئی انتظام نہیں کر سکا تھا مگر مصر کا انتظام اس کیلئے آسان تھا۔ جونہی عمار بن یاسر مصر میں داخل ہوئے اس نے ان کا استقبال کیا اور والیٔ مصر ''عمرو بن عاص'' کی برائیاں اور مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اسکے لسانی سحر کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔'' ایسی باتیں کیں کہ ان پہ اس کی باتوں کا جادو چل گیا۔ بڑا بولنے والا تھا'' اور بجائے اس کے کہ ایک عام بے لوث تحقیق کرتے۔ والیٔ مصر کے پاس گئے ہی نہیں اور نہ عام تحقیق کی بلکہ اسی مفسد گروہ کے ساتھ چلے گئے اور انہی کے ساتھ مل کر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔

صحابہؓ میں سے اگر کوئی شخص اس مفسد گروہ کے پھندے میں پھنسا ہوا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عمار بن یاسر ہیں۔ ان کے سوا کوئی معروف صحابیؓ اس حرکت میں شامل نہیں ہوا اور اگر کسی کی شمولیت بیان کی گئی ہے تو دوسری روایات سے اس کا رد بھی ہو گیا ہے۔ عمار بن یاسر کا ان لوگوں کے دھوکے میں آ جانا ایک خاص وجہ سے تھا۔'' یہ نہیں تھا کہ خدانخواستہ ان میں منافقت تھی بلکہ وجہ اَور تھی'' اور وہ یہ کہ جب وہ مصر پہنچے تو وہاں پہنچتے ہی بظاہر ثقہ نظر آنے والے اور نہایت طرّار ولسّان لوگوں کی ایک جماعت ان کو ملی جس نے نہایت عمدگی سے ان کے پاس والیٔ مصر کی شکایات بیان کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً والی مصر ایک ایسا شخص تھا جو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف رہ چکا تھا اور اس کی نسبت آپؐ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ خواہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ملے اسے قتل کر دیا جائے اور گو بعد میں آپ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' نے اسے معاف کر دیا مگر اس کی پہلی مخالفت کا بعض صحابہؓ کے دل پر جن میں عمار بھی شامل تھے اثر باقی تھا۔ پس ایسے شخص کے خلاف باتیں سن کر عمار بہت جلد متأثر ہو گئے اور ان الزامات کو جو اس پر لگائے جاتے تھے صحیح تسلیم کر لیا اور احساس طبعی سے فائدہ اٹھا کر سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی اسکے خلاف اس بات پر خاص زور دیتے تھے۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم، جلد4، صفحہ 280 تا 281 و 283 تا 284)

ان کے ساتھ یہ بھی مل گئے لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ صِفِّین کے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے والے اور مال اور اولاد کی طرف لوٹنے کی خواہش نہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ تو آپؓ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آ گئی۔ حضرت عمارؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلو جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ مظلوم قتل کئے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان لوگوں نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے، یہاں اب ان کو سمجھ آ گئی تھی کہ فتنہ والے کتنا فتنہ پیدا کر رہے ہیں اور پھر کہا کہ اب اس سے یعنی دنیا سے یہ لوگ محبت رکھتے ہیں اور اسی کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ انہوں نے جان لیا ہے کہ حق ان کے ساتھ چمٹ گیا ہے تو وہ حق ان کے اور ان کے دنیاوی امور کے درمیان حائل ہو جائے گا اور ان لوگوں کو اسلام میں کوئی سبقت حاصل نہیں جس کے باعث یہ لوگ لوگوں کی اطاعت اور امارت کے حقدار ہوں۔ ان لوگوں کو تو کوئی سبقت حاصل نہیں ہے کہ ان کو امیر بنایا جائے صرف فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے متبعین کو یہ کہہ کر دھوکا دیا کہ ہمارے امام مظلوم قتل کر دیئے گئے ہیں تا کہ یہ جابر بادشاہ بن جائیں اور یہ ایسی چال ہے جس کے ذریعہ وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ لوگ حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو افراد بھی ان کی اتباع نہیں کرتے۔

پھر آپؓ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تُو ہماری مدد فرمائے جیسا کہ تُو کئی مرتبہ مدد فرما چکا ہے اور اگر تُو ان کو ان کے مقصد میں کامیاب کرے تو ان کیلئے اس وجہ سے کہ انہوں نے تیرے بندوں میں نئی باتیں پیدا کر دی ہیں ایک دردناک عذاب جمع رکھ۔ (تاریخ طبری، جلد3، صفحہ 98، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

محمد بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جنگِ صِفِّین میں خوب زوروں کی جنگ ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ دونوں فریق فنا ہو جائیں۔ معاویہ نے کہا یہ وہ دن ہے کہ جس میں عرب فنا ہو جائیں گے سوائے اسکے کہ انہیں اس غلام یعنی عمار بن یاسر کی کمزوری پہنچے۔ یعنی حضرت عَمَّار شہید کر دیے جائیں۔ تین دن اور رات شدید جنگ رہی۔ تیسرا دن ہوا تو حضرت عمارؓ نے ہاشم بن عُتْبہ بن ابی وقاص سے کہا جن کے پاس اس روز جھنڈا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں مجھے ساتھ لے چلو۔ ہاشم نے کہا اے عمار! آپؓ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ ایسے آدمی ہیں کہ جنگ آپ کو ہلکا اور خفیف سمجھتی ہے۔ مَیں تو جھنڈا اس امید پر لے کر چلوں گا کہ اسکے ذریعہ سے میں اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ اگر مَیں کمزوری دکھاؤں گا تو پھر بھی موت سے امن میں نہیں ہوں۔ وہ برابر ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ انہوں نے سوار کیا۔ اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ پھر حضرت عمارؓ اپنے لشکر میں کھڑے ہوئے۔ ذُوالکَلَاع اپنے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ ان دونوں نے آپس میں جنگ کی اور قتل ہوئے۔ دونوں لشکر برباد ہو گئے۔

حضرت عمارؓ پر حوَیّ السَّکْسَکِیّ اور ابوغَادِیَہ مُزَنِی نے حملہ کیا اور ان دونوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ اَبُوالغَادِیہ سے پوچھا گیا کہ انہوں نے قتل کیسے کیا؟ تو اُس نے کہا کہ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے

قریب ہوئے اور ہم ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے پکارا کہ کوئی مقابلہ کرنے والا ہے۔ سکاسک یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس میں سے ایک شخص نکل کر آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ پھر حضرت عمارؓ نے سکسکی کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے پکارا کہ اب کون مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ حمیر یمن کے ایک قبیلہ کا نام، اس میں سے بھی ایک شخص مقابلے کیلئے گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ عمار نے حمیری کو قتل کر دیا۔ حمیری نے ان کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے پکارا کہ اَور کون مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ میں ان کی طرف نکلا۔ یعنی کہتا ہے غلام اور ہم دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ ان کا ہاتھ کمزور ہو چکا تھا۔ میں نے ان پر خوب زور سے دوسرا وار کیا جس سے وہ گر پڑے۔ پھر میں نے ان پر تلوار سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ کو شہید کیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کو غیر معمولی خیال نہیں کرتا اور اسے اس سے رنج نہیں وہ ضرور غیر ہدایت یافتہ ہے۔

عمار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جس دن وہ اسلام لائے اور اللہ عمار پر رحم کرے جب چار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا تو یہ چوتھے ہوتے تھے اور پانچ کے ذکر میں یہ پانچویں ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ کسی ایک یا دو کو بھی اس میں شک نہ تھا کہ عمار کیلئے بہت سے موقعوں پر جنت واجب ہوئی۔ پس عمار کو جنت مبارک ہو اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عمار حق کے ساتھ اور حق عمار کے ساتھ ہے۔ عمار جہاں کہیں بھی جائیں گے حق کے ساتھ ہی جائیں گے اور عمار کا قاتل آگ میں ہے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 197، 198، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

سعید بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جُنبی ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا۔ تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا۔ کیا آپؓ کو یاد نہیں کہ ہم یعنی میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ آپؓ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں تو مٹی میں جانوروں کی طرح لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ گویا پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسکا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو صرف اس طرح کافی تھا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے۔ پھر ان پر پھونکا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب التیمّم، باب التیمّم ھل ینفخ فیھا، حدیث نمبر 338)

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مختصر دیا اور بلیغ کلام کیا۔ جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا اے اَبُو یَقْظَان! آپؓ نے بہت بلیغ کلام کیا ہے لیکن مختصر کیا ہے۔ آپؓ نے اسے لمبا کیوں نہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ اس کی عقلمندی کی نشانی ہے۔ پس نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو اور یقیناً بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، حدیث نمبر 2009)

حسّان بن بلال کہتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو اپنی داڑھی میں خلال کیا۔ یعنی انگلیاں داڑھی پہ پھیریں۔ اُن سے کہا گیا یا راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: کیا آپ اپنی داڑھی کا خلال کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں داڑھی کا خلال کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی کا خلال کرتے دیکھا ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب الطہارۃ، حدیث نمبر 29)

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کی تو انہوں نے کہا۔ دُور ہٹ مردود بدتر۔ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو اذیّت پہنچا رہا ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر 3888)

تو یہ تھے کچھ ذکر۔ باقی جو رہ گئے ہیں وہ ان شاء اللہ آئندہ ہوں گے۔

ایک افسوس ناک خبر بھی ہے۔ برکینا فاسو میں ہمارے نو ۹ احمدی پرسوں شہید کر دیے گئے۔ بڑا افسوس ناک واقعہ ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور بڑے ظالمانہ طریقے سے ان کو شہید کیا گیا لیکن ان کے ایمان کا امتحان بھی تھا اور جس پر وہ ثابت قدم رہے۔

یہ نہیں کہ اندھا دھند فائرنگ کر کے بلکہ ہر ایک کو بلا بلا کر شہید کیا ہے لیکن بہرحال اس کی تفصیلات کچھ آئی ہیں، کچھ آ رہی ہیں۔ اس لیے مَیں ان شاء اللہ ان کا تفصیلی ذکر اگلے جمعہ میں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔ ان سب کے درجات بلند کرے۔ دعا بھی کرتے رہیں۔ وہاں کے حالات ابھی بھی ٹھیک نہیں۔ جو دہشت گرد آئے تھے وہ دھمکی دے کے گئے ہیں کہ اگر دوبارہ مسجد کھولی تو ہم دوبارہ آئیں گے اور حملہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے احمدیوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ بہرحال تفصیلی ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہفتہ کروں گا۔

......☆......☆......☆......

باقیہ خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 20/جنوری 2023ء از صفحہ 13

شہداء کے خاندانوں کی ضرورت پوری کرنے کیلئے، ان کو پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے خلافتِ رابعہ سے ہی ایک فنڈ سیدنا بلال فنڈ کے نام سے قائم ہے جس میں سے شہداء کیلئے خرچ کیا جاتا ہے۔ آج کل اس واقعہ کے بعد بعض لوگ انفرادی طور پر بھی اور تنظیمیں اور جماعت بھی یہ ضروریات پوری کرنے کیلئے کچھ رقمیں بھیج رہی ہیں یہ ان کیلئے ہے۔ حالانکہ جب فنڈ ایک قائم ہے تو سب کو چاہیے کہ اپنی رقمیں جو بھی دینا چاہتے ہیں سیّدنا بلال فنڈ میں جمع کروائیں اور پھر بتا دیں کہ ہم نے یہ رقمیں جمع کروائی ہیں اور خاص طور پر ہمارا مقصد جوڈوری کے، مہدی آباد کے شہداء ہیں ان کیلئے خرچ کرنا ہے تو بہرحال مرکز اس کے مطابق فیصلہ کر لے گا۔

مرکز نے تو چاہے رقمیں آئیں یا نہ آئیں ان لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا ہے اور پورا کرنا ہے اور کرے گا انشاء اللہ، لیکن لوگ جو دینا چاہتے ہیں وہ اس فنڈ میں، سیدنا بلال فنڈ میں رقمیں جمع کروائیں۔ اور یہ کوئی ان شہداء کے خاندانوں پر احسان نہیں ہے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور انہیں پورا کریں۔

آخر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔‘‘ انشاء اللہ۔ ’’پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 309)

پس یہ قربانی کرنے والے تو اس آزمائش میں پورے اترے۔ اب پیچھے رہنے والوں کا بھی اپنے ایمان اور یقین میں بڑھنے کا امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنے ایمان اور یقین میں کامل رہیں۔

اللہ تعالیٰ ان شہداء کے مقام کو بلند تر فرماتا چلا جائے۔ ان کی قربانیوں کو وہ پھل پھول لگائے جس کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو جلد از جلد دنیا میں ہم پھیلتا دیکھنے والے ہوں۔ جہالت دنیا سے ختم ہو اور خدائے واحد کی حقیقی بادشاہت دنیا میں قائم ہو جائے۔

ان شہداء کے جنازوں کے ساتھ جو میں پڑھاؤں گا ابھی نمازوں کے بعد دو اَور مخلصین کے ذکر، جنازے بھی ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب ہیں جو صوفی خدا بخش زیروی صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ امریکہ میں رہتے تھے۔ چار جنوری کو ان کی تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

ان کے والد صوفی خدا بخش صاحب نے سترہ سال کی عمر میں 1928ء میں قادیان جا کر خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کریم اللہ زیروی صاحب حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کے داماد بھی تھے۔ بڑے علمی آدمی تھے۔ بعض کتب بھی انہوں نے لکھی ہیں۔ جماعتی خدمت کی بھی انہیں بہت توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ زیروی صاحب کی اہلیہ امۃ اللطیف زیروی صاحبہ کا ہے جو کریم اللہ زیروی صاحب کی اہلیہ تھیں۔ امریکہ میں رہتی تھیں اور ملک سیف الرحمٰن صاحب کی یہ بیٹی تھیں۔ یہ 6/جنوری کو اپنے میاں کی وفات کے دو دن بعد اٹھہتر سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرحومہ موصیہ تھیں اور جیسا کہ میں نے کہا ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام امۃ الرشید شوکت تھا جو رسالہ مصباح ربوہ کی مدیر رہی ہیں۔ ان کی پیدائش قادیان کی ہے۔ بڑا علمی ذوق رکھنے والی خاتون تھیں۔ پڑھی لکھی تھیں۔ ایم ایس سی کیا ہوا تھا۔ جماعتی خدمات کی بھی ان کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بھائی ملک مجیب الرحمٰن صاحب اپنی بہن اور بہنوئی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بہت محبت کرنے والا جوڑا تھا۔ انہوں نے بہت مشقتیں برداشت کیں لیکن کبھی کسی چیز کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی۔ میں نے انہیں کبھی کسی کے بارے میں کوئی منفی گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ دونوں علم کے گہرے سمندر تھے۔ زندگی کے آخری لمحات تک ہر کسی کے ساتھ محبت کرنے والے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور بے پناہ پیار و محبت کرنے والے تھے۔ ماشاء اللہ بڑی بھرپور اور بہترین زندگی گزاری۔ اپنے معاشرہ اور ماحول میں دوسروں پر نہایت مثبت اثر ڈالنے والے اور اچھا اثر و رسوخ رکھنے والے بزرگ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا ۞ خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا

مبارک وہ جو اب ایمان لایا ۞ صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار ۞ جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب ۞ کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟

خطبہ جمعہ

’’یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔

خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہوجائے گا۔

پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

گزشتہ دنوں براعظم افریقہ کے ملک برکینا فاسو میں عشق و وفا اور اخلاص اور
ایمان اور یقین سے پُر افرادِ جماعت نے جو نمونہ مجموعی طور پر دکھایا ہے، وہ حیرت انگیز ہے، اپنی مثال آپ ہے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا نہ صرف اپنے لیے بلکہ جماعت کی زندگی کا بھی باعث بن رہا ہے
یہی تو ہیں جو پیچھے رہنے والوں کی زندگی اور ترقیات کا بھی ذریعہ بن رہے ہیں، پھر وہ مردہ کس طرح ہوسکتے ہیں!

11 / جنوری کو عشاء کے وقت 9 احمدی بزرگوں کو مسجد کے صحن میں باقی نمازیوں کے سامنے
اسلام احمدیت سے انکار نہ کرنے کی بنا پر ایک ایک کرکے شہید کردیا گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

میرا سر قلم کرنا ہے تو کردیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا، جس صداقت کو میں نے پالیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں، ایمان کے مقابلے میں جان کی حیثیت کیا ہے

سب احمدی بزرگوں نے پہاڑوں جیسی استقامت کا مظاہرہ کیا اور مظاہرہ کرتے ہوئے
جرأت اور بہادری سے شہادت کو گلے لگانا قبول کرلیا کسی ایک نے بھی ذرا سی کمزوری نہ دکھائی اور نہ ہی احمدیت سے انکار کیا، ایک کے بعد ایک شہید گرتا رہا
لیکن کسی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا، سب نے ایک دوسرے سے بڑھ کر یقینِ محکم اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ایمان کا علم بلند رکھتے ہوئے اللہ کے حضور اپنی جانیں پیش کردیں

برکینا فاسو میں مہدی آباد کے تماشق باشندے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے میں سبقت لے گئے
اور اب اتنی بڑی قربانی دے کر اپنا ایک خاص مقام بھی حاصل کرچکے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ
’’خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کردے گا‘‘ ہم گواہ ہیں کہ آج افریقہ کے رہنے والوں نے اجتماعی طور پر اس کا نمونہ دکھادیا اور قائم مقامی کا حق ادا کردیا

برکینا کے لوگ حقیقتاً بڑے عظیم لوگ ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ خدا نے ان کو احمدیت کے نور سے منور کیا ہے
میں نے جو بیداری جماعت برکینا کے افراد میں دیکھی ہے وہ حیرت انگیز ہے

یہ احمدیت کے چمکتے ستارے ہیں، اپنے پیچھے ایک نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں اور نسلوں کو بھی اخلاص و وفا میں بڑھائے،
دشمن سمجھتا ہے کہ ان کی شہادتوں سے وہ اس علاقے میں احمدیت ختم کردے گا لیکن ان شاء اللہ پہلے سے بڑھ کر احمدیت یہاں بڑھے گی اور پنپے گی

اللہ تعالیٰ ان شہداء کے مقام کو بلند تر فرماتا چلا جائے، ان کی قربانیوں کو وہ پھل پھول لگائے جس کے نتیجہ میں ہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو جلد از جلد دنیا میں پھیلتا ہوا دیکھنے والے ہوں، جہالت دنیا سے ختم ہو اور خدائے واحد کی حقیقی بادشاہت دنیا میں قائم ہوجائے

برکینا فاسو کے نو (9) احمدی شہداء نیز ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب اور اُن کی اہلیہ محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ آف امریکہ کا ذکرِ خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 20 / جنوری 2023ء بمطابق 20 / صلح 1402 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ - بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ -
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ○ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ○
اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ○
وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ○ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ○ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ○ (البقرۃ:155-157)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ جماعتِ احمدیہ میں گذشتہ سو سال سے زائد عرصہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانیاں پیش کی جارہی ہیں۔ کیا ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں؟ نہیں! بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ ان شہداء کے مقام کو اپنے

وعدے کے مطابق بلند کرتا رہا وہاں جماعت کو پہلے سے بڑھ کر ترقیات سے بھی نوازتا رہا۔ ان شہیدوں نے جہاں اگلے جہان میں وہ مقام پایا جو انہی کا حصہ ہے اور ان کے درجات ہمیشہ بڑھتے چلے جانے والے ہیں وہاں اِس دنیا میں بھی ہمیشہ کیلئے ان کے نام روشن ہوئے ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا نہ صرف اپنے لیے بلکہ جماعت کی زندگی کا بھی باعث بن رہا ہے۔ یہی تو ہیں جو پیچھے رہنے والوں کی زندگی اور ترقیات کا بھی ذریعہ بن رہے ہیں۔ پھر وہ مردہ کس طرح ہو سکتے ہیں! یہ جان کی قربانی جو حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کی قربانی سے شروع ہوئی جماعت احمدیہ میں عموماً افغانستان اور برصغیر کے احمدیوں کے حصہ میں رہی۔ افریقہ میں بھی ایک مخلص احمدی نے کانگو میں اپنی جان کا نذرانہ 2005ء میں خالصۃً جماعت کی خاطر پیش کیا تھا لیکن گزشتہ دنوں براعظم افریقہ کے ملک برکینا فاسو میں عشق و وفا اور اخلاص اور ایمان اور یقین سے پُر افرادِ جماعت نے جو نمونہ مجموعی طور پر دکھایا ہے وہ حیرت انگیز ہے، اپنی مثال آپ ہے۔

جن کو موقع دیا گیا کہ مسیح موعودؑ کی صداقت کا انکار کرو اور اس بات کو تسلیم کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیتے ہیں۔ لیکن ان ایمان اور یقین سے پُر لوگوں نے جن کا ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط نظر آتا ہے جواب دیا کہ جان تو ایک دن جانی ہے، آج نہیں تو کل، اِس کے بچانے کیلئے ہم اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔ جس سچائی کو ہم نے دیکھ لیا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتے اور یوں ایک کے بعد دوسرا اپنی جان قربان کرتا چلا گیا۔

ان کی عورتیں اور بچے بھی یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور کوئی واویلا کسی نے نہیں کیا۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے افریقہ میں بلکہ دنیائے احمدیت میں اپنی قربانیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی جو قربانی تھی اس کے بعد یہ اپنی دنیاوی زندگیوں کی قربانی دے کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے والے بن گئے جنہوں نے جان، مال، وقت کو قربان کرنے کا جب عہد کیا تو پھر نبھایا اور ایسا نبھایا کہ بعد میں آ کر پہلے آنے والوں سے سبقت لے گئے۔ اللہ تعالیٰ اِن میں سے ہر ایک کو اُن بشارتوں کا وارث بنائے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کی راہ میں قربانیاں کرنے والوں کو دی ہیں۔

اب مختصراً ان شہداء کے حالات زندگی بیان کروں گا جن سے ان کے ایمان کی پختگی کا پتا چلتا ہے۔ تفصیلات کے مطابق برکینا فاسو کا شہر ڈوری ہے وہاں مہدی آباد جماعت ہے جہاں نئی آبادی ہوئی تھی وہاں 11رجنوری کو عشاء کے وقت 9راحمدی بزرگوں کو مسجد کے صحن میں باقی نمازیوں کے سامنے اسلام احمدیت سے انکار نہ کرنے کی بنا پر ایک ایک کر کے شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

رپورٹ کے مطابق عشاء کے وقت چار موٹر سائیکلوں پر آٹھ مسلح افراد مسجد میں آئے۔ یہ مسلح افراد احمدیہ مسجد میں آنے سے پہلے قریب واقع مسجد، جو وہابیوں کی مسجد ہے وہاں موجود تھے جہاں انہوں نے مغرب سے عشاء تک کا وقت گزارا ہے لیکن وہاں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ آئے صرف احمدیوں کیلئے تھے۔ جب یہ دہشت گرد احمدیہ مسجد میں آئے تو اُس وقت مسجد میں عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ اُس وقت تک کچھ نمازی بھی آ چکے تھے اور باقی بھی آ رہے تھے۔ اذان ختم ہونے کے بعد دہشت گردوں نے مؤذن سے اعلان کروایا کہ احباب جلدی مسجد میں آ جائیں کچھ لوگ آئے ہیں انہوں نے بات کرنی ہے۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو پھر دہشت گردوں نے پوچھا بھی کہ یہاں امام مسجد کون ہے؟

الحاج ابراہیم بدیگا (Bidiga) صاحب نے بتایا کہ وہ امام مسجد ہیں۔ پھر انہوں نے یہ پوچھا کہ نائب امام کون ہے؟ تو آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب نے بتایا کہ وہ نائب امام ہیں۔ جب نماز کا وقت ہو گیا تو امام ابراہیم صاحب نے دہشت گردوں سے کہا کہ ہمیں نماز پڑھ لینے دیں لیکن انہوں نے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

مسلح افراد نے امام سے جماعتِ احمدیہ کے عقائد کے متعلق کافی سوالات کیے جن کے جوابات امام صاحب نے تسلی اور بہادری سے دیے۔ امام صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کا تعلق کس فرقے سے ہے؟ امام صاحب نے بتایا کہ ہمارا تعلق احمدیہ مسلم جماعت سے ہے۔ پھر دہشت گردوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ بہر حال اس پر دہشت گردوں نے کہا کہ نہیں۔ عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور واپس آ کر دجال کو قتل کریں گے اور مسلمانوں کے مسائل حل کریں گے۔ (اسی امید پر یہ بیٹھے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ امام مہدی کون ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام امام مہدی اور مسیح موعود کے طور پر آئے ہیں۔ یہ باتیں سن کے آخر پر مسلح افراد نے کہا کہ احمدی مسلمان نہیں بلکہ پکے کافر ہیں۔

اسکے بعد وہ لوگ امام صاحب کو مسجد کے ساتھ ملحق احمدیہ سلائی سینٹر میں لے گئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ وہ تصاویر لے کر امام صاحب کے ساتھ واپس مسجد میں آ گئے اور پھر ان تصاویر کے حوالے سے امام ابراہیم سے سوالات کیے۔ امام صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے نام بتائے اور ایک ایک تصویر کا تعارف کروایا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور امام مہدی اور مسیح موعود آئے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ نعوذ باللہ مرزا غلام احمد کا نبوت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ پھر دہشت گردوں نے مسجد میں موجود نمازیوں میں سے بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں کے الگ الگ گروپ بنائے۔ اس وقت مسجد میں بچوں اور نوجوانوں، بزرگوں اور خواتین سمیت ساٹھ سے ستّر افراد موجود تھے۔ پردے کی دوسری طرف دس سے بارہ لجنہ اس وقت نماز کے لیے موجود تھیں۔ عمر کے لحاظ سے گروپس بنانے کے بعد دہشت گردوں نے بڑی عمر کے افراد سے کہا کہ وہ مسجد کے صحن میں آ جائیں۔ اس وقت کل دس انصار مسجد میں موجود تھے جن میں سے ایک معذور بھی تھے۔ جب وہ معذور دوست بھی باقی انصار بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر باہر جانے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ تم کسی کام کے نہیں، بیٹھے رہو۔ باقی نو (9) کو وہ لے کے صحن میں آ گئے۔ مسجد کے صحن میں کھڑا کر کے امام ابراہیم بدیگا صاحب سے کہا کہ اگر وہ احمدیت سے انکار کر دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا سر قلم کرنا ہے تو کر دیں لیکن میں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ جس صداقت کو میں نے پا لیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ ایمان کے مقابلے میں جان کی حیثیت کیا ہے۔

دہشت گردوں نے امام صاحب کی گردن پر بڑا چاقو رکھا اور ان کو لٹا کر ذبح کرنا چاہا لیکن امام صاحب نے مزاحمت کی اور کہا کہ میں لیٹ کر مرنے کی نسبت کھڑے رہتے ہوئے جان دینا پسند کروں گا۔ اس پر انہوں نے امام صاحب کو گولیاں مار کر شہید کر دیا۔

سب سے پہلی شہادت امام الحاج ابراہیم بدیگا صاحب کی ہوئی۔

امام صاحب کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے کے بعد دہشت گردوں نے خیال کیا کہ باقی لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے ایمان سے پھر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اگلے احمدی بزرگ سے کہا کہ احمدیت سے انکار کرنا ہے یا تمہارا بھی وہی حشر کریں جو تمہارے امام کا کیا ہے؟

اس بزرگ نے بڑی دلیری سے اور بہادری سے کہا کہ احمدیت سے انکار ممکن نہیں۔ جس راہ پر چل کر ہمارے امام نے جان دی ہے ہم بھی اسی راہ پر چلیں گے۔ اس پر انہیں بھی سر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔

پیچھے رہ جانے والے افراد سے بھی فرداً فرداً یہی مطالبہ کیا گیا کہ امام مہدی کا انکار کر دیں اور احمدیت چھوڑ دیں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔

لیکن سب احمدی بزرگوں نے پہاڑوں جیسی استقامت کا مظاہرہ کیا اور مظاہرہ کرتے ہوئے جرأت اور بہادری سے شہادت کو گلے لگانا قبول کر لیا۔ کسی ایک نے بھی ذرا سی کمزوری نہ دکھائی اور نہ ہی احمدیت سے انکار کیا۔ ایک کے بعد ایک شہید گرتا رہا لیکن کسی کا ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ سب نے ایک دوسرے سے بڑھ کر یقینِ محکم اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور ایمان کا علم بلند رکھتے ہوئے اللہ کے حضور اپنی جانیں پیش کر دیں۔

ہر شہید کو کم و بیش تین گولیاں ماری گئیں۔ ان نو شہداء میں دو جڑواں بھائی بھی شامل تھے۔ جب آٹھ افراد کو شہید کیا جا چکا تو آخر پر آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب جن کی عمر چوالیس سال تھی وہ رہ گئے۔ عمر کے لحاظ سے سب شہداء سے چھوٹے تھے۔ دہشت گردوں نے ان سے پوچھا کہ تم جوان ہو۔ احمدیت سے انکار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو تو انہوں نے بڑی شجاعت سے جواب دیا کہ جس راہ پر چل کر میرے بزرگوں نے قربانی دی ہے جو حق کی راہ ہے مَیں بھی اپنے امام اور بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس پر انہیں بھی بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تذکرۃ الشہادتین میں ایک رؤیا کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا کہ ”خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔“

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 76)

آپؑ نے اپنی رؤیا سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مجھے امید ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔

ہم گواہ ہیں کہ آج افریقہ کے رہنے والوں نے اجتماعی طور پر اس کا نمونہ دکھا دیا اور قائم مقامی کا حق ادا کر دیا۔

دہشت گردوں کے مسجد میں آنے سے لے کر سوال و جواب کرنے، عقائد پر تفصیلی بحث کرنے اور ساری کارروائی کر کے مسجد سے نکلنے تک کم و بیش ڈیڑھ گھنٹے کا وقت بنتا ہے۔ اس دوران میں بچے اور باقی افراد جس کرب اور تکلیف سے گزر رہے ہوں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے سامنے ان کے بزرگوں کو شہید کیا جا رہا تھا۔ مسجد سے نکل کر دہشت گرد فوری طور پر فرار نہیں ہوئے بلکہ کافی دیر مہدی آباد میں ہی رہے اور مسلح افراد نے مسجد میں موجود لوگوں کو یہ دھمکی بھی دی کہ بہتر ہو گا کہ تم سب احمدیت چھوڑ دو۔ ہم دوبارہ آئیں گے۔ اگر تم

ارشاد باری تعالیٰ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران:32)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

طالب دعا: بی۔ایم۔خلیل احمد ولد مکرم بی۔ایم۔بشیر احمد صاحب وافراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد باری تعالیٰ

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ

(سورۃ المجادلہ:22)

ترجمہ: اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

طالب دعا: محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم وافراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی)

لوگوں نے احمدیت ترک نہ کی یا کسی نے دوبارہ مسجد کھولنے کی کوشش کی تو تم سب کو ختم کر دیا جائے گا۔

اس مہدی آباد کی جماعت کا آغاز کب ہوا۔ اس کا تعارف کیا ہے؟

اس بارے میں یہ لکھتے ہیں۔ 1998ء کے آخر پر یہاں باقاعدہ مشن شروع کیا گیا تھا۔ جماعت نے تیزی سے ترقی کی۔ 1999ء میں ایک گاؤں تکنے ویل (Tickneville) کی بھاری اکثریت احمدی ہوگئی اور ایک مخلص جماعت اس جگہ قائم ہوگئی۔ اس گاؤں کے امام الحاج ابراہیم بدیگا احمدیت قبول کرنے سے پہلے اس علاقے کے سب سے بڑے وہابی امام تھے۔ آپ نے بہت تحقیق کے بعد بیعت کی تھی۔ بیعت کرنے کے بعد ایک پُرجوش داعی، ایک نڈر مبلغ اور جری سپاہی کے طور پر سامنے آئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا میں نے پہلے ذکر نہیں کیا کہ جب انہوں نے بیعت کی ہے تو ان کے ساتھیوں نے، بعض علماء نے ان کو کہا کہ تم کیوں ماننے لگے ہو؟ انہوں نے کہا جب سونا میں نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی دیا ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی پوری ہو رہی ہیں، باتیں بھی پوری ہو رہی ہیں، قرآن کریم اسکی گواہی دیتا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب میں اسکا انکار کردوں اور محروم رہوں۔

بہرحال امام صاحب ایک بہت صاحب علم آدمی تھے۔ اس گاؤں کے تمام لوگ تماشق قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور تماشق زبان بولتے ہیں۔ تماشق لوگوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ برکینا فاسو، نائیجر، مالی اور الجیریا میں پائے جاتے ہیں۔ 99.9 فیصد مسلمان ہیں۔ زیادہ تر متشدّد وہابی عقائد رکھتے ہیں۔ تماشق لوگوں میں احمدی ہونے والے زیادہ نہیں ہیں تاہم برکینا فاسو میں مہدی آباد کے تماشق باشندے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے میں سبقت لے گئے اور اب اتنی بڑی قربانی دے کر اپنا ایک خاص مقام بھی حاصل کر چکے ہیں۔

2004ء میں اس علاقے میں سونے کے بہت سے ذخائر دریافت ہوئے تو مائننگ کمپنی نے اس گاؤں کی آبادی کو قریب ہی ایک نئی جگہ پر مکانات بنا کر دیے اور کہا کہ وہاں منتقل ہو جائیں۔ ان منتقل ہونے والوں کی بھاری اکثریت احمدیوں کی تھی، چند ایک گھرانے دوسرے تھے۔ نیا گاؤں بنا تھا جو تقریباً احمدیوں کا ہی گاؤں تھا۔ ابراہیم صاحب نے یہ تجویز دی کہ اس گاؤں کا نام وہ پرانا نہیں رکھنا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے لکھا کہ اس گاؤں کا کوئی نام رکھیں اور پھر اس کا نام مہدی آباد رکھا گیا اور 2008ء میں یہاں IAAAE کے تحت ماڈل ولیج بھی بنایا گیا۔ پانی، بجلی کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ یہ برکینا فاسو بلکہ دنیا بھر میں پہلا ماڈل ولیج پراجیکٹ تھا۔ اسکے تحت گاؤں میں بجلی، پانی، سلائی سکول وغیرہ کی سہولیات دی گئیں۔

ان کی تدفین کے بارے میں انہوں نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ دہشت گردوں نے مسجد میں ڈیڑھ گھنٹہ گزار کر اس قدر خوف کی فضا پیدا کی تھی کہ جس مقام پر شہادتیں ہوئیں شہداء کی لاشیں رات بھر اسی جگہ پڑی رہیں کیونکہ خدشہ تھا کہ دہشت گرد گاؤں سے باہر نہیں گئے اور اگر کوئی لاش اٹھانے گیا تو اسے بھی مار دیا جائے گا۔ قریب ہی آرمی کیمپ تھا، اس واقعہ کی اطلاع ان کو دی گئی لیکن وہاں سے بھی کوئی نہیں آیا نہ ہی سیکیورٹی اداروں کا کوئی فرد صبح تک پہنچا۔ پھر شہداء کی تدفین بارہ جنوری کو صبح دس بجے مہدی آباد میں کر دی گئی۔

اب ہر ایک کا مختصر تعارف بیان کر دیتا ہوں۔

الحاج ابراہیم بدیگا صاحب جو امام ہیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھاسٹھ (68) سال تھی۔ تعلیم کے سلسلے میں سعودی عرب میں بھی مقیم رہے۔ تماشق زبان کے بہت بڑے عالم تھے اور اس زبان میں قرآن مجید کے مفسر بھی تھے۔ آپ نے 1999ء میں بیعت کی۔ قبولِ احمدیت سے قبل امام ابراہیم بدیگا صاحب کئی دیہات کے چیف امام تھے۔ اس زون کے دیگر علماء آپ کے پاس آ کر بیٹھنے اور اکتسابِ علم کرنے کو اپنی شان سمجھتے تھے چنانچہ ہر سال کم از کم ایک دفعہ علاقے بھر کے علماء، معلّمین اور ائمہ آپ کے پاس آ کر قیام کرتے اور فیض پاتے۔ یہ تعداد پانچ سو تک بھی چلی جاتی اور قیام ایک ہفتہ تک ہوتا۔ کہا جا سکتا ہے کہ علاقے کے علماء اور ائمہ کی سالانہ میٹنگ آپ کے پاس ہوا کرتی تھی۔ ان کے شاگرد بیان کرتے ہیں کہ اُن دنوں میں بھی امام صاحب اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ ابھی صداقت ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ حق اور صداقت کو ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں۔ جس طرح سینکڑوں کی تعداد میں یہ ائمہ میرے پاس آ کر بیٹھتے ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کو مسلمان خیال کرتے ہیں لیکن جب صداقت ظاہر ہوگی تو اس وقت ماننے والے تھوڑے رہ جائیں گے۔ یہ لوگ میرے پاس سے بھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔

نیکی تھی، تقویٰ تھا، علم تھا اس لیے زمانے کے حالات کے مطابق اندازہ لگا لیا کہ صداقت نے ظاہر ہونا ہے اور اسکے بعد جو ہمیشہ سے انبیاء کے مخالفین کا دستور رہا ہے یہ لوگ بھی مخالفت کریں گے۔

بہرحال جو انہوں نے دل میں مانا ہوا تھا کہ جب بھی حق پہنچا میں نے ماننا ہے۔ 1998ء میں ڈوری میں باقاعدہ احمدیہ مشن قائم ہوا تو امام ابراہیم صاحب تک بھی احمدیت کے پیغام کی بازگشت پہنچی۔ تبلیغی مہم کے دوران ایک مارکیٹ میں الحاج بدیگا صاحب نے احمدیت کا نام پہلی بار سنا تھا۔ انہیں پتہ چلا کہ احمدی وفات مسیح کے قائل ہیں اور مسیح اور مہدی کے آنے کی خبر دیتے ہیں تو ابراہیم بدیگا صاحب سات افراد کا ایک وفد لے کر تلاشِ حق کیلئے ڈوری مشن ہاؤس تشریف لائے۔ بہت تحقیق کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی تھی۔ اپنی زون میں پہلا احمدی ہونے کا شرف پایا۔

یہ جو مخالفین کہتے ہیں ناں کہ غریب لوگ ہیں ان کو لالچ دے کر بیعت کروا لیتے ہیں۔ ان کو دین کا کچھ پتا نہیں ہے۔ ان شہیدوں نے ان کے منہ بند کر دیے ہیں۔ سمجھ کر صداقت کو قبول کیا اور پھر قربانی کی بھی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔

بہرحال ابراہیم صاحب کے بارے میں مزید لکھا ہے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ جماعت کے ایک نڈر سپاہی تھے۔ بے خوف داعی الی اللہ تھے اور حقیقی معنوں میں ایک فدائی احمدی تھے۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے علاقے بھر میں احمدیت کا پیغام پھیل گیا۔ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ بڑھ چڑھ کر جماعتی پروگراموں میں حصہ لیتے۔ قبولِ احمدیت سے قبل ان کے عقائد کے مطابق وہابیوں کے علاوہ باقی سب فرقے کافر تھے۔ ٹی وی دیکھنا، فٹبال کھیلنا یا دیکھنا، سکول جانا، تصویریں بنانا یہ سب چیزیں ان کے نزدیک حرام تھیں جیسا وہابیوں کا عقیدہ ہے لیکن پھر جب انہوں نے احمدیت قبول کر لی تو پھر ان فرسودہ خیالات سے انہوں نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور لوگوں کو بھی سمجھایا کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں سنہ 2000ء میں انہیں یہاں یوکے میں جلسہ میں بھی شامل ہونے کی توفیق ملی۔

تبلیغ کا ان کو جنون تھا۔

قبولِ احمدیت سے قبل بھی صاحب اثر و رسوخ اور کئی گاؤں کے چیف امام تھے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ قبولِ احمدیت کے بعد آپ نے اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے وقف کر دیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کسی اور چیز کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ انہوں نے تبلیغ کے وٹس ایپ گروپ بنا رکھے تھے جس میں خاص طور پر تماشق لوگوں کیلئے ایک گروپ تھا۔ اس گروپ میں مالی، نائیجر، گھانا، سعودی عرب، لیبیا، تیونس، آئیوری کوسٹ وغیرہ ممالک سے لوگ شامل ہوتے تھے۔ آپ مسلسل ان کو تبلیغ کرتے۔ دن رات آڈیو پیغامات ریکارڈ کر کے بھجواتے رہتے۔ دن ہو کہ رات اسی کام میں مصروف رہتے۔ جواب میں بہرحال مخالفت ہوتی تھی۔ مخالفین آپ کو گالیوں کے پیغام بھی بھیجتے۔ وہ ان کو قتل کی دھمکیاں بھی دیتے تھے لیکن آپ کبھی کسی سے غصہ سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ قتل کی دھمکیاں دینے والوں کو آپ کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں کرایہ بھیج دیتا ہوں آؤ اور مجھے قتل کرو۔ جب حالات خراب ہوئے ہیں تو آپ مبلغین کو بھی اور معلمین کو بھی کہا کرتے تھے کہ تبلیغ کرنی چاہیے۔ یہ بہانہ ہے کہ حالات خراب ہیں اس لیے ہم تبلیغی دورے پر نہیں جا سکتے۔ کہتے ہیں میڈیا کے ذریعہ تبلیغ کریں اور اگر کسی کے پاس فون میں نیٹ پیکیج کرنے کیلئے رقم نہیں ہے تو مجھ سے لے لے۔ سوشل میڈیا گروپ بنائے اور گھر بیٹھ کر تبلیغ کے جہاد میں حصہ لے۔ ان کو ایک جنون تھا ایک شوق تھا۔

ناصر سدھو صاحب یہاں مربی رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ 1997ء میں برکینا فاسو آیا۔ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دعوت الی اللہ کا کام سپرد کیا۔ تو کہتے ہیں کہ مجھے زبان نہیں آتی تھی اس لیے تین ماہ کا عرصہ لگ گیا پلاننگ کرنے میں۔ اسکے بعد دیہاتوں کا دورہ کیا۔ ان کے اس گاؤں کے امام کے پاس بھی گیا۔ ان کو جب وفاتِ مسیح کی اور مسیح اور مہدی کی آمد کی خبر پہنچی تو کہتے ہیں کہ ابراہیم بدیگا صاحب سات افراد کے ساتھ ہمارے مشن ہاؤس ڈوری آ گئے۔ وہاں سوال و جواب ہوئے۔ کہتے ہیں تین دن یہ میرے پاس رہے ہیں۔ نہ یہ تین دن خود سوئے نہ مجھے سونے دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ چلے گئے۔ روزانہ صبح سے لے کر شام تک گفتگو ہوتی تھی۔ اگلے ہفتے دوبارہ آئے اور اپنے نئے امام لے کر آئے اور تحقیق کا یہ سلسلہ تین ماہ تک جاری رہا۔ ان کے پاس اکثر سوالات کے جوابات تو آ چکے تھے لیکن احمدیت میں داخل ہونے کا کبھی انہوں نے خیال ظاہر نہیں کیا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعا کیلئے لکھتا رہا۔ ایک دن امام صاحب آئے اور بیعت کا فارم پُر کیا اور کہتے ہیں کہ ان سے میں نے کہا کہ باقی بھی جو متواتر آتے رہے ہیں وہ کہاں ہیں؟ وہ کب قبول کریں گے؟ تو انہوں نے کہا وہ سب قبول کریں گے مگر سب سے پہلے مَیں احمدیت میں داخل ہونا چاہتا تھا اس لیے مَیں آ گیا ہوں۔

خلافت سے بھی ان کو بے انتہا وفا کا تعلق تھا۔

امیر جماعت برکینا فاسو لکھتے ہیں کہ پینتالیس کے قریب گاؤں ان کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے حج کیے۔ وہاں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ بہت اچھی عربی جانتے اور بولتے تھے اور اس پورے علاقے میں بہت تبلیغ کی۔ سائیکل پر گاؤں جاتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاقے میں بہت لوگوں کو احمدیت کے نور سے منور کیا۔ ان کے ذریعہ اس علاقے کے بڑے بڑے علماء احمدیت میں داخل ہوئے اور علاقے کی اکثر جماعتیں ان کی تبلیغ کی وجہ سے قائم ہوئیں اور کہتے ہیں جب بھی لندن آنا ہوتا تو ہمیشہ یہ پوچھتے کہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے؟ بڑا محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل کیا جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت قرض دیتے وقت اور قرض کا تقاضا کرتے وقت آسانی پیدا کرتا تھا

(سنن نسائی، کتاب البیوع، باب حسن المعاملة والرفق فی المطالبة)

طالبِ دُعا: نعیم الحق صاحب اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رجب کا مہینہ طلوع ہونے پر درج ذیل دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

اے اللہ! ہمارے رجب اور شعبان میں بھی برکت ڈال اور ہمیں رمضان کے مہینہ تک پہنچا۔

(مشکاۃ، باب الجمعۃ، الفصل الثالث، حدیث نمبر: 1369)

طالبِ دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب واہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

کہتے ہیں اس محبت کی ایک مثال یہی ہے کہ ایم ٹی اے پر جو میری بچوں کے ساتھ کلاس ہوتی تھی وہ اردو زبان سے بالکل ناواقفیت کے باوجود بڑے انہماک سے دیکھتے رہتے تھے جس طرح سمجھ آرہی ہوتی ہے اور صرف یہی کہتے تھے کہ میرے لیے اس مجلس میں یہاں بیٹھنا اس کو دیکھنا ہی بہت ایمان کا اور اس میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔

مہمان نواز اور خاموش طبع تھے لیکن جب جماعت کی خاطر بولنا پڑتا تھا تو پھر بہت جذباتی ہو کے بولتے تھے۔ ایک مکمل مبلغ تھے۔ غیر احمدیوں سے انہوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر کافی مناظرے اور سوال جواب کیے۔

پھر وہاں کے ایک اور مربی محب اللہ صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان بزرگان کو ذاتی طور پر جانتا تھا کیونکہ وہاں مَیں اکثر جاتا رہتا تھا۔ خلافت سے بے انتہا پیار کرنے والے، مہمان نواز، وفادار لوگ تھے۔ کہتے ہیں جب سارے جوان سارا دن کام پر ہوتے تھے تو یہ بزرگان مسجد کے سامنے بنے ہوئے چھپر پر بیٹھ کر ایم ٹی اے دیکھتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب اِن کی شہادت ہوئی ہے تو اس کے فوراً بعد مجھے ایک نوجوان کا فون آیا کہ اس طرح ہمارے بزرگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا اگر آپ احمدیت سے پیچھے ہٹ جائیں تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے مگر انہوں نے شہادت کو ترجیح دی۔ اس نوجوان کا کہنا تھا کہ اگر یہ لوگ ہم سب کو شہید کر دیں تو بھی ہم احمدیت سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں یہ تو صرف نو (9) انصار تھے، اس نوجوان نے کہا یہ تو صرف نو 9/انصار تھے اگر ہم سب خدام لجنہ وغیرہ کو بھی شہید کر دیں تو بھی ہم احمدیت نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ۔ یہ روح ہے ان مخلصین میں، اس جماعت میں جو انہوں نے پیدا کی۔ جب بڑوں کی تربیت ہو، ان کا نمونہ ہو تو تبھی نوجوانوں اور عورتوں میں یہ جذبہ اور ایمان پیدا ہوتا ہے۔

لوکل مبلغ مائیگا تیجان صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام ابراہیم صاحب کو قتل کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ شہادت سے کچھ دن پہلے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ مجھے قتل کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ یہ لوگ مجھے مار دیں گے۔ حسنِ خلق کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اپنی فیملی اور رشتہ داروں کے ساتھ بہت حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ سب سے ہمدردی کرنا آپ کی عادت تھی۔ دوسروں کی خاطر قربانی کرنا اور جذبۂ ایثار دکھانا نمایاں اوصاف تھے۔ علاقے کے بہت معزز فرد تھے۔ لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

ابراہیم صاحب کوئی فیصلہ کرتے یا کوئی بات کہتے تو لوگ اس کی لاج رکھتے اور اسے مان لیتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض دوسرے ہمسایہ ممالک میں امام اور معلم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ برکینا فاسو میں بھی بہت سارے بطور معلم اور لوکل مشنری کام کر رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ نیکی اور تقویٰ اور مسابقت بالخیر میں دوسروں کیلئے ایک نمونہ تھے۔

جب بھی احبابِ جماعت کو کوئی تحریک کرتے تو سب سے پہلے خود اس میں حصہ لیتے۔ اگر کوئی مالی قربانی کی تحریک ہوتی تو سب سے پہلے خود شامل ہوتے۔ کبھی جماعتی کاموں میں، جلسہ جات میں، اجتماعات اور دیگر سرگرمیوں میں پیچھے نہیں رہے۔ پانچوں نمازوں کی ادائیگی مسجد میں کرتے۔ نماز تہجد کے پابند تھے۔ اگر کبھی کسی جماعتی سرگرمی میں موجود نہ ہوتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یا تو بیمار ہیں یا سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ جماعتی کاموں میں شرکت کیلئے کبھی اخراجات کی پروا نہ کرتے۔ ان کی دو شادیاں تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو گیارہ بچے عطا کیے۔

خالد محمود صاحب مربی ہیں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اخلاص و وفا سے معمور تھے۔ خلافت کے شیدائی اور فدائی احمدی تھے۔ 2008ء میں جو خلافت جوبلی کا سال تھا جب مَیں نے گھانا کا دورہ کیا تھا، جلسہ پہ وہاں گیا تھا تو ہزاروں احمدی احباب برکینا فاسو اور مالی وغیرہ سے بھی مجھے ملنے کیلئے آئے تھے۔ اس موقع پر گھانا جماعت نے ضیافت اور رہائش کے انتظامات بھی اچھے کیے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود چند احباب جو دوری سے آئے تھے یہ لوگ بھی ان میں شامل تھے۔ ان کو کھانا ملنے میں دیر ہوگئی یا کھانا نہیں ملا۔ پھر کافی دیر سے رات کو بازار سے منگوایا گیا اور دیا گیا۔ اس پر مَیں نے ان مربی صاحب کو جب ان کی ملاقات ہوئی کہا تھا کہ ان کو میری طرف سے معذرت کر دیں اور دلداری کریں۔ تو کہتے ہیں مَیں ان کے پاس فوراً گیا، معذرت کی۔ آپ کا یہ پیغام جب دیا تو الحاج ابراہیم صاحب صدر جماعت تھے انہوں نے بیک وقت باقی لوگوں کے ساتھ کہا کہ خلیفۂ وقت کو ہم دیکھنے یہاں آئے تھے، ملنے آئے تھے۔ جب دیکھ لیا اور مل لیا تو ہماری تھکان اور بھوک ختم ہوگئی ہے۔ کوئی شکایت نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو آپس میں بیٹھ کے اس ملاقات کا ہی ذکر کر رہے ہیں اور اس کا لطف لے رہے ہیں۔ بہرحال اس وقت مجھے بھی پریشانی تھی کہ اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں، بہت سارے اس وقت سائیکلوں پر بھی آئے تھے اور ان کا انتظام نہیں ہوا۔ فوری انتظام کروانے کی کوشش کی گئی لیکن دوسری طرف ان کا اخلاص و وفا ایسا تھا کہ حیران ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی مجھے ان کا یہی پیغام ملا تھا اور مَیں اس وقت بھی حیران تھا کہ یہ کیسے مضبوط ایمان کے لوگ ہیں۔

الحاج محمود ڈیکو صاحب معلم ہیں یہ کہتے ہیں کہ شریف عودہ صاحب بینن کے دورے پر آئے تو امام صاحب نے برکینا فاسو سے بس پہ سوار ہو کے رات سارا سفر کیا اور ایک ہزار کلومیٹر کا سفر طے کر کے صبح تین بجے وہاں پہنچے۔ تیس گھنٹے کا تھکا دینے والا سفر تھا۔ وہاں سڑکیں بھی اچھی نہیں ہیں اور بڑے ہشاش بشاش تھے۔ آگے پھر لمبا سفر کرنا تھا وہ بھی انہوں نے اُن کے ساتھ کیا اور سب پروگراموں میں شامل ہوئے۔

ان کو جماعتی خدمت کا ایک جوش تھا۔ بینن میں مساجد دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے یہ دیکھو! یہ بھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی دلیل ہے۔ اسی طرح غیر احمدیوں سے جو بحثیں ہوتی تھیں اس میں یہ عربی میں بڑی فصیح و بلیغ تقریریں کیا کرتے تھے۔ شریف عودہ صاحب کے ساتھ بھی مولویوں کی debate ہو رہی تھی۔ اس وقت انہوں نے کوئی غلط باتیں کیں تو غصہ میں آ کے انہوں نے اٹھ کے جواب دینا چاہا لیکن ان کو جب خاموش کرایا گیا تو فوراً بیٹھ گئے۔ پھر غیر احمدیوں نے کہا کہ اچھا اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں تو ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ تو انہوں نے اس وقت کھڑے ہو کے کہا کہ جو ہمیں کافر کہتے ہیں۔ ہمارے اور وقت کے امام کو قبول نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ یا تو یہ مان لو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وقت کے امام ہیں تو ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔

بینن کے ایک ریٹائرڈ لوکل معلم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت سے محبت کی ایک زندہ تصویر تھے۔

وہ کہا کرتے تھے کہ جب مجھے احمدیت کا پیغام ملا جو پاکستانی مبلغ نے دیا تو میں اسی دن سے احمدی ہو چکا تھا۔

مَیں نے یہ سیکھا ہے کہ دنیا کی فلاح صرف نظام خلافت سے وابستہ ہے اور یہی اصل راستہ ہے اور مرتے دم تک اس پر قائم رہوں گا۔

معلم صاحب کہتے ہیں کہ حقیقتاً جو انہوں نے کہا تھا وہ انہوں نے کر دکھایا۔

پھر بینن کے لوکل معلم عیسیٰ صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک لمبے عرصہ سے ان سے تعلق تھا۔ ایک ایسے احمدی تھے جن کو کسی سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ حقیقی احمدی تھے۔ ایسے احمدی جو ہر عمل میں آگے تھے، تبلیغ میں، چندے میں، ہر چیز میں اول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وجہ سے باقی آٹھ انصار بھی ان کے پیچھے لبیک کہتے ہوئے اپنی جانیں خدا کے حضور قربان کرنے والے بن گئے۔

پرنسپل جامعہ برکینا فاسو لکھتے ہیں: کسی شخص نے ایک خواب دیکھی اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امیر جماعت کو یہ لکھ کے بھیجا کہ ”خواب مبارک ہے اور اس کا مطلب ہے کہ ملک کی مٹی قبولِ حق کیلئے زرخیز ہے اور میرے دورے کے بعد انشاء اللہ صداقت کو قبول کر کے نُور سے چمک اٹھے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔“

(خط مکرم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب، لندن T.3360 بتاریخ 19/جون 1990ء)

میرا خیال ہے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وہاں دورہ تو نہیں ہوا۔ بہرحال میں دورے پہ 2004ء میں گیا تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں آپ نے بھی لکھا کہ اسکے بعد ”مجھے پورا یقین ہے کہ برکینا فاسو کی سرزمین پر احمدیت کا جو بیج بویا گیا وہ جلد دائمی پھل لائے گا۔

برکینا کے لوگ حقیقتاً بڑے عظیم لوگ ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ خدا نے ان کو احمدیت کے نور سے منور کیا ہے۔ میں نے جو بیداری جماعت برکینا کے افراد میں دیکھی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ امید ہے کہ اگلے دو تین سالوں میں اس دورے کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے اور جماعت تیزی سے ترقی کرے گی ان شاء اللہ۔“

(زیر خط T.9653 بتاریخ یکم مئی 2004ء)

تو یہ مَیں نے اپنے دورے کے بعد ان کو لکھا تھا۔ افریقہ کی جماعتوں میں برکینا فاسو کے احمدیوں میں مَیں نے ایک خاص بات دیکھی ہے کہ ملاقات کے وقت ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ مجھ سے گلے لگے اور پھر ان لوگوں کی محبت جو تھی وہ بھی دیکھنے والی ہوتی تھی۔ پرنسپل صاحب لکھتے ہیں کہ آج مہدی آباد کے مخلصین نے غیر معمولی قربانی دے کر ”حقیقتاً بڑے عظیم لوگ ہیں“ پر مہر تصدیق ثبت کر دی جو آپ نے لکھا تھا۔

دوسرے الحسن آگ مالی آئل صاحب (Alhassane Ag Maliel) ہیں۔ ان کی شہادت کے وقت عمر اکہتر (71) سال تھی۔ پیشے کے لحاظ سے کسان ہیں۔ 1999ء میں احمدیت قبول کی۔ گاؤں کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ ابراہیم صاحب کے ساتھ مل کر ڈوری مشن میں جانے والے تحقیقاتی وفد میں شامل تھے۔ جب سے آپ نے بیعت کی اخلاص اور وفا میں ترقی کرتے چلے گئے۔ خلافت کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے پابند، تہجد گزار، چندہ جات میں باقاعدہ، اپنی فیملی کیلئے اپنے پیچھے ایک نیک نمونہ قائم کیا۔ مجموعی طور پر آپ نے جماعت کیلئے جان، مال اور وقت کی جو قربانی کی وہ غیر معمولی ہے۔ آپ برکینا فاسو کی چار پانچ زبانیں بولتے تھے جو مختلف مقامی زبانیں ہیں جس کی وجہ سے آپ کا حلقۂ احباب پورے ملک کی جماعتوں میں تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر دوسرے ریجن سے آنے والوں کے ساتھ ان کی زبان جاننے کی وجہ سے بہت گھل مل کر رہتے تھے۔ لوگ آپ کو بہت پسند کرتے۔ ان کی محفل میں بیٹھ کر محظوظ ہوتے۔ جب بھی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

صحبت میں بڑا اشرف ہے

اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 609، ایڈیشن 1988ء)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے

جس کی وجہ سے اس کے نزدیک وہ ایک قابل قدر شے ہو جاوے گا

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 222، ایڈیشن 1988ء)

جماعت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی اس میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے۔ گذشتہ سال جماعت کی طرف سے وقفِ عارضی کرنے کی تحریک ہوئی تو مہدی آباد جماعت میں سے سب سے پہلے آپ نے نام لکھوایا۔ سانحہ مہدی آباد میں آپ کے جڑواں بھائی مکرم حسین آگ مالی آئل صاحب کی بھی شہادت ہوئی۔

حسین آگ مالی آئل صاحب یہ بھی جیسا کہ بتایا اِن کے جڑواں بھائی ہیں۔ ان کی عمر بھی اکہتر (71) سال تھی۔ انہوں نے بھی 1999ء میں بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ اپنے گاؤں کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ الحاج ابراہیم صاحب کے ساتھ ڈوری مشن میں جا کر تحقیق کرنے والے گروپ میں شامل تھے۔ اس وقت مہدی آباد میں بطور زعیم انصار اللہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ انصار بھائیوں کو بہت اچھے طریق سے منظم کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کو جماعتی پروگراموں اور سرگرمیوں میں متحرک رکھتے اور تربیت کے متعدد پروگرام منعقد کرواتے رہتے۔ مسجد کی صفائی اور دیگر مقامات پر وقارِ عمل کرواتے۔ چندہ جات میں باقاعدہ اور پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کرنے کی پابندی کرتے۔ نمازِ تہجد باقاعدہ ادا کرنے والے تھے۔ سانحہ مہدی آباد میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کے جڑواں بھائی بھی شہید ہوئے تھے۔ ایک دن دنیا میں آئے اور ایک ہی دن دنیا سے گئے۔

حمیدو آگ عبدالرحمٰن صاحب۔ ان کی ستاسٹھ (67) سال عمر تھی۔ پیشے کے لحاظ سے یہ بھی کسان تھے۔ 1999ء میں انہوں نے بھی احمدیت قبول کی۔ دل کے بہت صاف، بہت حلیم طبع تھے۔ ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں حصہ لینے والے صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔ کسی پروگرام سے غیر حاضر ہوتے تو یہ سمجھا جاتا یقیناً کوئی بہت اشد مجبوری یا بیماری ہوگی ورنہ غیر حاضر نہیں ہوتے تھے۔ امام ابراہیم صاحب کے مددگار ساتھیوں میں سے تھے۔ اپنی فیملی کو بھی نظام جماعت کے ساتھ جڑے رہنے اور جماعتی پروگرام میں شرکت کی تلقین کرتے رہتے۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وفا کا تعلق تھا۔ بہت سا وقت مسجد میں گزارتے۔ ایم ٹی اے پروگرام دیکھتے رہتے۔ خاص طور پر خطبہ بہت باقاعدگی سے اور توجہ سے سنتے۔

صُلیح (Souley) آگ ابراہیم۔ شہادت کے وقت ان کی عمر ستاسٹھ (67) سال تھی۔ پیشے کے اعتبار سے یہ بھی کسان تھے۔ نماز باجماعت کے بہت پابند، باقاعدگی سے چندہ جات ادا کرنے والے، مجلس انصار اللہ کے متحرک رکن تھے اور جماعت کے بہت مخلص تھے۔ ابراہیم صاحب کے دستِ راست اور مددگار تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صاحبِ علم تھے۔ مذہبی اور علمی گفتگو کرنا آپ کی عادت تھی۔ جب بھی انصار ممبران جماعت میں علمی گفتگو ہو رہی ہوتی آپ ایسی محفل میں پائے جاتے۔ بہت حلیم اور شریف طبیعت کے مالک تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ حسن سلوک کرنا آپ کے اوصاف میں تھا۔ جلسہ سالانہ یا کسی اجتماع پر جاتے ہوئے اگر دیکھتے کہ کسی کے پاس کرایہ کی رقم نہیں ہے یا کم ہے تو اپنی طرف سے اس کی مدد کر دیتے تا کہ وہ بھی شامل ہو جائے۔ ان دنوں میں اس سال ڈوری کے علاقے سے نکل کر سفر کرنا بہت ہمت کا کام تھا کیونکہ ہر طرف دہشت گردوں نے اپنی دہشت پھیلائی ہوئی تھی لیکن اسکے باوجود تمام خطرات کو دیکھتے ہوئے بھی مہدی آباد سے دسمبر کے آخری ہفتہ میں ہونے والے جلسہ سالانہ برکینا فاسو میں شامل ہوئے۔

پھر عثمان آگ سُودے (Soudeye) صاحب ہیں۔ ان کی عمر انسٹھ (59) سال تھی۔ مخلص اور جاں نثار احمدی تھے۔ جماعت کیلئے مال اور وقت کی قربانی کرنے والے تھے اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے جان کی قربانی کی بھی توفیق عطا فرما دی۔ مہدی آباد کی مسجد کی تعمیر کے وقت پانی لے کر آتے اور تعمیر کے کاموں میں مسلسل تعاون کرتے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ نمازوں کے بہت پابند تھے۔ چندہ دینے میں باقاعدہ تھے۔ جو کچھ کما کے لاتے پہلے اس سے چندہ کی رقم ادا کرتے۔ کیا ایسی سوچ رکھنے والے پیسے کی لالچ میں بیعت کرتے ہیں جیسا کہ مخالفین کہہ رہے ہیں؟ پیشے کے اعتبار سے آپ ایک تاجر تھے۔ جوتے فروخت کرنے کا کاروبار کرتے تھے۔ کسی کے پاس اگر جوتا خریدنے کی استطاعت نہیں تھی یا رقم کم ہوتی تو پھر بھی اسے خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے۔ کسی کو ننگے پاؤں واپس نہیں جانے دیا۔ اگر رقم نہیں ہے یا کم ہے تو کہتے کوئی بات نہیں بعد میں دے دینا۔

پھر آگ علی آگ مگوئیل (Maguel)۔ یہ 1970ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ 1999ء میں احمدیت قبول کی۔ پیشے کے اعتبار سے کسان تھے۔ جماعت احمدیہ بیلارے (Belare) کے مؤذن تھے۔ جب کچھ عرصہ قبل دہشت گردی کی وجہ سے ان کو اپنے گاؤں سے نقل مکانی کرنی پڑی تو انہوں نے مہدی آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ بہت مخلص احمدی تھے۔ نمازوں اور چندہ جات میں باقاعدہ تھے اور جماعت کی تمام سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔

پھر موسیٰ آگ ادراہی (Idrahi)۔ شہادت کے وقت ان کی عمر ترپن (53) سال تھی۔ یہ بھی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور جماعت کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ احمدی ہونے سے قبل وہابیہ فرقہ کے بہت سرگرم رکن تھے۔ نمازوں کی بہت پابندی کرنے والے، تہجد باقاعدگی سے ادا کرنے والے۔ مغرب کی نماز پر مسجد میں آتے تو عشاء کی نماز پڑھ کر ہی واپس گھر جاتے۔ مغرب اور عشاء کا وقت مسجد میں گزارتے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ ان کے متعلق ہر کوئی گواہی دیتا ہے کہ ایک حقیقی مومن اور مخلص فدائی احمدی ہونے کا عملی نمونہ تھے۔ مجھے دعائیہ خطوط بھی یہ باقاعدہ لکھتے تھے اور کہتے تھے مَیں بھی خلیفۂ وقت کیلئے باقاعدہ دعا کرنے والا ہوں۔

پھر نویں ہیں آگ عمر آگ عبدالرحمٰن۔ ان کی شہادت کے وقت عمر چوالیس (44) سال تھی۔ سب سے چھوٹی عمر کے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ 1999ء میں بیس سال کی عمر میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اسکے بعد جماعت کے ساتھ تعلق اور وفا میں ترقی کرتے چلے گئے۔ جماعت مہدی آباد کے بہت مخلص اور فدائی ممبر تھے۔ امام ابراہیم صاحب کے دستِ راست تھے۔ مہدی آباد کے نائب امام الصلوٰۃ بھی تھے۔ جب دہشت گرد مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے امام ابراہیم صاحب کا پوچھنے کے بعد پوچھا کہ نائب امام کون ہے؟ تو انہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بتایا کہ مَیں ہوں۔ آپ ہمیشہ مسجد میں آنے والے اوّلین افراد میں سے ہوتے۔ بہت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ نمازِ تہجد کی پابندی کرنے والے تھے۔ مسجد میں اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتے اور ان کی تربیت کا بہت خیال رکھتے اور ان میں بھی مجھے خط لکھنے میں بڑی باقاعدگی تھی۔ سائیکل چلانے کے بہت ماہر تھے اور پورے علاقے میں لمبے لمبے سفر کیا کرتے تھے۔ چار دفعہ ڈوری سے 265 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے واگا ڈوگو خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں شامل ہوئے۔ 2008ء میں خلافت جوبلی کے جلسہ میں برکینا فاسو سے گھانا سائیکلوں پر جانے والے قافلے میں یہ شامل تھے۔

یہ جو ہر لفظ کے ساتھ ''آگ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ میں ان کی رپورٹوں سے جو سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ وہاں اسکا مطلب ''ابن'' کے ہیں کہ فلاں کا بیٹا۔ آگ فلاں یا فلاں آدمی ابن فلاں۔ فلاں فلاں کا بیٹا ابن فلاں۔

بہرحال ان کے بارے میں مزید یہ لکھتے ہیں کہ جب آٹھ افراد کو شہید کیا جا چکا تو آخر پر آگ عمر آگ عبدالرحمٰن صاحب رہ گئے۔ اپنی عمر کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹے تھے۔ دہشت گردوں نے ان سے پوچھا کہ تم جوان ہو۔ احمدیت سے انکار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو تو انہوں نے بڑی شجاعت سے جواب دیا کہ جس راہ پر چل کر میرے بزرگوں نے قربانی دی ہے میں بھی اپنے امام اور بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس پر آپ کو بہت بے دردی سے چہرے پر گولیاں مار کر شہید کیا گیا۔

برکینا فاسو میں عمومی طور پر حالات خراب ہیں۔ دہشت گرد بہت سارے علاقوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ کچھ دن قبل قائد صاحب مجلس دینیا (Denea) مرکز میں، سینٹر میں، مشن ہاؤس میں آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ میری گاؤں میں پرچون کی دکان ہے۔ ایک دن دہشت گردوں میں سے ایک ان کی دکان پر آیا۔ یہ بالکل دوسرا علاقہ ہے اور کچھ خریدنے کیلئے آیا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر وہاں ان کی دکان پہ لگی تھیں۔ اس نے قائد صاحب سے پوچھا یہ کون ہیں؟ یہ کن کی تصویر تم نے دکان پہ لگائی ہوئی ہے؟ تو قائد صاحب نے جواب دیا کہ یہ مسیح موعود اور ان کے خلفاء کی تصاویر ہیں۔ کہنے لگا کہ مسیح موعود نہیں بلکہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے اکٹھے ہو کر ایک گروپ بنا لیا ہے یہ وہی لوگ ہیں اور یہ لوگ کافر ہیں اور جانے سے پہلے قائد کو کہا، دھمکی دے کر گیا کہ یہ تصاویر یہاں سے اتار لو ورنہ اگلی دفعہ جب مَیں آؤں گا اور یہ موجود ہوئیں تو پھر تمہارا بہت برا حال ہوگا۔ لیکن بہرحال قائد صاحب نے وہ تصویریں ادھر لگی رہنے دیں۔ کچھ دن کے بعد وہ دوبارہ آیا کچھ خریدنے کیلئے تو دیکھا کہ تصاویر ادھر لگی ہوئی ہیں۔ دیکھ کے چلا گیا تو کہتے ہیں کہ قائد صاحب نے ہمیں یہ واقعہ بتایا اور ساتھ اَور تصاویر بھی طلب کی ہیں۔ اب ڈرنے کی بجائے انہوں نے یہ کہا کہ اب مَیں اَور جگہوں پہ بھی تصویریں لگاؤں گا۔ یہ سارا علاقہ ایک لمبے عرصہ سے ان دہشت گردوں کے کنٹرول میں ہے اور حکومت کا وہاں کنٹرول کوئی نہیں۔ اس علاقے کا بارڈر جو ہے وہ مالی سے ملتا ہے یا دوسری طرف سے ڈوری کا علاقہ نائیجر سے ملتا ہے تو ایک پورا علاقہ، بیلٹ جو ہے تقریباً اس طرح ان کے قبضہ میں ہے۔

بہرحال یہ احمدیت کے چمکتے ستارے ہیں، اپنے پیچھے ایک نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں اور نسلوں کو بھی اخلاص و وفا میں بڑھائے۔ دشمن سمجھتا ہے کہ ان کی شہادتوں سے یہ اس علاقے میں احمدیت ختم کر دے گا لیکن ان شاء اللہ پہلے سے بڑھ کر احمدیت یہاں بڑھے گی اور پنپے گی۔

وہاں جو انتظامیہ ہے اس کو اور امیر صاحب کو بھی وہاں حکمتِ عملی کے ساتھ تبلیغی پروگرام بنانا چاہیے جہاں پہ ان لوگوں کی تسلی بھی کرانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ بھی دیتا رہے اور ان کے بزرگوں نے جس مقصد کیلئے اپنی جان کے نذرانے پیش کیے ہیں اس کی اہمیت کو سمجھنے کی بھی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ بہرحال ایک حکمت اور منصوبہ بندی سے اب ہمیں وہاں کام کرنا ہوگا۔

اس بارے میں پہلے ہی مَیں ان کو کہہ چکا ہوں کہ وہاں جائیں اور مقامی لوگوں سے مل کر جامع منصوبہ بندی حکمت سے کریں۔

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں

پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر، اہمیت اور مصداق

(تحریرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں)

(مرسلہ: سید بشارت احمد، صدر محلہ باب الامن، قادیان)

خدائے ذوالمنن و المجد نے اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی صداقت کے جو نشان عطا فرمائے ان میں ایک بہت بڑا نشان پیشگوئی مصلح موعود ہے۔ اس پیشگوئی کا پس منظر کیا تھا؟ اس کی کتنی اہمیت اور عظمت ہے؟ اور اس پیشگوئی سے کون مراد ہے؟ ان تمام سوالوں کے جوابات اور تفصیل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں موجود ہے۔

پیشگوئی کا پس منظر

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب ''براہین احمدیہ'' کے منظر عام پر آنے سے ایک طرف عالم اسلام خوشیوں کی لہروں میں تھا اور دوسری طرف مخالفین اسلام میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اسی کتاب میں دنیا کو مخاطب کر کے یہ خوشخبری دی:

''خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 596 حاشیہ در حاشیہ)

اس نوید کا اعلان آپؑ نے نہ صرف ہندوستان میں کیا بلکہ مکتوبات کے ذریعے بیرون از ہندوستان بھی اس پیغام کو پہنچایا اور اپنی طاقت کے مطابق جہاں تک ہو سکا مخالفین اسلام پر اتمام حجت قائم کی۔ اب جبکہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا ڈنکا اطراف عالم میں بج رہا تھا اور ہر ایک مخالف کو اسکے زندہ نشانات دیکھنے کی دعوت عام تھی کہ اسی دوران 1885ء میں ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان کا ایک خط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں موصول ہوا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ:

''جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدائے تعالیٰ اس کو ایسے نشان دربارۂ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں، لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں...... لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے ...... اور سال جو نشانوں کے دکھانے کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر 1885ء سے شمار کیا جاوے گا جسکا اختتام ستمبر 1886ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 92)

اس خط کے آخر پر دس ہندو صاحبان کے نام درج ہیں۔ اس خط کے موصول ہونے پر حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

''آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کیلئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمام تر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پُر انصاف خط کے پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 95)

جیسا کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار سے ظاہر ہے آپؑ اُن ہندوؤں کے اس خط سے خوش تھے کہ اسلام کی صداقت میں نشان کا مطالبہ کیا گیا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس مطالبہ کو لے کر اُسی واحد و لا شریک خدا کی طرف توجہ کی جس کی تائید و نصرت کے یقینی وعدوں سے اطلاع پا کر آپؑ نے اسلام کی سچائی کا اس دور میں اعلان کیا تھا، اور نہایت الحاح اور تضرع اور عجز سے اس نشان کیلئے دعائیں کیں۔ آپؑ نے کسی بھی قسم کے خلل سے بچنے اور دعاؤں میں یکسوئی اور انہماک پیدا کرنے کیلئے خلوت اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کیلئے اپنے گھر بار اور رشتہ داروں سے دور ہوشیار پور میں اعتکاف فرمایا اور پورے تبتل اور انقطاع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ خدائے رحیم و کریم نے آپؑ کی اس تڑپ اور اسلام کی صداقت کیلئے اضطراب کو دیکھ کر آپ کو تسلی دی اور آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی آپ کو عطا فرمائی۔

پیشگوئی مصلح موعود پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے بعض حلقوں کی طرف سے اعتراض بھی کیے گئے لیکن حضور علیہ السلام نے بذریعہ اشتہار و مکاتبت ان کے جوابات دیے۔ حضرت اقدسؑ کی اس پیشگوئی کے بعد ایک لڑکی کی پیدائش ہوئی چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام پر اعتراضات کی نوعیت یہی تھی کہ پیشگوئی لڑکے کی تھی اور پیدا لڑکی ہوئی۔ لیکن اس سے زیادہ اس بات کا شور ڈالا گیا کہ گھر میں لڑکا پیدا ہو جانا کیا نشان ہوا؟ شادی کے بعد بچے ہونا یہی قانون قدرت ہے وغیرہ۔ لیکن پیشگوئی پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نو سال کی میعاد کے اندر اندر ایک عظیم الشان بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی اس کے علاوہ دیگر اولاد کی پیدائش کی نفی نہیں تھی کہ موعود بیٹے کے علاوہ اور کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا، نیز شادی کے بعد اولاد ہونا قانون قدرت ضرور ہے لیکن کوئی بھی فرد اپنے متعلق قبل از وقت اسکا حتمی دعویٰ نہیں کر سکتا یہاں تو نہ صرف بیٹے کی پیدائش کے الٰہی وعدے کا حتمی اعلان تھا بلکہ اولوالعزم اور عظیم المرتبت اور بے شمار خوبیوں والے بیٹے کا اعلان تھا جسکے ذریعے حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی کے بعد دین اسلام کی عظیم خدمت اور اُس کے دنیا میں پھیلنے کا بھی ذکر تھا۔

بشیر اول کی پیدائش اور حضرت اقدس علیہ السلام کی وضاحت

پہلی بیٹی کی پیدائش کے بعد 7 اگست 1887ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا جسکا نام بشیر رکھا گیا۔ صاحبزادہ بشیر اول کے جنم سے قبل اسکے حمل کے دوران ہی حضور علیہ السلام نے اپنے ایک اشتہار 8/اپریل 1886ء میں اس بات کا اعادہ کیا کہ: ''یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اَب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 117)

پھر صاحبزادہ بشیر اوّل کی پیدائش پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے یہ پوچھنے پر کہ کیا یہ نومولود وہی ہے جس کا پیشگوئی میں وعدہ ہے؟ حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا:

''طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف 20/فروری 1886ء کے اشتہارات میں مندرج ہے۔'' (مکتوبات احمد، جلد اوّل، صفحہ 306، نیو ایڈیشن 2008ء قادیان)

حضرت اقدسؑ کی نظر میں پیشگوئی کی اہمیت و عظمت

اُسی زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور پیشگوئیوں پر مشتمل ایک رسالہ بنام ''سراج منیر'' لکھنے کا ارادہ فرمایا جس میں علاوہ اور پیشگوئیوں کے مولود بیٹے کی پیشگوئی کا ذکر کرنا بھی مقصود تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضور علیہ السلام کے نام ایک خط میں یہ تجویز دی کہ اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کو رسالہ سراج منیر میں درج نہ کیا جائے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

''اور جو آں مخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیشگوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اُس کا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کیلئے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلّت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پروا اور نہ اُس کا کچھ اندیشہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ اُن کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اُس سے بہت سا فائدہ اٹھائے گا۔''

(مکتوبات احمد، جلد اوّل، صفحہ 304، 305 نیو ایڈیشن)

حضرت اقدس علیہ السلام کی اس استقامت اور استقلال کو دیکھ کر اور یہ جان کر کہ آپؑ اس پیشگوئی کو نکالنے پر راضی نہیں، مولوی صاحب نے ایک اور خط ارسال کیا اور لکھا کہ ایسی پیشگوئیوں سے اسلام کو نفع نہیں اور مسلمانوں کی ہتک ہوگی۔ اور مولوی صاحب نے اس ہتک سے بچنے کیلئے اس دفعہ یہ مشورہ دیا کہ سراج منیر چھپوانے کا ارادہ ہی فی الوقت چھوڑ دیا جائے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً فرمایا:

''آپ فرماتے ہیں کہ سراج منیر میں اسی طور کی پیشگوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراجِ منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔ اس کی جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراجِ منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے مگر دوسرا فقرہ آپ کا کہ ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا، فراست صحیحہ پر مبنی نہیں ہے اور آپکا یہ قول کہ ''مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور

ان کا مال ناحق برباد نہ ہو۔'' آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہوگیا ہے اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کیلئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے۔''

(مکتوبات احمد، جلد اوّل، صفحہ 308، 309، نیو ایڈیشن 2008ء قادیان)

پھر حضور علیہ السلام اپنے اشتہار محررہ 22 مارچ 1886ء میں بعض معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جاوے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا اور اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤوف و رحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے.........

اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 114، 115)

بشیر اول کی وفات اور حضرت اقدس علیہ السلام کی حقّانی تقریر

مورخہ 4 نومبر 1888ء کو صاحبزادہ بشیر اول نے بقضائے الٰہی وفات پائی اور مخالفین کی طرف سے ایک طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت اقدس علیہ السلام نے تمام نکتہ چینیوں کا جواب دیتے ہوئے ایک رسالہ ''حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر'' شائع فرمایا جو سبز رنگ کے کاغذ پر شائع ہونے کی وجہ سے بعد ازاں ''سبز اشتہار'' کے نام سے ہی مشہور ہوگیا۔ اس اشتہار میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں......اُن میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کرسکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہوگیا ہے۔''

(سبز اشتہار، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 448)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بناء پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسر متوفی کی ظاہر ہوئی ہیں اور اس کا نام مبشر اور بشیر اور نور اللہ، صیب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں کوئی مفصل و مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے اور اس میں بحوالہ اُن ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا، تب بھی صاحبانِ بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔''

(سبز اشتہار، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 450، 451)

اسی سبز اشتہار میں حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دو عظیم الشان طریقے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی یہ تحریر نہایت ہی فیصلہ کُن ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کیلئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔

(1) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (سورۃ البقرہ: 155) یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے تھے اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں اُنھیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(2) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اوّل اس نے قسم اول کے انزال رحمت کیلئے بشیر کو بھیجا تا بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ کا سامان مومنوں کیلئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے......

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اُس کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10/ جولائی 1888ء کے اشتہار میں اسکے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمھیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ ما یشاء۔''

(سبز اشتہار، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 461-463 حاشیہ)

یہ سبز اشتہار پیشگوئی مصلح موعود کو سمجھنے کیلئے ایک کنجی ہے، اسی سبز اشتہار میں اللہ تعالیٰ کی دو قسم کی رحمتوں کا ذکر کر کے حضورؑ کا یہ فرمانا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں واضح بتاتا ہے کہ مصلح موعود کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی جسمانی اولاد سے ہی آنا تھا نہ کہ آئندہ کسی زمانے میں روحانی اولاد کے طور پر اور آنے والے بشیر کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرما دیا کہ وہ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء کے مقام پر فائز ہوگا۔ اب مرسلین اور نبیین کے مقام پر تو خود حضرت اقدسؑ تھے لہٰذا اس موعود بیٹے نے ائمہ و اولیاء و خلفاء کے مقام پر ہونا تھا اور اسی کی پیروی کو حضور نے نجات پانا اور راہ راست پر آنا بتایا ہے۔

پیشگوئی کا مصداق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں مختلف جگہوں پر اپنی مبشر اولاد کا ذکر فرمایا ہے اور ہر بیٹے یا بیٹی کے متعلق اس کی ولادت سے قبل اس کی ولادت کے متعلق کتاب یا اشتہار کا حوالہ دیا ہے لیکن سبز اشتہار میں جس بیٹے کی ولادت کی خبر کا ذکر ہے اُس کا مصداق ہمیشہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ اس کے ثبوت میں درج ذیل حوالے پیش ہیں:

حضور علیہ السلام اپنی کتاب ''سراج منیر'' میں اپنی سچی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اَب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔''

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 36)

کتاب سراج منیر کی اسی تحریر کے حاشیہ میں حضورؑ مزید فرماتے ہیں: ''سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا، سو محمود پیدا ہوگیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو!''

اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پھر ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے جو موجود ہیں، ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اسکے آنے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اسکی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔ اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اسکی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اسکے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 299)

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''سر الخلافہ'' میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور میں تیرے سامنے ایک عجیب و غریب قصہ اور حکایت بیان کرتا ہوں کہ میرا ایک چھوٹا بیٹا تھا جس کا نام بشیر تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے شیر خواری میں ہی وفات دے دی...... تب اللہ تعالیٰ نے مجھے الہامًا بتایا کہ ہم اسے از راہ احسان تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے۔ ایسا ہی اس بچے کی والدہ نے رؤیا میں دیکھا کہ بشیر آگیا ہے اور کہتا ہے کہ میں آپ سے نہایت محبت کے ساتھ ملوں گا اور جلد جدا نہ ہوں گا۔ اس الہام و رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرا فرزند عطا فرمایا تب میں نے جان لیا کہ یہ وہی بشیر ہے اور خدا تعالیٰ اپنی خبر میں سچا ہے چنانچہ میں نے اس بچے کا نام بشیر ہی رکھا اور مجھے اسکے جسم میں بشیر اول کا حلیہ دکھائی دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی سنت رؤیا کے ذریعہ ثابت ہوگئی کہ وہ دو بندوں کو ایک ہی نام کا شریک بناتا ہے۔ (سر الخلافہ، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 381)

سبز اشتہار کے حوالے سے ہی اپنے بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے حضور اقدس علیہ السلام اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں فرماتے ہیں:

''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اسکے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اسکا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کیلئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جسکی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے۔''

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 214)

تریاق القلوب میں ہی حضور علیہ السلام نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ✿ کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ✿ یہ ثمر باغ محمد ﷺ سے ہی کھایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ✿ نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ✿ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

ایک اور جگہ فرمایا:

’’محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اسکے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12؍جنوری 1889ء کو مطابق 9؍جمادی الاوّل 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد15، صفحہ 219)

اپنی تصنیف لطیف حقیقۃ الوحی میں بھی حضور علیہ السلام نے سبز اشتہار کے مصداق کو بیان فرمایا ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور اُن کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اُسکے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار اُن کو کہا گیا کہ 20؍فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اُس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد22، صفحہ 373،374)

کتاب حقیقۃ الوحی میں ہی حضور علیہ السلام نے چونتیسویں (34) نشان میں سبز اشتہار کا حوالہ دے کر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی پیدائش کا ذکر یوں فرمایا ہے:

’’میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد22، صفحہ 227)

شروع میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سبز اشتہار میں اللہ تعالیٰ کی دو قسم کی رحمتوں کا ذکر فرمایا ہے، قسم اول کا مصداق بشیر اول مرحوم کو قرار دیا اور رحمت الٰہی کی دوسری قسم (یعنی ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء) کیلئے دوسرے بشیر دیے جانے کا اعلان فرمایا جس کا دوسرا نام محمود بتایا۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ایک ہی بیٹے کا نام بشیر اور محمود رکھا اور کسی بیٹے کا نام محمود نہیں رکھا۔ پس سبز اشتہار میں اسی بشیر اور محمود کو حضورؑ نے اولوالعزم قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی موعود بیٹے کے ضمن میں بعض اور جگہوں پر بھی اسکا ذکر فرمایا ہے مثلاً حضور علیہ السلام اپنی کتاب ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں اسی مصلح موعود والی پیشگوئی کا ذکر کر کے نیچے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دے چکے ہیں کہ جب مسیح موعود آئے گا تو وہ شادی کرے گا اور اُس کے ہاں اولاد بھی ہوگی۔ اس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس (مسیح موعود) کو ایک ایسا صالح بیٹا دے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اور اپنے باپ کے خلاف نہیں کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو جب بھی ذریت یا نسل کی بشارت دیتا ہے تو صرف تبھی دیتا ہے جب اُس خدا نے نیک اولاد دینا مقدر کر لیا ہوتا ہے۔ اور یہ (موعود بیٹے کی) بشارت وہ ہے جس کی خوشخبری مجھے کئی سال پہلے دے دی گئی تھی اور اپنے دعویٰ (مسیح و مہدی) سے بھی پہلے۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 578 حاشیہ)

پھر حضور علیہ السلام اپنی کتاب ’’اعجاز المسیح‘‘ میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور جب ہم (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو پھر ہمارے بعد قیامت تک کوئی اور مسیح نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی آسمان سے اُترے گا اور نہ ہی کوئی غار سے نکلے گا سوائے اُس موعود لڑکے کے جس کے بارہ میں پہلے سے میرے رب کے کلام میں ذکر آ چکا ہے۔ (اعجاز المسیح، روحانی خزائن، جلد18، صفحہ 73)

اور اس کے حاشیہ میں حضور علیہ السلام نے پھر فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَه والی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔

حضور علیہ السلام کا اپنے موعود بیٹے والی پیشگوئی کو آنحضرت ﷺ کی حدیث فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَه سے جوڑنا ثابت کرتا ہے کہ یہ بیٹا جسمانی اولاد میں سے ہونا مقدر تھا کہ اگر آئندہ کسی زمانے میں روحانی طور پر کسی اور بیٹے کا ذکر ہوتا تو پھر اس پیشگوئی کو اس حدیث سے جوڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مَیں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے سو اُن دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 306 حاشیہ)

جیسا کہ سبز اشتہار میں حضور علیہ السلام نے اس بشیر ثانی اور محمود کو ’’مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء‘‘ کی رحمت کا وارث قرار دیا تھا ایسا ہی رسالہ الوصیت میں اس بات کا ذکر کر کے کہ ’’میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے‘‘ قدرت ثانیہ کے مظہر اُن وجودوں میں اپنے اُس موعود بیٹے کو بھی شامل فرمایا چنانچہ انہی پیشگوئیوں کے مطابق قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کی ذریّت سے اُس موعود بیٹے یعنی بشیر ثانی کو ہی قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی کے طور پر منتخب فرمایا۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا تھا ’’ہر ایک کی شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے‘‘ چنانچہ آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ وہی مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی المصلح الموعود ہے اور جو علامتیں پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھیں وہ ایک ایک کر کے سب کی سب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ذات میں پوری ہوئیں۔

1906ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ ایک خانگی معاملے کے سلسلے میں لاہور تشریف لے گئے، اس موقع پر منشی محبوب عالم ایڈیٹر اخبار ’’پیسہ‘‘ نے صاحبزادہ صاحب کی لاہور آمد کے متعلق خبر دیتے ہوئے طنزیہ انداز میں لکھا: ’’بڑا لڑکا باوجود یکہ صاحب اولاد ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ مڈل فیل ہو چکا ہے اگر مرزا جی کے بعد یہی لڑکے ان کی گدی کے وارث بنے تو خوب مذہب چلائیں گے۔‘‘

(بحوالہ اخبار الحکم 17 جولائی 1906 صفحہ 2 کالم 4)

پیسہ اخبار کی اس اخبار نویسی کا جواب اُسی وقت ایڈیٹر اخبار الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے اخبار میں دے دیا تھا۔ لیکن ایک جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جانا ابھی باقی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی لڑکے کو جس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ’’اگر مرزا جی کے بعد یہی لڑکے ان کی گدی کے وارث بنے تو خوب مذہب چلائیں گے‘‘ جماعت احمدیہ کا دوسرا خلیفہ بنا کے دنیا کو دکھا دیا کہ اُسی کے ذریعے احمدیت کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ اُسی کے وجود سے قوموں نے برکت پائی۔ اُسی کے وجود سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوا۔ اُسی کے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں نے بیماریوں سے نجات پائی۔ اُسی کی سخت ذہانت و فہم سے ایک عالم نے فائدہ اٹھایا اور بہت سے اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوا۔ وہ لڑکا معاندین اور متعصبین کی مخالفت، بددعاؤں، بدزبانیوں، تعصبات اور فتنوں کے باوجود جلد جلد بڑھا اور زمین کے کناروں تک شہرت پا گیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ بات کتنی صفائی سے پوری ہوئی کہ

’’مَیں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ اُن کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اُس سے بہت سا فائدہ اٹھائے گا۔‘‘

(مکتوبات احمد، جلد اوّل، صفحہ 305 نیو ایڈیشن)

اَے خدا کے برگزیدہ مسیح اور مہدی! تجھ پر ہزاروں رحمتیں اور ہزاروں سلام کہ ہم نے تیری بتائی ہوئی علامات کے مطابق اُس مصلح موعود کو پہچانا اور اُس کی ذات بابرکات سے فائدہ اٹھایا اور نجات اور فلاح کی راہوں پر اطلاع پائی۔

(ماخوذ از الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے مخلص فوت ہوجاتے ہیں۔ ان کے آج کل کرتے کرتے موت آجاتی ہے پھر دل کُڑھتا ہے اور حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش یہ بھی مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر دفن نہیں کئے جاسکتے۔ سب کے دل ان کی موت پر محسوس کررہے ہوتے ہیں کہ وہ مخلص تھے اور اس قابل تھے کہ دوسرے مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے مگر ان کی ذراسی غفلت اور ذراسی سستی اس امر میں حائل ہوجاتی ہے۔ پھر بیسیوں ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دسویں حصہ سے زیادہ چندہ دیتے ہیں مگر وہ وصیت نہیں کرتے۔ ایسے دوستوں کو بھی چاہئے کہ وصیت کردیں بلکہ ایسے دوستوں کیلئے تو کوئی مشکل ہے ہی نہیں۔ پھر کئی ایسے ہیں جو پانچ پیسے یا چھ پیسے فی روپیہ چندہ دے رہے ہوتے ہیں اور صرف دمڑی یا دھیلا انہیں وصیت سے محروم کررہا ہوتا ہے۔ غرض تھوڑے تھوڑے پیسوں کے فرق کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزارہا آدمی وصیت سے محروم ہیں اور جنت کے قریب ہوتے ہوئے اس میں داخل نہیں ہوتے......

پس جس قدر ہوسکے دوستوں کو چاہئے کہ وہ وصیت کریں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وصیت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں یقین رکھتا ہوں کہ وصیت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں متقی کو دفن کرے گا تو جو شخص وصیت کرتا ہے اسے متقی بنا بھی دیتا ہے۔ (خطبات محمود، جلد 13، صفحہ 563)

جو بھی وصیت کریگا اگر وہ ایک وقت میں جنتی نہیں تو بھی وہ جنتی بنادیا جائیگا

تیسرا فرض جس کی طرف میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں، وہ وصیت کا مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ وصیت ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔ اور وہ اس کے ذریعہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون سچا مومن ہے اور کون نہیں...... وصیت ایسی چیز ہے جو یقینی طور پر خدا کا مقرب ہونا ظاہر کرتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مؤمن ہی وصیت کرتا ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہوں تو جب وہ وصیت کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدے کے مطابق کہ بہشتی مقبرہ میں صرف جنتی ہی مدفون ہوں گے، اس کے اعمال کو درست کردیتا ہے۔ پس وصیت اصلاح نفس کا زبردست ذریعہ ہے کیونکہ جو بھی وصیت کرے گا اگر وہ ایک وقت میں جنتی نہیں تو بھی وہ جنتی بنادیا جائے گا اور اگر اعمال اس کے زیادہ خراب ہیں تو خدا اس کے نفاق کو ظاہر کرکے اسے وصیت سے الگ کردے گا۔ (خطبات محمود، جلد 13، صفحہ 562)

وصیت کے اغراض ومقاصد

جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائیگا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹادیا جائیگا انشاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا، بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیگی، بے سامان پریشان نہ پھرے گا کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی، جوانوں کی باپ ہوگی، عورتوں کا سہاگ ہوگی، اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اسکے ذریعہ سے مدد کریگا اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالیٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب، نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔

(نظام نو، انوار العلوم جلد 16، صفحہ 600)

وصیت کا مال ساری دُنیا کے لئے خرچ ہوگا

جو روپیہ احمدیت کے ذریعہ اکٹھا ہوگا وہ کسی ایک ملک پر خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ ساری دنیا کے غریبوں کیلئے خرچ کیا جائیگا۔ وہ ہندوستان کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ چین کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ جاپان کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ افریقہ کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ عرب کے غرباء کے بھی کام آئے گا، وہ انگلستان، امریکہ، اٹلی، جرمنی اور روس کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ (نظام نو، انوار العلوم جلد 16، صفحہ 593)

وصیت کرنے والے نظام نو کی بنیاد رکھنے والے

پس اے دوستو! جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے سمجھ لو کہ آپ لوگوں میں سے جس جس نے اپنی اپنی جگہ وصیت کی ہے اس نے نظام نو کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اُس نظام نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے۔ (نظام نو، انوار العلوم جلد 16، صفحہ 601)

اللہ تعالیٰ سبھی احمدیوں کو جلد از جلد اس بابرکت نظام میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(منصور احمد مسرور)

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(منظوم کلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے قادر و توانا آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تُو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

احباب سارے آئے تونے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(محمود کی آمین، مطبوعہ 7 جون 1897ء)

تحریک شدھی اور اس کا پیشگوئی مصلح موعود کے ساتھ ایک خاص تعلق

(حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

(ماخوذ از سوانح فضل عمر، جلد دوم)

بیسویں صدی کے اوائل میں بعض مخلص مسلمان رہنماؤں کو یہ روح فرسا خبر ملی کہ ندوۃ العلماء اور علی گڑھ کی مسلم یونیورسٹی کے اردگرد بسنے والے بعض ملکانہ راجپوتوں کو ہندو پنڈت ''شدھ'' کر کے اسلام سے منحرف کر رہے ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کو اس خبر سے ایسا شدید دھچکا لگا کہ ان کا غم و غصہ بے ساختہ ان لفظوں میں ڈھل گیا:

''جس وقت مَیں یہاں سے چلا ہوں میری جو حالت تھی، یہ طلبہ ندوہ کے جو یہاں بیٹھے ہیں وہ اس کے شاہد ہوں گے کہ مَیں نے اس وقت کوئی گالی نہیں اُٹھا رکھی تھی، جو مَیں نے ان ندوہ والوں کو نہ سنائی ہوگی کہ اَے بے حیاؤ! اور اَے کم بختو! ڈوب مرو۔ یہ واقعات پیش آئے ہیں۔ ندوہ کو آگ لگا دو اور علی گڑھ کو بھی پھونک دو۔ یہی الفاظ مَیں نے اُس وقت بھی کہے تھے اور آج بھی کہتا ہوں۔''

(حیات شبلی، صفحہ 557، 558)

اس صورتِ حال سے مؤثر طور پر نمٹنے کیلئے انہوں نے اپریل 1912ء میں لکھنؤ کے مقام پر تمام ہندوستان کے مسلمان مشاہیر کی ایک کانفرنس طلب فرمائی۔ علامہ شبلی کے سوانح نگار مولانا سید سلیمان ندوی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا یہ چاہتے تھے کہ اشاعت کے کام تمام فرقے مل کر کریں۔ اسی لئے مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) جواب خلیفہ قادیان ہیں اور خواجہ کمال الدین صاحب تک کی شرکت سے انکار نہیں کیا گیا اس پر اسی جلسہ کے دوران میں مولانا پر یہ الزام رکھا گیا کہ انہوں نے قادیانیوں کو جلسہ میں کیوں شریک کیا؟ اور ان کو تقریر کی اجازت کیوں دی؟''

(حیات شبلی، صفحہ 569)

اس کا اثر مولانا شبلی پر یہ ہوا کہ:

'' مولانا بیمار اور پراگندہ خاطر ہو کر مولوی عبدالسلام صاحب اور سیرت کو لے کر بمبئی روانہ ہو گئے اور دو چار ماہ کے غور و فکر کے بعد جولائی 1913ء کو ندوہ سے مستعفی ہو کر سبکدوش ہو گئے اور کام کی ساری تجویزیں درہم برہم ہو کر رہ گئیں۔''

(حیات شبلی، صفحہ 573)

اس واقعہ کے بعد ملکانہ کے ہندو پنڈت تو مسلسل مسلمانوں کو ''شدھ'' کرنے میں مشغول رہے لیکن مسلمان علماء اس عظیم فتح کی خوشی میں اطمینان سے اپنے گھروں میں جا سوئے کہ وہ ''قادیانیوں'' کو اسلامی جہاد میں شرکت سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مارچ 1923ء کی ایک نامسعود صبح مسلمانانِ ہند پر اس حال میں طلوع ہوئی کہ آریہ سماجی رہنما اپنی فتح کے شادیانے بجا رہے تھے اور اسلام کا شدید معاند شردھانند بڑے فخر سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ:

''نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں...... ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔''

(اخبار پرتاپ لاہور، 16/ مارچ 1923ء صفحہ 4)

یہ اعلان کیا تھا ایک بم کا خوفناک دھماکہ تھا جس نے مسلمانانِ ہند کو شرق سے غرب تک ہلا کر رکھ دیا اور اس عجیب حال میں بیدار کیا کہ سینے چاک اور دل فگار تھے۔ ہندوؤں نے صرف اسی اعلان پر اکتفا نہ کی بلکہ شدھی کی تحریک کو سارے ہندوستان میں پھیلا دینے کیلئے ایک عام بگل بجا دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں ہر طرف ایک شور آہ و بکا بپا ہو گیا اور مسلمان اخبارات بڑے مؤثر اور پُر دَرد انداز میں اپنے علماء اور دیگر راہ نماؤں سے اپیلیں کرنے لگے کہ وہ اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر خدمت اسلام کیلئے آگے آئیں اور جس فرقے کو جس قدر توفیق ملے ملکانہ کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ مختلف مسلمان فرقوں کی طرف سے متعدد مہمات کا آغاز کیا گیا اور لکھوکھا روپیہ چندہ جمع کرنے کی اپیلیں جگہ جگہ شائع ہونے لگیں اسی طرح جانی قربانی کیلئے بھی مجاہدین کو بلایا گیا۔ شیعوں نے ایک الگ مہم کا آغاز کیا کہ وہ اپنے طور پر ارتداد کی اس خوفناک رو کو پلٹ سکیں۔ اس وقت ایک مشہور اخبار کے مدیر نے نام لے کر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو بھی پکارا کہ اَے ہمدردیٔ اسلام کا دعویٰ رکھنے والو! آج تم کہاں ہو۔ آج اسلام کیلئے قربانی کے میدان تمہیں اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ آج وقت ہے کہ تم اور تمہاری جماعت اپنے دعووں کی صداقت کا ثبوت دو اگرچہ اس دعوت سے ایک روز قبل ہی یعنی 7/ مارچ 1923ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اسی موضوع پر جماعت کو مخاطب فرما چکے تھے اور یہ ہدایت دے چکے تھے کہ جماعت ہر قربانی کیلئے تیار ہو جائے اور ایک ایسی سکیم کا بھی تعارف کروا چکے تھے جو آپ نے پہلے سے ہی فتنہ ارتداد کے سدباب کیلئے تیار کر لی تھی لیکن وکیل امرتسر کی اس دعوت پر غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ نے فوری طور پر بذریعہ اشتہار 9/ مارچ کو اس کا جواب لکھا اور ان کوششوں سے مختصراً اہلِ اسلام کو آگاہ کیا جو پہلے ہی اس بارہ میں شروع کی جا چکی تھیں۔ نیز اس سلسلہ میں مسلمانانِ ہند کو 20 لاکھ روپے چندہ اکٹھا کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ سب فرقے اپنے اپنے حصے کی رقم خود ہی اکٹھی کریں اور خود ہی اپنے زیر انتظام خرچ کریں اسی طرح ہر فرقے کے زیر انتظام مجاہدین کے الگ الگ دستے اس مشترکہ ذمہ داری کو ادا کرنے کیلئے روانہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا اگرچہ تعداد کے اعتبار سے 20 لاکھ میں سے باقی مسلمانوں کے مقابلہ میں جماعت احمدیہ کا حصہ 160 واں یعنی صرف تیرہ ہزار روپے بنتا ہے لیکن جب مندرجہ ذیل دو اُمور کو ملحوظ رکھا جائے تو اس قربانی میں جماعت کا حصہ اور بھی کم مقرر ہونا چاہئے۔

اول: جماعت میں کروڑ پتی تو الگ رہے، لکھ پتی بھی کوئی نہیں جبکہ دوسرے تمام مسلمان فرقوں میں متعدد کروڑ پتی یا لکھ پتی موجود ہیں۔

دوم: ماضی قریب میں جماعت احمدیہ کی خواتین خدمت اسلام کی ایک نہایت اہم ذمہ داری قبول کر چکی ہیں یعنی تعمیر مسجد برلن کے ضمن میں پچاس ہزار روپے پیش کرنے کا وعدہ کر چکی ہیں اور اس وقت وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں مصروف اور زیر بار ہیں۔

تاہم کمی کے مندرجہ دونوں تقاضوں کے باوجود حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ تیرہ ہزار روپے میں سے کچھ کم کرنے کی بجائے آپ اپنی جماعت کے خلوص اور قربانی کے معیار کے پیش نظر تحریک شدھی کے ضمن میں پچاس ہزار روپے جمع کرنے کا اعلان کرتے ہیں جو اسلام کے حق میں تحریک شدھی کا رُخ پلٹنے کیلئے خرچ کئے جائینگے۔

جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح نے فتنہ ارتداد کے سدباب کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے پچاس ہزار روپے کا وعدہ کیا، مناسب ہوگا کہ جماعت کی اس وقت کی عمومی مالی حالت کا بھی کچھ جائزہ لے لیا جائے تا کہ کچھ اندازہ ہو سکے کہ اس وعدہ کی کیا حیثیت تھی۔ آج کے معیار سے دیکھا جائے تو پچاس ہزار روپے کی رقم ایک ایسی معمولی رقم ہے کہ جماعت احمدیہ میں متعدد ایسے افراد مل جائیں گے جو انفرادی طور پر ہی اس سے بہت زیادہ رقم خدمت دین کیلئے پیش کر سکتے ہیں اور کرتے رہے ہیں لیکن اس وقت کے حالات آج سے بالکل مختلف تھے۔ اول تو اُس وقت اور آج کے روپے کی قیمت میں ہی زمین آسمان کا فرق ہے۔ دوسرے جماعت کی مالی حالت فی ذاتہ بھی بہت خراب تھی اور ذرائع آمد نہایت قلیل اور محدود تھے۔

تحریک شدھی سے صرف ایک سال قبل یعنی مارچ 1922ء کی مشاورت کی رپورٹ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ ایجنڈے پر یہ مسئلہ برائے غور پیش تھا کہ جماعت احمدیہ جس شدید مالی بحران میں سے گزر رہی ہے اسکا سدباب کیسے کیا جائے۔ انجمن کی غربت کا عالم یہ تھا کہ کارکنوں کو تنخواہیں دینے کیلئے بھی پیسے موجود نہیں تھے، کارکنوں کی کئی کئی ماہ کی تنخواہوں کا قرض انجمن پر چڑھا ہوا تھا اور انجمن کا قرضہ کم ہونے کی بجائے روز بروز خطرناک رفتار کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ جماعت اپنی غربت اور بے سرو سامانی کے باوجود جس عالمگیر غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مشغول تھی اسکے مالی تقاضے تمام تر پورے کرنے تو درکنار ادنی ضرورتیں پوری کرنے کی بھی جماعت میں طاقت نہ تھی اور احمدی مبلغین نہایت دردناک حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ممالک بیرون میں مبلغ بیمار پڑے تو علاج کیلئے دوا تک کے پیسے نہ ہوتے تھے۔ اس مالی بحران کے دوران جماعت احمدیہ کا سالانہ بجٹ جس طرح بنایا گیا اور سخت تنگی سے بنائے ہوئے بجٹ کے باوجود جماعت کو جن شدید مشکلات سے گزرنا پڑ رہا تھا ان کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجلس شوری کی تقریر میں ان الفاظ میں کیا:

''ایک اور کمیٹی بٹھائی جس نے 3-4 ہزار کی اور کمی کی پھر بجٹ میرے پاس آیا۔ مَیں نے اس میں 30 ہزار کی کمی کی مگر باوجود اس کے کہ اس قدر کمی کی اور لڑکوں کے وظائف میں اس قدر کمی کی کہ اس سے کم نہیں ہوسکتی تھی اور باوجود اسکے کہ پہلے ہی جو تنخواہ باہر ملتی ہے اس سے بہت کم کام کرنے والوں کو ملتی ہے۔ اب ان کی تنخواہ میں اور بھی کمی کر دی گئی ہے۔ غرباء کو بچانے کیلئے جن غرباء کو قحط الاؤنس ملتا تھا وہ بند نہ کیا بلکہ جن کی تنخواہ 60 سے اُوپر تھی ان کو پندرہ فیصدی اور جن کی 100 سے اوپر تھی اُنکی بیس فیصدی کم کر دی گئی۔ میں نے کہا ان کو قربانی کرنی چاہئے اور سب نے خوشی سے منظور کر لیا اور باوجودیکہ یہاں کے لوگوں کو کم تنخواہیں ملتی ہیں اور گورنمنٹ نے دگنی تگنی کر دی ہیں مگر ہم نے اور کم کر دی ہیں۔ مگر بجائے اس سے بوجھ کم ہو جانے کے ابھی تک کئی ماہ کی تنخواہیں نہیں دی گئیں۔ پہلے تین ماہ کی تنخواہیں باقی تھیں اور اب پانچ پانچ ماہ کی ہیں اور اب حالت یہاں تک ہوگئی ہے کہ چونکہ انہوں نے قرض لے کر کھایا ہے اس لئے دکانوں کا دیوالہ نکل گیا۔ ادھر پانچ پانچ ماہ کی تنخواہیں نہیں ملیں ادھر دکانوں پر سرمایہ نہیں رہا...... یہاں ایسا ہو رہا ہے کہ کئی لوگوں کو کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا ہے۔ ابھی ایک شخص نے بتایا کہ میرے پاس سے ایک شخص گزر رہا تھا جو فاقہ سے تھا۔ میں نے اس کی شکل سے اسے پہچانا

اور فی الواقعہ کئی دن کا اسے فاقہ تھا۔ اس نے کچھ دیا مگر آدھا ایک اور کو راستہ میں دے دیا۔ اسی طرح ایک اور کے متعلق سنا کہ فاقہ سے بیہوش ہوگیا اور میں نے گھر کا کھانا اسے بھیجا اور آدمی کو کہا کہ کھلا کر آنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ایسے مخلص ہیں کہ بھوک سے مرجائیں گے اور کام نہ چھوڑیں گے مگر کیا ہماری جماعت کیلئے یہ دھبہ نہ ہوگا کہ ایسے کارکن بھوکے مرگئے۔ تو مالی لحاظ سے نہایت نازک وقت آیا ہوا ہے۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1922ء صفحہ 18،19)

یہ وہ حالات تھے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کی خواتین کے سامنے تعمیر مسجد برلن کی سکیم پیش فرمائی۔ آپ نے جماعت پر واضح کیا کہ ہم اپنی مالی مشکلات کو دینی ضروریات کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ آج جرمنی میں خدمت اسلام کا ایک نیا اور وسیع میدان کھلا ہے جس کے تقاضوں کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ عظیم کے بعد جرمن قوم میں نفسیاتی لحاظ سے ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ یورپ کے دیگر ممالک کی نسبت اس میں اسلام قبول کرنے کا امکان زیادہ روشن نظر آتا ہے۔ پس آپ نے اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ جماعت پہلے ہی شدید مالی مشکلات میں گرفتار ہے مسجد برلن کی تعمیر کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی اور احمدی مستورات کو اس بات کا پابند کردیا کہ وہ پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم مسجد برلن کی تعمیر کیلئے خالصۃً اپنے ذرائع سے پیش کریں اور اپنے خاوندوں سے کوئی مطالبہ نہ کریں۔ یہ پابندی اس لئے تھی کہ واقعۃً جماعت کے مردوں میں اس وقت مزید مالی بوجھ برداشت کرنے کی طاقت نظر نہ آتی تھی اور عورتوں سے یہ توقع تھی کہ وہ اپنے اندوختے اور زیورات فروخت کرکے اسلام کی اس اہم ضرورت کو پورا کردیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن یہ ایک الگ داستان ہے جس کا کچھ ذکر اپنے محل پر کیا جائے گا۔ فی الوقت اس کا ذکر محض اس لئے کیا گیا ہے کہ آج شدھی کے حالات کا مطالعہ کرنے والا قاری یہ اندازہ کرسکے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ملکانہ کے جہاد کیلئے جس جماعت سے پچاس ہزار روپے کا مطالبہ کیا وہ کن حالات میں سے گزر رہی تھی اور یہ مطالبہ اپنی ذات میں کیا قیمت اور کیا مقام رکھتا تھا یہ دونوں مطالبات جہاں ایک طرف آپ کے صاحب عزم ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہاں اس بات کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کو اپنے ربّ کے فضلوں اور نصرت پر غیر معمولی ایمان اور توکل تھا اور یقین تھا کہ یہ خدا ہی کے کام ہیں اور وہی ان کے پورا کرنے کے سامان کرے گا۔ پس دنیا نے یہ عجیب معجزہ دیکھا کہ فاقہ کشوں کی اس جماعت نے اسلام کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی اور قربانی کے ہر مطالبہ پر پہلے سے بڑھ کر جوش اور صدق دل کے ساتھ لبیک کہا۔ یقیناً یہ خدا ہی کا فضل تھا لیکن فضل محمود کے ذریعہ ظاہر ہوا تھا۔ جماعت کو خدا نے ایک ایسا عظیم رہنما عطا کیا تھا کہ جو خدمت اسلام کیلئے ان فدائیوں کے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر پیش کرنے کیلئے تیار تھا۔ وہ ایک ایسا رہنما تھا جو قربانی کے ہر میدان کی طرف پہلے خود قدم بڑھاتا اور پھر جماعت کو اپنے پیچھے قدم بڑھانے کی دعوت دیتا۔ اسکے کردار میں ایک عجیب بلندی تھی۔ اس کی زبان میں ایک عجیب جادو تھا۔ جب وہ خدمت اسلام کیلئے قربان گاہوں کی طرف جماعت کو بلاتا تو دلوں کی عجیب کیفیت ہوجاتی۔ جوشِ خدمت سے سینے پھٹنے لگتے اور دل اچھل اچھل کر دین محمدؐ پر نچھاور ہونے کیلئے ہنسلیوں سے سر ٹکرانے لگتے۔ جماعت والہانہ اسکے پیچھے دوڑ پڑتی اور ہر احمدی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا۔ جو کمزور تھے گرتے پڑتے گھسٹتے قربان گاہوں کی طرف روانہ ہوجاتے اور جو لاچار اور معذور تھے وہ زبان حال سے یہ دردناک گیت الاپا کرتے۔

وہ خوش قسمت ہیں اُس مجلس میں جو گر پڑ کے جا پہنچے
کبھی پاؤں پہ سر رکھا کبھی دامن سے جا لپٹے
مرے ہمراز پر وہ پر شکستہ کیا کریں جن کے
ہوا میں اڑ گئے نالے گئیں بیکار فریادیں

جس رنگ میں آپ نے اس تحریک کو جماعت احمدیہ میں چلایا اور آریہ سماج کے مقابلے میں مٹھی بھر فدائیوں کو ایک عجیب شان ایمانی کے ساتھ صف آرا کیا یہ سرگزشت تاریخ احمدیت میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائے گی۔

سب سے پہلے تو آپ نے کام کا ایک باقاعدہ منصوبہ تیار کیا اور فوری طور پر حالات کا جائزہ لینے کیلئے بعض ذہین تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ملکانہ کے علاقے میں روانہ کیا۔ اسکے بعد خطبات اور تقاریر کے ذریعہ جماعت کو اس مسئلہ کی نوعیت سے پوری طرح آگاہ کیا۔ مشکلات سے خبردار کیا۔ خوب اچھی طرح واضح کردیا کہ ایک انتہائی طاقتور دشمن کا سامنا ہے جو کیا بلحاظ جمعیت اور کیا بلحاظ مال و دولت اتنا بڑا ہے کہ دنیوی لحاظ سے جماعت احمدیہ کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ اسکے بعد اسلام کے دور اول کے مسلمان مجاہدین کی عظیم قربانیاں یاد دلا کر ان کے دلوں میں ایک ایسی ہل چل مچادی کہ بڑے اور چھوٹے مرد اور عورتیں، جوان اور بچے سبھی اپنا سب کچھ اسلام کیلئے قربان کرنے کو تیار ہوگئے لیکن آپ نے ان کے ان جذبات کو بے محابا سڑکوں پر بے لگام نہ ہونے دیا اور عوامی مظاہروں کی صورت میں ان کے ولولوں کو ضائع ہونے کی اجازت نہ دی۔ قادیان کی گلیوں میں پُرجوش نعروں کی کوئی آواز بلند نہ ہوئی اور آریہ سماج کے خلاف دشنام طرازی کی کوئی مہم نہ چلائی گئی۔ البتہ قوم عزم صمیم کا پیکر بنی ہوئی عملِ پیہم کیلئے تیار ہوگئی۔ سب سے پہلے آپ نے جماعت کی توجہ کا رُخ دعا کی طرف پھیرا اور ان پر خوب واضح کردیا کہ دُعا کے بغیر نتیجہ خیز عمل تو الگ رہا محض عمل کی توفیق بھی نہیں مل سکتی۔ اور ہر مرد اور ہر عورت بوڑھا اور بچہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق دعاؤں میں مصروف ہوگیا۔ تمام احمدی آبادیاں شب زندہ دار ہوگئیں اور راتوں کو خدا کے حضور کی جانے والی گریہ وزاری کا شور گھر گھر سے بلند ہونے لگا۔ تہجدوں میں سربسجود ہوکر غلبہ اسلام کیلئے دعائیں کی جانے لگیں اور اللہ کے دین کی نصرت اور حمایت کیلئے آگے قدم بڑھانے والے اللہ ہی سے نصرت اور حمایت کی بھیک مانگنے لگے۔

دعا کی طرف توجہ دلانے کے بعد آپ نے جماعت کو مال اور جان کی قربانی کی طرف بلایا اور پیش آنے والی مشکلات سے بھی اچھی طرح آگاہ کردیا۔ ہر قسم کے خطرات کی نشاندہی کی اور خوب کھول کر انہیں بتا دیا کہ اس راہ میں بہت سخت وقت آئیں گے، بعض اوقات کبھی بھوکے اور کبھی پیاسے، کبھی دھوپ میں اور کبھی سردی میں کبھی ننگے پاؤں اور کبھی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ، کبھی اپنا سامان اٹھاتے ہوئے اور کبھی دوسروں کا بوجھ لئے ہوئے تمہیں دنوں، ہفتوں، مہینوں گزر اوقات کرنی پڑے گی۔ فقیرانہ گاؤں گاؤں پھر کر اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو دوبارہ اسلام کی طرف بلانا ہوگا۔ گالیاں کھا کر صبر کرنا ہوگا، ماریں کھا کر دعا دینی ہوگی۔ دوا کے بغیر ہر قسم کی بیماریاں کاٹنی پڑیں گی۔ کمر توڑ مشقت کے کام کرنے ہوں گے۔ بیوی بچوں اور گھروں کے آرام کا خیال تک دل سے نکال دینا ہوگا۔ یہ سب کچھ واضح کردینے کے بعد آپ نے انہیں یقین دلایا کہ اگر تم خدمت اسلام کی ان قربانگاہوں کی طرف بڑھنے کی ہمت پاتے ہو تو میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوگا اور دنیا کی کوئی طاقت اپنی ظاہری عظمت، مال و دولت اور جمعیت کے باوجود تمہیں شکست نہیں دے گی۔ تم خدا کے پیارے ہوجاؤ گے اور دین و دنیا کی سعادتیں اور برکتیں تمہیں نصیب ہوں گیں۔

آپ نے جماعت سے ایسے صاحب عزم و استقلال مجاہدین کا مطالبہ کیا جو مصائب و مشکلات کی اتھاہ گہرائیوں میں بے دھڑک کود پڑنے کیلئے تیار ہوں۔ آپ نے پہلے ہی سے ان کو خبردار کردیا کہ تمہارا مقابلہ صرف بیرونی دشمن ہی سے نہیں ہوگا خود تمہارے اپنے بھائیوں میں سے مسلمان کہلانے والے علماء تمہارے خلاف فتووں کی ایسی مہم چلائیں گے کہ تمہارے سامنے بھی ایک دشمن ہوگا اور پیچھے بھی ایک دشمن ہوگا اور ہر طرف سے تم پر وار کئے جائیں گے۔ تمہیں کافر و ملحد و دجال قرار دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تمہاری تبلیغ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرنے سے بدرجہ بہتر ہے کہ مرتد ہونے والے ملکانے آریہ، برہموسماج یا عیسائی ہوجائیں لیکن کسی احمدی کے ذریعہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کریں لیکن جہاں ایک طرف آپ دنیوی خطرات سے خوب متنبہ کرتے وہاں خدا کی عظمت اور جلال کا نقشہ بھی اس انداز میں کھینچتے کے دل خشیت اللہ سے بھر جاتے اور دنیا کی زندگی اور دنیوی آرام و آسائش سے دل اچاٹ ہوجاتے اور آپ کے خطبات کو سننے والا ہر شخص اور آپ کے تحریکات کو پڑھنے والا ہر قاری برضا و رغبت والہانہ جذبۂ قربانی کے ساتھ اپنی زندگی اور تمام متاع زندگی اس خدمت کیلئے پیش کردیتا۔

اس موقع پر آپ جماعت سے جس عظیم مالی قربانی کی توقع رکھتے تھے اور جس انتہائی اقدام کیلئے آپ تیار کھڑے تھے اس کا اندازہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی کی روایت سے ہوتا ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں:

’’1923ء کی مجلس مشاورت میں خاکسار موجود تھا۔ حضور نے شدھی کے متعلق تقریر کی اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اگر آریہ قوم اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر شدھی کو کامیاب کرنا چاہتی ہے تو میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری جماعت کی کل جائیداد کی قیمت کا اندازہ دو کروڑ روپیہ کے قریب ہوگا۔ میری جماعت یہ سب املاک و جائیداد اس تحریک شدھی کے خلاف قربان کرنے سے دریغ نہ کرے گی۔ اس بات سے حضور کا اولوالعزم ہونا اور جماعت کی ایسی تربیت کرنا اور یہ یقین کہ جماعت خوشی سے اپنا سب کچھ قربان کردے گی ثابت ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات اسی اطاعت کو ثابت کرتے ہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کے مطابق۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضور کی تقریر کے یہ فقرات کہیں شائع یا درج ہوئے ہیں یا نہیں لیکن مجھے یہ اچھی طرح یاد ہیں اور مَیں کئی موقعوں پر دوستوں اور دیگر اشخاص سے یہ ذکر کرتا رہا ہوں۔ 1923ء کی مشاورت کے بعد خاکسار کو بھی شدھی کے علاقے میں کام کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی۔‘‘

پس بہترین اور کامیاب رہنما وہی ہوا کرتا ہے جو عقل اور جذبات میں توازن قائم رکھے۔ آپ نے اس تمام عرصہ میں اس توازن کو اس عمدگی کے ساتھ قائم رکھا کہ کا نظارہ کرنے والا بے اختیار ہوکر مرحبا، اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے لگتا ہے۔ ایک طرف تو ایسا عمدہ اور معقول منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا جو باقاعدہ منظم صورت میں جماعت کیلئے ایک پروگرام پیش کرتا تھا اور جذباتی اور تخیلی اثرات سے پاک خالصۃً عقل اور تجربات کی دنیا سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ ایک نہری نظام کے مشابہ تھا جسے بڑے فکر و تدبر سے، بڑی محنت اور جانکاہی کے ساتھ اس طرح تیار کیا گیا کہ ہر طرف آبپاشی کا ایک جال بچھ جائے اور پانی کا ایک ایک قطرہ فصلوں کی نشو نما کیلئے استعمال ہو۔ دوسری طرف آپ نے جذبات میں اپنی شعلہ نوائی سے ایک ایسا ہیجان پیدا کردیا کہ ہر سینے میں قربانی کے ولولے موجزن ہوگئے۔ پھر آپ نے ان کو نظم و ضبط کا ایک عظیم بند باندھ کر اس طرح محفوظ کرلیا کہ وہ سیلاب کی صورت میں غارت گری کرنے کی بجائے نظم و ضبط کی نہروں میں بہتے ہوئے جن زمینوں کا رخ کریں حیات آفرینی ہی کا موجب بنیں۔ اگرچہ وفور جذبات کا یہ عالم تھا کہ آپ چاہتے تو ہزارہا مخلصین کارزار شدھی میں جھونک دیتے لیکن آپ جانتے تھے کہ اس طرح فائدہ کی بجائے نقصان کا احتمال زیادہ ہے اور تھوڑے عرصہ ہی میں قوم کی ساری طاقت استعمال ہوکر جوش ٹھنڈے پڑ جائیں گے چنانچہ آپ نے ابتدا میں صرف ڈیڑھ سو

مجاہدین طلب کئے۔ اگر چہ تھوڑے ہی عرصہ میں ڈیڑھ ہزار کے قریب نوجوانوں اور بوڑھوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا لیکن آپ نے بڑے حزم واحتیاط کے ساتھ حالات کے تقاضوں کے مطابق انتخاب فرمایا اور انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ہر گروہ کا ایک امیر مقرر فرمایا کہ وہ اپنے علاقہ میں رہ کر مفوضہ فرائض انجام دے۔ ان سب پر مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا گیا۔ جو اصولی ہدایات دی گئیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ امیر کی اطاعت ہر حال میں فرض ہوگی۔ نفسانی جوشوں کو دبانا پڑیگا اور شدید آزمائش کے باوجود فتنہ وفساد سے بچنا ہوگا۔ ماریں کھانے کے باوجود ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ کم از کم تین ماہ کیلئے وقف کرنا ہوگا اور اس عرصہ میں ہر قسم کے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے۔ علاقے کے باشندوں پر کسی قسم کا مالی یا ذاتی بوجھ ڈالنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کھانا میسر نہیں تو چنے چبا کر اور اگر چنے بھی میسر نہیں تو درختوں کے پتے کھا کر زندگی کا رشتہ قائم رکھنا پڑے گا۔ مقامی باشندوں سے مانگ کر کھانے کا خیال ہی دل میں نہیں آنا چاہئے۔ صرف زبانی نصائح سے کام نہیں لینا بلکہ جہاں تک ممکن ہو علاقے کے مفلوک الحال اور ضرورت مندوں کا خیال رکھنا اور ان کی مدد کرنی ہے۔ ان اصولی ہدایات کی مشعل لئے جتنے قافلے اس مہم پر روانہ ہوئے سبھی نے نظم وضبط کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا اور قربانیوں کی ایسی شاندار مثالیں قائم کر دیں کے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوگئی۔

اگر چہ مجاہدین نے سو فیصدی اپنا خرچ خود برداشت کیا لیکن ان اخراجات کے علاوہ بھی جو مجاہدین کو میدان عمل میں اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے کرنے پڑتے تھے مرکزی انتظامی ضروریات کیلئے لٹریچر کی اشاعت اور دنیا کو صورت حال سے باخبر رکھنے کیلئے اور پھر عندالضرورت مقدمات کی پیروی اور حکام وقت سے رابطہ قائم رکھنے کیلئے ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے جماعت میں پچاس ہزار روپے چندہ کی تحریک فرمائی اس تحریک پر بھی جماعت نے حیرت انگیز قربانی کا مظاہرہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مطالبہ کو پورا کر کے ایک دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس وقت یہ مالی تحریک اتنا بڑا مطالبہ سمجھا جاتا تھا کہ ہندوستان کے غیر احمدی اور غیر مسلم پریس نے بھی اس بات کا نوٹس لیا اور نظریں اس طرف لگ گئیں کہ آیا یہ چھوٹی سی جماعت اتنے بڑے مطالبہ کو پورا کر سکتی ہے یا نہیں؟ بلاشبہ جماعت کی اس وقت کی حالت کو دیکھتے ہوئے یہ بہت بڑا مطالبہ تھا۔ ایک معمولی عزم وہمت کا انسان گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ قلیل اور غریب جماعت اتنی بڑی قربانی دے سکتی ہے لیکن دنیا نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ جماعت نے ہر رنگ میں آپ سے تعاون کیا اور ہر آواز پر لبیک کہا۔ قربانیاں پیش ہی نہیں کیں بلکہ اس شان اور اخلاص اور جذبہ ایمان کے ساتھ پیش کیں کہ ان کے ذکر پر آج بھی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور دل کی گہرائیوں سے خود بخود ان مجاہدین کیلئے دعائیں نکلتی ہیں۔ الفضل 15 مارچ 1923ء میں ایک بوڑھے باپ کے جذبات کا ان الفاظ میں ذکر ہے:

''10 مارچ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں رونق افروز ہوئے تو قاری نعیم الدین صاحب بنگالی نے جو ایک معمر اور سن رسیدہ بزرگ ہیں کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر اپنی بنگالی اُردو میں ایک پُر جوش تقریر کی۔

قاری صاحب نے کہا...... گو میرے بیٹے (مولوی) ظل الرحمن اور مطیع الرحمن (متعلم بی.اے. کلاس) نے مجھ سے کہا نہیں مگر مَیں نے اندازہ کیا ہے کہ حضور نے جو ملکانہ راجپوتانے میں جا کر تبلیغ کرنے کیلئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کی ہے اور جن حالات میں وہاں رہنے کی شرائط پیش کی ہیں شاید ان کے دل میں ہو کہ اگر وہ حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں گے تو مجھے جو اُن کا بوڑھا باپ ہوں تکلیف ہوگی لیکن مَیں حضور کے سامنے خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے ان کے جانے اور تکالیف اٹھانے میں ذرا بھی غم یا رنج نہیں۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اگر یہ دونوں خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے مارے بھی جائیں تو اس پر ایک بھی آنسو نہیں گراؤں گا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا۔ پھر یہی دونوں نہیں میرا تیسرا بیٹا محبوب الرحمن بھی اگر خدمت اسلام کرتا ہوا مارا جائے اور اگر میرے دس بیٹے ہوں اور وہ بھی مارے جائیں تو بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا۔ شاید یہ خیال ہو کہ بیٹوں کی تکلیف پر خوش ہونا کوئی بات نہیں۔ بعض لوگوں کو ایسی بیماری ہوتی ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کی موت پر بھی ہنستے رہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر میں بھی خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو میرے لئے عین خوشی کا باعث ہوگا۔

مَیں جانتا ہوں کہ ریا اور نمود ہلاکت کی باتیں ہیں اس لئے میں حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو ریا اور عجب سے جو کہ ایمان کیلئے زہر ہیں بچائے اور مجھے اخلاص عطا فرمائے۔ بنگالی لوگ دل کے مضبوط نہیں ہوتے مگر مسیح موعود پر ایمان لانے سے ہم لوگوں کے قلوب قوی ہو گئے ہیں اور ایمان نے ہماری کمزوری کو دور کر دیا ہے۔''

(اخبار الفضل 15 مارچ 1923 صفحہ 11)

ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن کے پاس دینے کیلئے کچھ نہیں تھا انہوں نے اپنے مکان یا زمین یا اثاثے بیچ کر اس جہاد میں حصہ لیا۔ ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے پاس صرف ایک بھینس تھی وہی اونے پونے بیچ دی اور اگر چہ سودا گھاٹے کا تھا مگر بڑی خوشی سے اسکا ذکر کرتے تھے کہ وقت پر گاہک مل گیا۔ بعض غرباء نے خطوط کے ذریعہ اجازت طلب کی کہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہے فروخت کر کے زادِ راہ بنائیں اور میدان جہاد میں پہنچ جائیں۔ زیرہ فیروز پور کے ایک غریب دوست علی شیر صاحب نے حضور کی خدمت میں لکھا:

''آپ کا حکم سنا۔ مَیں ایک غریب آدمی ہوں حضور کی شرائط قبول کرنے کے ناقابل ہوں جس کا مجھے افسوس ہے۔ چالیس روپے کا مقروض ہوں مگر ایک مکان ہے اگر حکم ہو تو اس کو فروخت کر کے یا رہن رکھ کے میدان ارتداد میں جلدی چلا جاؤں۔

خاکسار علی شیر۔ زیرہ فیروز پور''

(کارزار شدھی، مصنفہ ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم، صفحہ 45)

عورتوں میں بھی مسجد برلن کے چندہ کی ذمہ داری کے باوجود بے حد جوش تھا وہ اپنے کپڑے اور دوپٹے وغیرہ اپنی ملکانہ بہنوں کیلئے تحفے کے طور پر بھجوا رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی اس کار خیر میں حصہ لے رہی تھیں۔ ہماری ہمشیرہ امۃ القیوم بیگم جو ہمارے عم زاد ایم ایم احمد سابق وزیر خزانہ حکومت پاکستان کی اہلیہ ہیں، ان دنوں چھ سال کی تھیں۔ انہوں نے بھی اپنا ایک چھوٹا سا ڈوپٹہ پیش کر دیا کہ کسی چھوٹی ملکانی کو دے دیا جائے۔ عموماً دوسری احمدی بچیوں کا بھی یہی حال تھا اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ملکانے کی باتیں کیا کرتے تھے۔ احمدی خواتین کی جہاد کی تمنا صرف اسی بات میں محدود نہ تھی کہ مال وزر کے ذریعہ مجاہدین کی مدد کریں بلکہ سخت بے قرار تھیں کہ کسی طرح میدان کارزار میں خود پہنچ کر اس عظیم اسلامی جہاد میں حصہ لے سکیں۔ بہن عمر بی بی نے آگرہ سے حضور کی خدمت میں لکھا:

''حضور میں صرف قرآن مجید جانتی ہوں اور تھوڑا سا اُردو۔ اپنے بیٹے سے سنا ہے کہ مسلمان مرتد ہو رہے ہیں اور حضور نے وہاں جانے کا حکم دیا ہے مجھے بھی اگر حکم ہو تو فوراً تیار ہو جاؤں۔ بالکل دیر نہ کروں گی۔ خدا کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں ہر تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں۔'' (کارزار شدھی، صفحہ 46)

امۃ الرحمن صاحبہ مڈوائف بھیرہ ہسپتال نے اس طرح اپنے جذبہ شوق کا اظہار کیا:

''حضور میرا باپ عاشق مسیح موعود تھا۔ دنیا میں دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ گیا۔ میرے دونوں بھائی عبد الرحیم وعبد اللہ سرفروشوں میں حضور کے حکم سے کام کر رہے ہیں۔ اس عاجز کا بھی دل تڑپ رہا ہے۔ یہ بھی تین ماہ کیلئے زندگی وقف کرتی ہے۔''

(کارزار شدھی، صفحہ 46 تا 47)

تحریک شدھی کے دوران جماعت احمدیہ نے جس والہانہ انداز میں قربانیاں پیش کیں اور یوپی کے کئی متاثرہ اضلاع میں جس کامیابی کے ساتھ آریہ سماج کا مقابلہ کیا اور ہر میدان میں ان کو شکست فاش دی، ایک طویل اور دلچسپ داستان ہے جسکا اصل تعلق تاریخ احمدیت کے ساتھ ہے اور کسی حد تک تاریخ احمدیت میں اس پر روشنی ڈالی بھی جاچکی ہے۔ ہماری نظر اس وقت اس تحریک کے ان پہلوؤں پر ہے جسکا تعلق براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شخصیت، کردار اور صلاحیتوں سے ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ نے ایک فتح نصیب جرنیل کے طور پر اس تحریک کی قیادت کی اور ہر میدان میں مظفر ومنصور ہوئے، اسکا کچھ ذکر آئندہ کیا جائے گا یہاں فی الوقت صرف اسی پر اکتفا کی جاتی ہے کہ تحریک خلافت کے دوران آپ کے کردار اور تحریک شدھی کے دوران آپ کے کردار میں جو فرق نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ اگر چہ اس وقت آپ نے بروقت تنبیہ اور نہایت قیمتی مشورے دے کر اپنے فرض کو ادا کر دیا لیکن حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ عملی جدوجہد کے میدان میں ایک کامیاب جرنیل کے طور پر امت مسلمہ سے آپ کا تعارف نہ ہوسکا۔ شدھی کی تحریک نے وہ موقع فراہم کر دیا اور آپ کو ربّ العزت سے یہ توفیق ملی کہ اپنے مشوروں کی صداقت اور قدر وقیمت کو عمل کے میدان میں بھی درست ثابت کر دکھائیں۔ دنیا نے ایک نئے انداز فکر کے ساتھ عوامی جذبات اور جوشوں کی تسخیر ہوتی ہوئی دیکھی۔ اس موقع پر ایک اور پہلو آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا یہ سامنے آیا کہ ایسے وقت میں جبکہ جماعت شدید اقتصادی بحران کا شکار تھی آپ اس پر مزید مالی بوجھ ڈالنے سے نہ ہچکچائے بلکہ پے در پے ایسی تحریکات کیں جن کا پورا ہونا بظاہر محال دکھائی دیتا تھا۔ وہ جماعت جو اپنے کارکنوں کی ماہانہ تنخواہ دینے کی بھی طاقت نہ رکھتی تھی صرف اسکی مستورات ہی سے پچاس ہزار روپے کی گرانقدر رقم کا مطالبہ کرنا اور بغیر کسی انتظار کے فوراً بعد ہی مزید پچاس ہزار روپے کی ایک اور تحریک جاری کر دینا یقیناً بہت بڑی ہمت کا کام تھا بظاہر تو اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ جماعت ان مطالبات کو پورا کرنے میں ناکام رہے بلکہ آئندہ چندوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرے لیکن واقعۃً نتیجہ اسکے بالکل برعکس نکلا۔ بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ جماعت کے مالی نظام کی بنیادیں دراصل اسی دور میں مضبوط اور مستحکم ہوئیں اور اسی بحران میں ان دونوں تحریکات کے نتیجہ میں اور انہی کی برکت سے جماعت میں مالی قربانی کی صلاحیتیں پوری طرح بیدار ہوئیں۔ نئی اُمنگیں اُبھریں اور حوصلوں کو نئی وسعتیں عطا ہوئیں اور جماعت من حیث المجموع مالی قربانی کے ایک ایسے بلند معیار پر قائم ہوگئی کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مبارک دور کے سوا دنیا کے پردے پر اس کی کوئی دوسری مثال نظر نہ آئے گی۔

خلاصہ کلام یہ کہ 1923ء ہی دراصل وہ سال ہے جبکہ ملکانہ کے جہاد اور چندہ مسجد برلن کی تحریکات کی برکت سے جماعت احمدیہ پہلی مرتبہ مالی لحاظ سے مستحکم ہوئی اور اسکی ایسی کایا پلٹ گئی کہ گویا منصۂ شہود پر ایک نئی جماعت اُبھری ہے۔

شدھی کے معرکے میں اگر چہ دوسرے مسلمانوں نے بھی کسی حد تک کام کیا لیکن جماعت احمدیہ کیلئے یہ مقابلہ ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا تھا۔ آریہ سماج، ہندومت کے احیائے نو کی ایک ملک گیر اور طاقتور تحریک تھی جو خصوصاً اہل اسلام کے خلاف بڑے

جارحانہ اور خوفناک عزائم رکھتی تھی ۔ دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے اگر اس تحریک کے مقابلے کی کوئی طاقت رکھتا تھا تو وہ جماعت احمدیہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ نہ کوئی اس حد تک منظم تھا، نہ کسی کو ایسا باخدا اور مدبر رہنما میسر تھا، نہ کسی کو اپنے وسائل مجتمع کر کے بروئے کار لانے کی قدرت تھی۔ نہ تنظیم تھی، نہ مرکزیت، نہ سلیقہ، نہ کام کو مستقل مزاجی کے ساتھ چلانے کی صلاحیت تھی۔ پس جماعت احمدیہ ہی وہ مسلمان فرقہ تھا جسے اس دور میں فی الحقیقت تمام عالم اسلام کی نمائندگی کا موقع ملا اور ہر میدان مقابلہ میں اس نے اپنے دشمن کو شکست پر شکست دی۔ یہاں تک کہ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر اسے میدان مقابلہ سے فرار کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن کسی کا خیال اس طرف نہ گیا کہ دراصل یہ اُسی مقابلہ کی ایک نئی شکل ہے جو ایک لمبا عرصہ پہلے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام اور آریہ رہنما پنڈت لیکھرام کے مابین ہوا تھا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ لیکھرام بڑی تعلّی کے ساتھ جس موعود بچے کے خلاف ایک منحوس پیشگوئی کر رہا ہے خود اس کی اپنی قوم ہی ایک دن اس کی برتری اور عظمت کا ڈھنڈورا پیٹے گی؟ اس وقت جب لیکھرام یہ اعلان کر رہا تھا کہ آریہ سماج کے خدا نے اسے مطلع کیا ہے کہ اگر یہ بچہ پیدا ہو بھی گیا تب بھی تین سال کے اندر اندر اس کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا۔ قادیان سے باہر اس کا شہرت پانا تو درکنار خود قادیان میں بھی اس کے نام سے کوئی آشنا نہ رہے گا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہی بچہ ایک دن آریہ سماج کے مقابلے پر قرآن کی تلوار لے کر اس شان کے ساتھ نکلے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور غیر تو غیر خود آریوں کو اس بات کا برملا اقرار کرنا پڑے گا کہ اس عظیم رہنما کی قیادت میں تحریک احمدیت آریہ سماج کیلئے ایک انتہائی مہلک خطرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کون اس وقت یہ کہہ سکتا تھا کہ جس بچے کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ خود اس کے اپنے گاؤں میں بھی اس کے نام سے کوئی واقف نہیں رہے گا، وہ دن دور نہیں کہ وہ صرف ایک گاؤں یا ضلع یا صوبہ میں ہی نہیں بلکہ تمام برصغیر ہندوستان میں شہرت پائے گا اور اس پیشگوئی کرنے والے کے متبعین ہی خود اس شہرت کا ذریعہ بنائے جائیں گے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں تو حضرت مرزا محمود احمد کار زار شدھی سے پہلے بھی روشناس تھے لیکن ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی اکثریت آپ کے نام سے نا آشنا تھی بلکہ جماعت احمدیہ کے وجود سے بھی ناواقف تھی۔ تحریک شدھی ہی ملک گیر شہرت کا وہ پہلا زینہ ثابت ہوئی جسے طے کرتے ہوئے تمام ہندوستان میں آپ کا شہرہ بام عروج پر جا پہنچا اور دشمن بھی آپ کی عظیم قیادت کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گیا۔

تحریک شدھی اس پہلو سے بھی ایک دلچسپ مطالعہ کا مواد پیش کرتی ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ولادت سے قبل آریہ سماج اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مابین ایک فیصلہ کن مجادلہ ہوا۔ اس موقع پر بدقسمتی سے خود مسلمان علماء اور مشاہیر بھی احمدیت کے مقابل پر آریہ سماج کا ساتھ دے رہے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرزند موعود کی پیشگوئی فرمائی تو آریوں کی طرف سے اس پیشگوئی پر جب بھی کوئی پھبتی کسی جاتی مسلمان علماء آریوں کے ساتھ مل کر آپ پر ہنستے اور چھینٹے اڑاتے۔ جب بھی لیکھرام کوئی تعلّی کرتا تو قہقہوں کی آوازوں میں مسلمان علماء کی آوازیں نمایاں ہو کر سنائی دیتیں۔ جب بھی وہ آپ کی تکذیب میں اخبارات و رسائل کے چہرے سیاہ کرتا مسلمان صحافیوں کے قلم اس کی تائید میں رواں دواں نظر آتے اور ہر ایسے موقع پر ہندوستان کی فضا میں آریوں کی طرف سے بھی اور مسلمانوں کی طرف سے بھی یہ شور بلند ہوتا کہ (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کی پیشگوئی جھوٹی نکلی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور ایک ایسا بھی وقت آنا تھا کہ خود اسی موعود بیٹے کے ہاتھوں زک اٹھا کر آریوں نے بھی بزبانِ حال یہ گواہی دینی تھی کہ لیکھرام اپنی ہر بات میں جھوٹا نکلا اور مرزا غلام احمد اپنے ہر قول میں صادق و مصدوق ثابت ہوا اور مسلمان راہنماؤں نے بھی اس موعود بیٹے کی تائید میں کھڑے ہو کر اعلان پر اعلان کرنا تھا کہ اسلام کا یہ بطل جلیل ہر میدان مقابلہ میں آریہ دشمن کو مات دے گیا اور لیکھرام کے مذہب کی ذلت اور رسوائی اُسی بیٹے کے ہاتھوں ہوئی جس کے نابود ہونے کی حسرت لئے وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس مضمون پر قلم اٹھاتے ہوئے زمیندار اخبار نے اپنی 24 جون 1923ء کی اشاعت میں لکھا:

''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمربستگی نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولو العزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھا دی۔'' (زمیندار لاہور، 24 جون 1923ء، بیان شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور)

پھر 29 جون 1923ء کی اشاعت میں یہ اعتراف کیا کہ:

'' قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے۔ ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر بغیر مصارف سفر وطعام حاصل کئے میدان عمل میں گامزن ہے۔ شدید گرمی اور لوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں۔''

(زمیندار لاہور، 29 جون 1923ء)

اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:

''جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانے میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی ہے۔''

(اخبار مشرق، گورکھپور، 15 مارچ 1923ء)

چند دن بعد پھر اسی اخبار نے یہ اعتراف حقیقت کیا کہ:

''جماعت احمدیہ کے امام و پیشوا کی لگاتار تقریروں اور تحریروں کا اثر ان کے تابعین پر بہت گہرا پڑا اور اس جہاد میں اس وقت سب سے آگے یہی فرقہ نظر آتا ہے اور باوجود اس بات کے کہ احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نو مسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقے سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا اس لئے اس کی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا ہے اور آپ کی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ جماعت احمدیہ اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ اپنی متفقہ جماعت میں...... ایسا خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں کہ ستو کھائیں اور چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔ جماعت احمدیہ کے ارکان میں ہم یہ خلوص بیشتر دیکھتے ہیں۔ دیانت، ایفاء عہد، اپنے امام کی اطاعت میں یہ جماعت فرد ہے۔ جناب مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی عالی حوصلگی اور ایثار کی تعریف کے ساتھ ہم مسلمانوں کو ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں۔ دیانت اور امانت جو مسلمانوں کی امتیازی صفتیں تھیں آج وہ ان میں نمایاں ہیں۔ جماعت احمدیہ کی فیاضی اور ایثار کے ساتھ ان کی دیانت اور آمد و خرچ کے ابواب کی درستگی اور باقاعدگی سب سے زیادہ قابل ستائش ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود آمدن کی کمی کے یہ لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔''

(اخبار مشرق گورکھپور، 29 مارچ 1923ء)

اسی طرح اخبار وکیل امرتسر نے لکھا:

''احمدی جماعت کا طرز عمل اس بات میں نہایت قابل تعریف ہے جو باوجود چھیڑ چھاڑ کے محض اس خیال سے کہ اسلام کو چشم زخم سے محفوظ رکھا جائے ان خانہ جنگیوں کے انسداد کی طرف خود مسلمانوں کے لیڈروں کو توجہ دلاتے ہیں اور ہر طرح کام کرنے کو تیار ہیں...... ہم علی وجہ البصیرت اعلان کرتے ہیں کہ قادیان کی احمدی جماعت بہترین کام کر رہی ہے۔''

(اخبار وکیل امرتسر، 3 مئی 1923ء)

مولوی ممتاز علی صاحب ایڈیٹر اخبار تہذیب النسواں لاہور نے لکھا:

''میں نے سنا ہے کہ میدان ارتداد میں ہر فرقہ اسلام نے تبلیغ کیلئے اپنے اپنے نمائندے بھیجے ہیں۔ مناسب جانا کہ میں جس گروہ کے مبلغین کو زیادہ کامیاب دیکھوں ان میں سے ایک اپنے لئے منتخب کرلوں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ کامیابی احمدی مبلغوں کو ہوئی ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اگر تہذیبی بہنوں کو اعتراض نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ مگر اسی اثناء میں ہمارے علماء نے اعلان شائع کیا کہ احمدی فرقہ کے لوگ سب کافر ہیں۔ ان کا کفر ملکانہ راجپوتوں کے کفر سے بھی زیادہ شدید ہے۔''

(رسالہ تہذیب النسواں لاہور، 2 مئی 1925ء)

یہ تو مسلمان اخبارات کی شہادت تھی۔ ہندو اخبارات کے بعض اعترافات بھی پڑھنے کے لائق ہیں۔ اسلام کے دفاع میں کون سب سے بڑھ کر ان پر چوٹیں لگاتا رہا یہ انہی کا دل جانتا تھا اور کس کے وار ان کے سینے چھلنی کرتے رہے یہ بھی وہی بہتر بیان کر سکتے تھے۔ لیجئے سنیے۔

دیو سماجی اخبار جیون تت لاہور نے لکھا:

''ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی تحریک کو روکنے اور ملکانوں میں اسلامی مت کا پرچار کرنے کیلئے احمدی صاحبان خاص جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔ چند ہفتے ہوئے قادیانی فرقہ کے لیڈر مرزا محمود احمد صاحب نے ڈیڑھ سو ایسے کام کرنے والوں کیلئے اپیل کی تھی جو تین ماہ کیلئے ملکانوں میں جا کر مفت کام کرنے کیلئے تیار ہوں، جو اپنا اور اپنے اہل وعیال کا وہاں کے کرایہ وغیرہ کا کل خرچہ برداشت کرسکیں اور انتظام میں جس لیڈر کے ماتحت جس کام پر انہیں لگایا جاوے اسے وہ خوشی خوشی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس اپیل پر چند ہفتوں کے اندر چار سو سے زیادہ درخواستیں ان شرائط پر کام کرنے کیلئے موصول ہو چکی ہیں اور تین پارٹیوں میں 90 احمدی صاحبان آگرہ کے علاقہ میں پہنچ چکے ہیں اور بہت سرگرمی سے ملکانوں میں اپنا پرچار کر رہے ہیں اس نئے علاقہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے ان میں سے بعض نے جن میں گریجویٹ نوجوان بھی شامل تھے اپنے بستر کندھوں پر رکھ کر اور تیز دھوپ میں پیدل سفر کر کے سارے علاقہ کا دورہ کیا ہے۔ اپنے مت کے پرچار کیلئے ان کا جوش اور ایثار قابل تعریف ہے۔''

(اخبار جیون تت لاہور، 24 اپریل 1923ء)

''آریہ پتریکا'' بریلی نے یکم اپریل 1923ء کی اشاعت میں لکھا:

''اس وقت ملکانے راجپوتوں کو...... اپنی پرانی راجپوتوں کی برادری میں جانے سے باز رکھنے کیلئے (یعنی مرتد ہونے سے بچانے کیلئے۔ ناقل) جتنی اسلامی انجمنیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں ان میں احمدیہ جماعت قادیان کی سرگرمی اور کوشش فی الواقع قابل داد ہے۔''

''ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں'' کے مصنف

نے اعتراف کیا:

’’آریہ سماج نے شدھی یعنی پاک کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ایسا کرنے سے آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقہ سے تصادم ہو گیا۔ آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہے اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہے اور مکمل گیان ہے...... قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمدؐ خاتم النّبیین ہیں اس کدو کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عیسائی یا مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں داخل نہیں ہوتا۔‘‘ (ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں، صفحہ 23،24)

کارزار شدھی کے اثرات اتنے گہرے اور دُور رس تھے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی عظیم قیادت کا رعب آریہ سماج کے راہنماؤں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ شدھی کی تحریک چلی اور گزر گئی لیکن سالہا سال تک آریہ راہنماؤں کے دلوں میں اس تلخ اور ہولناک تجربے کی یادیں باقی رہیں جو کارزار شدھی میں جماعت احمدیہ سے ٹکر لینے کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ چار سال کے بعد اخبار تیج دہلی نے یہ اعتراف کیا کہ

’’میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس موثر اور مسلسل کام کرنے والی جماعت، جماعت احمدیہ ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں اور آج تک ہم نے اس خوفناک جماعت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔‘‘ (اخبار تیج دہلی، 25؍جولائی 1927ء)

پھر اسی اخبار نے مزید لکھا:

’’آج سے تیس چالیس سال پہلے پیچھے ہٹ جایئے جبکہ یہ جماعت اپنی ابتدائی حالت میں تھی اور دیکھئے اُس زمانے میں ہندو اور مسلمان دونوں اس جماعت کو کس قدر حقیر اور بے حقیقت سمجھتے تھے۔ ہندو تو ایک طرف رہے خود مسلمانوں نے ہمیشہ اس کا مذاق اُڑایا اور اس پر لعنت اور ملامت کے تیر برسائے۔ اس جماعت نے اپنے ابتدائی حالات میں جن جن کاموں کے کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا آج ان میں سے اکثر انجام کو پہنچ چکے ہیں۔ اُس زمانہ میں جب احمدیوں نے ان کاموں کی ابتداء کی تھی ان کو پاگل سمجھا جاتا تھا اور ان کی حماقت پر ہنسی اڑائی جاتی تھی۔ مگر واقعات یہ کہہ رہے ہیں کہ ان پر ہنسی اڑانے والے خود بے عقل اور احمق تھے۔ اس بارے میں عیسائی مشنریوں نے نہایت عقلمندی سے کام لیا...... احمدیوں نے ابھی یورپ اور امریکہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ تمام پادری ان کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے۔‘‘

(اخبار تیج دہلی، 25؍جولائی 1927ء)

ضمناً یہاں یہ امر بھی ذکر کے لائق ہے کہ ایسی جماعت جو تن تنہا عیسائی دنیا پر بڑی جرأت اور دلیری سے اور مومنانہ شان کے ساتھ حملہ آور ہے اور پادری اس کے مقابلہ کیلئے صف آرا ہو رہے ہیں ایسی جماعت پر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ یہ عیسائی حکومتوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ حق پوشی کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے یا بعضوں کے نزدیک شاید اس کی کوئی حد نہیں!!!

تحریک شدھی کے چھ سال بعد جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو ہندوازم کیلئے ایک شدید خطرہ تصور کرتے ہوئے مہاشہ کرشن نے یوں خطرے کا الارم بجایا۔

’’مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہموطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اسکے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحہ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا، مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے۔ اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آسکتا ہے جب کہ آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہے۔‘‘ (پرتاپ لاہور 21؍اکتوبر 1929ء)

غور فرمایئے! چند ہی سال پہلے آریہ سماج کا کیا دعویٰ تھا اور کیا طنطنہ تھا مسلمانوں کو نہتا اور بے بس سمجھ کر وہ اپنی پوری قوت سے ان پر حملہ آور تھی اور اپنی طاقت کے نشہ میں بدمست ہو کر یہ اعلان کر رہی تھی:

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
ہندو! تم میں ہے اگر جذبۂ ایماں باقی
بھاگ سے قوموں کو یہ وقت ملا کرتے ہیں
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

لیکن جونہی جماعت احمدیہ نے میدان جہاد میں قدم رکھا آریہ سماج نے اس کو اپنی ہستی کیلئے خطرہ قرار دیا اور خطرہ بھی کوئی معمولی خطرہ نہیں بلکہ اتنا عظیم کہ اسکے باشعور رہنما یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ’’اسکے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔‘‘

کس قدر حیرت انگیز ہے یہ موازنہ کہ جس بچے کے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کی خبر لیکھرام نے دی وہی بچہ اس کی قوم کیلئے ایک ایسا عظیم خطرہ بن گیا کہ ساری کی ساری قوم اس کے نتیجہ میں صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ کیا اس اعترافِ حق میں اہل بصیرت کیلئے عبرت کا کوئی سامان نہیں؟ کیا آریہ سماج کے اس اعتراف شکست میں ان لوگوں کیلئے کوئی نشان نہیں جو غور و فکر کی عادت رکھتے ہیں؟ (سوانح فضل عمر، جلد دوم، صفحہ 311 تا 334، مطبوعہ 2006ء قادیان)

......☆......☆......☆......

مشرق و مغرب میں ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دِن

(منظوم کلام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

دوستو ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دِن
مشرق و مغرب میں ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دِن

اِس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وُہ دِن گئے
اب تو ہیں اسلام پر یارو بہار آنے کے دِن

ظُلمت و تاریکی و ضِدّ و تعصّب مِٹ چکے
آ گئے ہیں اب خُدا کے چہرہ دِکھلانے کے دِن

جاہ و حشمت کا زمانہ آنے کو ہے عنقریب
رہ گئے تھوڑے سے ہیں اب گالیاں کھانے کے دِن

ہے بہت افسوس اب بھی گر نہ ایماں لائیں لوگ
جبکہ ہر مُلک و وطن پر ہیں عذاب آنے کے دِن

پیشگوئی ہو گئی پُوری مسیحِ وقت کی
’’پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دِن‘‘

ان دنوں کیا ایسی ہی بارش ہوا کرتی تھی یاں
سچ کہو کیا تھے یہ سردی سے ٹھٹھر جانے کے دِن

دوستو اب بھی کرو توبہ اگر کچھ عقل ہے
ورنہ خود سمجھائے گا وہ یار سمجھانے کے دِن

دَرد و دُکھ سے آ گئی تھی تنگ اے محمود قوم
اب مگر جاتے رہے ہیں رنج و غم کھانے کے دِن

(اخبار بدر جلد 6، 28؍فروری 1907ء)

128 واں جلسہ سالانہ قادیان
مورخہ 29، 30 اور 31؍دسمبر 2023ء کو منعقد ہوگا

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 128 ویں جلسہ سالانہ قادیان کیلئے مورخہ 29، 30 اور 31؍دسمبر 2023ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت ابھی سے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک جلسہ میں شمولیت کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس جلسہ سالانہ کی ہر لحاظ سے کامیابی اور اس کے بابرکت ہونے نیز سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بننے کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

احمدی مبلغین کی روانگی کا ایمان پرور نظارہ اور بائیس احمدی مبلغین کی روانگی

(ماخوذ از الفضل قادیان)

24/مارچ دن کے دس بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو امیر وفد احمدیہ دعوت وتبلیغ قادیان متعینہ آگرہ کا تار موصول ہوا کہ ہمیں فوری مزید بیس مبلغین کی ضرورت ہے۔ حضور نے اسی وقت قادیان کے تمام احمدی آبادی میں اطلاعیں بھجوادیں کہ احمدی احباب مسجد مبارک میں فوری جمع ہو جائیں ، یہ خبر ایک بجلی کی لہر تھی جو قادیان کے طول وعرض میں پھیل گئی اور دم کے دم میں مسجد مبارک احمدی احباب سے پُر تھی۔ حضور کو اطلاع ہوئی کہ خدام حاضر ہیں۔

مجلس مشاورت سے اُٹھ کر مسجد مبارک میں تشریف لائے اور تمام ارکان مجلس ہمراہ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے ہاتھ میں ضروری کاغذات کا پولندہ تھا۔ سالار اسلام آیا۔ تمام مسجد ایسی ہوگئی گویا کہ خالی ہے اور بیٹھنے والے آدمی نہیں بت ہیں۔

حضور نے محراب مسجد میں قیام فرمایا۔ شہادت توحید اور اظہار رسالت ختمیت مآب کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور دین کیلئے مال واوقات کی قربانی کا وعظ فرمایا۔ جو فرض اور فرض کفایہ اور نوافل کے متعلق اظہار حقائق تھا۔ بتایا کہ عمارت ایمانی کی تکمیل کیلئے نوافل جو انسان کی مرضی پر رکھے گئے ہیں ادا کرنا ضروری ہیں۔ یہ تقریر پوری چھپ چکی ہے اور احباب نے اس کو ملاحظہ کرلیا ہے آخر میں حضور نے مطالبہ کیا کہ بیس خدامِ اسلام کی ضرورت ہے۔ جن پر سورج قادیان سے باہر غروب ہو۔

حضور کی زبان سے اس مفہوم کے الفاظ کا نکلنا تھا کہ تمام حاضرین پر ایک حالت وجد طاری ہوگئی۔ اور جوش خدمت دین سے چہرے چمک اٹھے اور ہر چھوٹا اور بڑا چاہتا تھا کہ مَیں ہی سب سے پہلے اس خدمت کیلئے آگے بڑھوں اور ان جانے والے سرفروشوں میں میرا ہی نام قبول کیا جائے۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ ’’حضور مَیں حاضر ہوں‘‘ ’’مجھے بھیج دیجئے‘‘ یا ’’حضرت مجھے حکم دیجئے‘‘ ’’حضرت میری درخواست قبول ہو۔‘‘ ’’آپ کا غلام حاضر ہے۔‘‘ حضور نے فرمایا کہ جو احباب درخواست کرتے ہیں وہ اپنا نام لکھ کر دیں۔ اس پر کاغذوں اور پنسلوں کی تلاش ہوئی۔ کوئی کاپی پھاڑتا ہے۔ کوئی کتاب کا گوشہ۔ کوئی لفافہ کی ایک کتر لے کر اسی پر نام لکھ رہا ہے۔ کاغذ کافی نہیں تو ایک ایک پرزہ پر دو دو نام لکھے جا رہے ہیں۔ جب اس طرح بھی جوش نہیں تھمتا اور کاغذ اور قلمیں ختم ہو جاتی ہیں تو اخبارات کے حاشیوں پر فہرستیں مرتب ہو جاتی ہیں۔ باپ کہتا ہے میرا بیٹا حاضر ہے۔ بڑا بھائی اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی عرض کرتا ہے حضور میرے بھائی کو بھی بھیج دیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے خود پیش کرے۔ عرض کی جاتی ہے کہ مَیں یہاں آنے لگا تھا تو اس کو فلاں کام پر لگا آیا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ جانے کیلئے تیار ہے۔ جواب صاف ہے کہ ہر ایک اپنے آپ کو خود ہی پیش کرے۔ نام لکھے جا چکے ہیں۔ رقعے حضرت امام کے ہاتھ میں پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو حکم ہوتا ہے کہ جن کے نام بولتا ہوں لکھتے جایئے۔ حضور نام بولتے ہیں اور حضرت صاحبزادہ صاحب نام لکھتے ہیں۔

ہم 25/مارچ کے الفضل کے مدینۃ المسیح میں لکھ چکے ہیں کہ ساٹھ ستر درخواستیں تھیں مگر اب شمار کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ایک سو انیس (119) احباب نے اسی دن عصر سے پہلے جانے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ منتخبہ احباب کی فہرست مرتب ہو گئی۔ حضور نے فرمایا کہ اب میں پہلے ان احباب کے نام سناتا ہوں جن کے رقعے مجھے پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ پہلے سب پیش ہونے والوں کے نام سنائے گئے اور پھر ان کے جن کو منتخب کیا گیا تھا یہ بیس احباب الگ تھے اور اس تار کے آنے سے پہلے ہی دو احباب کے بھیجے جانے کی تجویز منظور ہو چکی تھی۔ یعنی ایک جناب مولوی چوہدری محمد عبد السلام خان صاحب کاٹھ گڑھی فاضل ہندو لٹریچر اور دوسرے صاحب مولوی عبد الصمد صاحب پٹیالوی مصنف ’’نہہ کلنک اوتار‘‘ انہوں نے اس وقت بھی نام پیش کئے اور وفد کے ساتھ ان کو بھی تیاری کا حکم دیا گیا۔

اسکے بعد حضور نے دعا فرمائی جانے والوں کیلئے۔ عازموں کیلئے اور جو وہاں ہیں ان کیلئے۔ ان کیلئے بھی جنہوں نے کسی نہ کسی وجہ سے اپنے نام نہیں پیش کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی خدمت دین کی توفیق دے۔ ان کے راستہ سے روکیں جس قسم کی بھی ہوں دور کردے۔ دعا دیر تک ہوتی رہی۔ مجلس برخاست ہوگئی۔ جانے والے خوش تھے کہ خدمت دین کیلئے جا رہے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے نام تو پیش کئے تھے مگر ضرورت پوری ہونے یا کسی اور وجہ سے ان کو اس دفعہ انتخاب نہیں کیا گیا اُداس تھے۔ چنانچہ ایک کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالہ جرس کارواں رہے

گو اپنی قسمت کا فیصلہ سن کر اداس تھے کہ ان کو سبقت کا موقع نہ ملا لیکن اُن بھائیوں کی خوش قسمتی پر خوش تھے کہ یہ جانے والے ہمارے ہی بھائی ہیں جو مقابلہ کی پہلی صف میں کام کریں گے۔ چنانچہ ہر طرف سے جانے والوں کو مبارکباد مبارکباد کہا جاتا تھا۔ گلے لگائے جاتے تھے۔ دعاؤں کی درخواست کی جاتی تھی کہ جانے والوں کیلئے دعائیں کرو۔ جو ابھی نہیں جا سکے یہ بھی جلد آگے خدمت کیلئے بھیجے جائیں۔ جانے والے نشہ خدمت اسلام میں مست تھے۔ احباب سے ملتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اپنی فرخندہ فال پر پھولے نہیں سماتے تھے۔ غرض ایک کیفیت تھی جس کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہاں آنکھوں نے اس نظارے کو دیکھا اور دل پر تصویر کھینچ دی۔

مبارک سلامت کا شور ختم ہوا۔ جانے والے تیاری کرنے کیلئے گھروں کو چلے گئے اور 2 بجنے سے پہلے مسجد مبارک کے نیچے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ان لوگوں میں ایسے بھی ہیں جن کا سفر قلیوں کے سہارے ختم ہوا کرتا ہے۔ مگر ان کے سامان کے مختصر ہونے کی یہ حد تھی کہ ایک نیچے بچھانے کا کپڑا اور چند پہننے کے کپڑے جو وہ بھی عموماً بستر ہی میں بندھے ہوئے تھے یا چند ضروری کتابیں تھیں۔ ہاں اکثر نے قرآن کریم گلے میں حمائل کئے ہوئے تھے۔ اتنے میں عصر کا وقت آ گیا۔ مسجد مبارک نمازیوں سے پُر ہوگئی۔ اور اوپر چھت پر بھی صفیں بن گئیں۔ نماز حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پڑھائی اور مسجد کے نیچے کا چوک احباب قادیان سے معمور تھا۔ اس لئے کے جانے والے قافلہ کی مشایعت کریں چنانچہ سالار اسلام اپنے عزیز خدام کو رخصت کرنے کیلئے مکان سے نکلا۔ اور آدمیوں کے دریا میں لہریں پیدا ہوگئیں اور وہ سب سے آگے تھا۔ اب جوش وعقیدت محبت و اخلاص کا یہ عالم تھا کہ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا۔ سب کی کوشش یہی تھی کہ مَیں ہی اپنے مطاع وامام کے پاس رہوں۔ چونکہ حضور تیز قدم سے چلتے تھے اس لئے احباب کو بھی تیز قدم ہی چلنا پڑتا تھا اور ساتھ ہی یہ کوشش بھی پیہم جاری تھی کہ ہر ایک آگے بڑھے اور حضور کی باتیں سنیں۔ اس لئے گرد اٹھتی تھی اور آسمان پر گرد سے ایک بادل سا بن گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے حضور کو تکلیف تو ہوتی تھی مگر اخلاق کی عظمت دیکھئے کہ ان محبت کے پروانوں کی طرف اس نظر سے دیکھا بھی نہیں کہ ان کے دل چھوٹے نہ ہو جائیں۔

ڈیڑھ پونے دو میل کا راستہ اسی طرح ختم ہوا۔ اثناء راہ میں حضور نے بعض نصائح ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

موڑ کے کنوئیں پر پہنچ گئے۔ حلقہ بن گیا۔ سالار اسلام حلقہ کے اندر کھڑا ہو گیا۔ احباب کو بٹھلا دیا گیا جانے والے حلقہ کے اندر بلا کر بٹھلا دیئے گئے۔ قادیان کی طرف منہ کر کے جو دیکھا تو دور تک سفید پگڑیاں ہی پگڑیاں حرکت کرتی نظر آتی تھیں انتظار کیا گیا کہ سب احباب جمع ہو جائیں۔ جانے والوں کے امیر وفد نے حاضری لی تو معلوم ہوا کہ دو تین ابھی پیچھے چلے آرہے ہیں۔ ان کو بآواز بلند پکارا گیا وہ بھی آئے اور حلقہ میں بیٹھ گئے۔ وقت تنگ ہو رہا تھا۔ الوداع کہنے کیلئے موڑ پر آنے والوں کا سلسلہ ابھی جاری تھا اس لئے حضور نے اللہ کی حمد کے ساتھ وعظ شروع فرمایا جس میں خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ الحمد للہ کہنے کے ہم ہی مستحق ہیں کہ ہمیں اسکے دین کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔ پھر دعائیں بکثرت کرنے پر زور دیا کہ بغیر خدا کے استعانت کے کوئی کام نہ بابرکت ہوتا ہے نہ مفید نہ اس میں کامیابی یقینی ہے۔ بتایا کہ تم کمزور ہو مگر اس زور آور سے پیوند کرو کہ آسمان سے قوت پاؤ کیونکہ آریہ اخبارات نے اب بطور پیش بندی ایک نئی شرارت شروع کی ہے یعنی لکھتے ہیں کہ احمدی ہر جگہ فساد پر آمادہ ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی شہر نہیں جس میں احمدیوں کی تعداد نہایت ہی اقل قلیل نہیں ہے۔ حتیٰ کے سیکڑوں سے زیادہ کسی بھی شہر میں نہیں اور یہ بھی دو تین شہر ہیں۔ ورنہ پنجاب جو احمدیوں کا مرکز ہے اس میں بھی اکثر شہروں میں تھوڑی تعداد میں احمدی آباد ہیں۔ رہے دیہات ان کی بھی یہی حالت ہے۔ اگر شمار کیا جائے تو بمشکل ایک دہا کہ ایسے دیہات ہوں گے جن کے رہنے والے سارے کے سارے احمدی ہوں اور بیس تیس ایسے گاؤں ہوں گے جن میں نصف یا نصف سے زیادہ احمدی ہوں گے ورنہ دیہات میں بھی احمدیوں کی تعداد دیگر اقوام کی نسبت کم ہے۔ برخلاف اسکے ہندوؤں کی ہر جگہ کثرت ہے اور مال ودولت کے لحاظ سے احمدی تو کیا دیگر مسلمانوں پر بھی ان کو تفوق حاصل ہے۔

دوسرے احمدی جماعت اپنے کیرکٹر کے لحاظ سے کس قسم کی ہے اس کو دوست ودشمن سب جانتے ہیں۔ ان کو فساد سے بچنے اور شرارت کے مقابلہ میں شرارت نہ کرنے کی تعلیم زور سے دی گئی ہے اور خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کا اس پر عمل ہے۔ مخالفین کی سختیوں کا مقابلہ نرمی سے کرتے ہیں۔ ان کے پتھروں کا جواب ہنس کر اور نرم باتوں سے دیتے ہیں۔ ان کی گالیوں کے جواب میں دعائیں دیتے ہیں۔ یہی ایک رمز ہے جس کی وجہ سے احمدی جماعت دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور انشاء اللہ کریگی۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مشہور مصرعہ کے مطابق۔ ع

پیارو آموختہ درس وفا خام نہ ہو

جانے والوں کو سختیوں پر صبر کرنے ، ظالمانہ دست درازیوں کا مقابلہ نہ کرنے کا وعظ کیا اور کہا کہ ماریں کھانا مگر ہاتھ نہ اٹھانا۔ گالیاں سننا اور دعائیں دینا کہ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ تقریر کا یہ حصہ بڑا

ہی پُرزور اور رقت انگیز تھا اور آخر میں فرمایا کہ قاعدہ ہے کہ رخصت ہونے والے عزیزوں کو تحفہ دیا جاتا ہے۔ مَیں نے چاہا کہ مَیں بھی تحفہ دوں اس لئے ہمارے گھر والوں (جس میں حضرت ام المومنین اور حضرت اقدس مسیح موعود کی ہر دو صاحبزادیاں اور حضرت امام کے اہل بیت وغیرہ سب شامل ہیں) نے دیئے ہیں۔ جوان عزیزوں کے صدقہ کے طور پر بھائی عبدالرحیم صاحب کے سپرد کرتا ہوں کہ آپ راستہ میں خیرات کریں اور وہاں کی بعض خیراتی ضروریات میں بھی سرف کریں۔ اس پر تمام احباب نے کچھ نہ کچھ اس صدقہ میں حصہ لیا۔ ہر ایک شخص ماحضرا اپنے امام کے ہاتھ میں دیتا تھا اور حضور جزاکم اللہ کہہ کر قبول فرماتے اور اپنے ہاتھ سے امیر وفد کے دامن میں ڈالتے جاتے تھے۔ کسی نے نقد دیا، کسی نے رومال، کسی نے بٹوا، کسی نے چاکو، بعض نے خرما پیش کئے، ایک احمدی بزرگ نے مبلغین کیلئے تین چار سیر وزن کی مٹھائی بطور ناشتہ پیش کی۔ یہ رقم جو بطور صدقہ جمع ہوئی مبلغ دوصد روپیہ کے قریب تھی۔ اسکے بعد حضور نے دیر تک قافلہ کیلئے دعا فرمائی، آنکھیں پُرنم تھیں، قلوب سینوں میں عرش الٰہی کے سامنے سجدہ ریز تھے۔ بعض احباب جو کسی وجہ سے نہ جا سکے تھے آہیں بھرتے اور روتے تھے۔ دعا کے بعد سب کو سکینت ہوئی۔ امام محترم نے ارکان وفد سے مصافحہ کیا اور ان کو رخصت کرنے کیلئے سڑک پر آ گئے۔ احباب سڑک پر دُور دُور کھڑے ہو گئے۔ قافلہ والے احباب کی صفوں سے پرے مگر اپنے امام کی نگاہوں کے آگے کھڑے ہو گئے۔ حکم ہوا کہ قافلہ چل پڑے۔ سب باآواز بلند السلام علیکم کہہ کر سفر پر روانہ ہو گئے۔ قائد حزب اللہ اپنے فرزندوں کو ٹکٹکی لگائے دیکھتا اور دعائیں کرتا رہا جب تک کہ قافلہ نظر سے اوجھل نہ ہو گیا۔ واپسی اسی طریق پر عمل میں آئی جیسا کہ پہلے قافلہ کے وقت تھی یعنی چار چار کی لائنیں بنادی گئی اور قصبہ میں داخل ہوتے ہوئے دو دو کی۔ فالحمدللہ۔

یہ ہے جماعت جس کو دنیا کافر کہتی اور نعوذ باللہ دجال کی جماعت کہتی ہے۔ کیا اس کی نظیر ہے کہ کوئی جماعت خدمت دین کیلئے اس جوش سے آگے بڑھتی اور ان کا امام اس والہیت کے ساتھ ان کو خدمت کیلئے آگے بڑھاتا ہوا گر ہے تو پیش کی جائے۔ پیسہ لے کر کام کرنے والے تو مل سکتے ہیں مگر ایسے لوگ کہاں سے ملیں گے جن میں سے ہر ایک اس شرط کے ماتحت جاتا ہے کہ نہ خود ایک پیسہ لیگا، نہ اپنے بچوں کیلئے لیگا، بلکہ اپنی ضروریات بھی خود مہیا کریگا اور اپنے گھر والوں کی بھی اور پھر کام اس طرح کریگا جس طرح زرخرید غلام بھی نہیں کرتا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ جماعت ایک صادق کی جماعت ہے۔ صلی اللہ علیہ وعلی مطاعہ علیہ السلام۔ (اخبار الفضل قادیان دارالامان، مورخہ 2/اپریل 1923ء صفحہ 3)

......☆......☆......☆......

بقیہ اہم سوال و جواب از صفحہ نمبر 34

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے۔ پس جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نکاح کیا کرو اس لیے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا۔ اور جس میں استطاعت ہو تو وہ نکاح کرے اور جس میں استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔

پس اگر اچھا رشتہ مل رہا ہو اور کفو بھی ہو تو شادی ضرور کرنی چاہئے۔ لیکن یہ نہیں کہ کسی بھی کافر اور ملحد کے ساتھ شادی کر لی جائے بلکہ اس معاملہ میں بھی اسلامی تعلیمات اور انتظامی ہدایات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوال مصر سے ایک ڈاکٹر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ بینک کی مینجمنٹ میں بطور انجنیئر یا بینک کی ملکیتی کسی انجنیئرنگ کمپنی میں ملازمت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس سے سود اور شراب کے کام پر تعاون ہوتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 18/اکتوبر 2021ء میں اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب موجودہ زمانہ میں بینکنگ سسٹم تقریباً ہر دنیاوی کاروبار کا لازمی جزو ہے اور دنیا کے اکثر بینکوں کے نظام میں کسی نہ کسی طرح سود کا عنصر موجود ہوتا ہے، جو ان کاروباروں کا بھی حصہ بنتا ہے۔ لہٰذا اس بات کو سمجھنے کیلئے اس زمانہ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسب ذیل ارشاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اب اس ملک میں اکثر مسائل زیروزبر ہو گئے ہیں۔ کل تجارتوں میں ایک نہ ایک حصہ سود کا موجود ہے۔ اس لئے اس وقت نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔'' (البدر نمبر 41و42، جلد 3، مورخہ یکم و 8 نومبر 1904ء صفحہ 8)

پس ایسے حالات میں اگر انسان بہت زیادہ وہم میں پڑا رہے تو اس کا زندگی گزارنا ہی دوبھر ہو جائے گا۔ کیونکہ عام زندگی میں جو لباس ہم پہنتے ہیں، ان کپڑوں کا کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں بھی کہیں نہ کہیں سودی پیسہ لگا ہوگا۔ جو بریڈ ہم کھاتے ہیں، اس کے کاروبار میں بھی کہیں نہ کہیں سودی پیسہ کی آمیزش ہوگی۔ اگر انسان ان تمام دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہے جو بظاہر ناممکن ہے پھر بھی وہ مکان جس اینٹ، ریت اور سیمنٹ سے بنا ہے، ان چیزوں کو بنانے والی کمپنیوں کے کاروبار میں بھی کہیں نہ کہیں سودی کاروبار یا سود کے پیسہ کی ملونی ہوگی۔

پس بہت زیادہ مین میخ نکال کر اور وہم میں پڑ کر اپنے لیے بلا وجہ مشکلات پیدا نہیں کرنی چاہئیں۔ حدیث میں بھی آتا ہے، حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں أَنَّ قَوْمًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ (صحیح بخاری، کتاب البیوع، بَاب مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ) یعنی کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک جماعت ہمارے پاس گوشت لے کر آتی ہے، ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے (اسے ذبح کرتے وقت) اس پر اللہ کا نام لیا ہوتا ہے یا نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس گوشت پر اللہ کا نام (بسم اللہ) پڑھ لیا کرو اور اسے کھا لیا کرو۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا درست ہے؟ فرمایا: ''شریعت نے اس کو مباح رکھا ہے۔ ایسی پابندیوں پر شریعت نے زور نہیں دیا بلکہ شریعت نے تو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا پر زور دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ آرمینیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے اور بغیر اسکے گذارہ بھی تو نہیں ہوتا۔'' (الحکم نمبر 19، جلد 8، مورخہ 10/جون 1904ء صفحہ 3) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک دوست جو محکمہ آبکاری میں نائب تحصیلدار تھے۔ انہوں نے حضور سے بذریعہ خط دریافت کیا کہ کیا اس قسم کی نوکری ہمارے واسطے جائز ہے؟ حضور علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا: ''اس وقت ہندوستان میں ایسے تمام امور حالت اضطرار میں داخل ہیں۔ تحصیلدار یا نائب تحصیلدار نہ شراب بناتا ہے نہ بیچتا ہے نہ پیتا ہے۔ صرف اسکی انتظامی نگرانی ہے اور بلحاظ سرکاری ملازمت کے اسکا فرض ہے۔ ملک کی سلطنت اور حالات موجودہ کے لحاظ سے اضطراراً یہ امر جائز ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ انسان کے واسطے اس سے بھی بہتر سامان پیدا کرے۔ گورنمنٹ کے ماتحت ایسی ملازمتیں بھی ہو سکتی ہیں جن کا ایسی باتوں سے تعلق نہ ہو اور خدا تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہئے۔'' (اخبار بدر نمبر 39، جلد 6، مورخہ 26/ستمبر 1907ء صفحہ 6) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بینک کی ملازمت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''جس ملازمت میں سود لینے یا اس کی تحریک کرنے کا کام کرنا پڑتا ہو وہ میرے نزدیک جائز نہیں۔ ہاں ایسے بینک کے حساب وکتاب کی ملازمت جائز ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان دارالامان نمبر 95، جلد 3، مورخہ 7/مارچ 1916ء صفحہ 9)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا: ''جس ملازمت میں سود کی تحریک کرنی پڑے وہ ناجائز ہے۔ کلرکی اور حساب رکھنا بہ تسلسل ملازمت جائز ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان دارالامان نمبر 113، جلد 3، مورخہ 13/مئی 1916ء صفحہ 8)

پس انسان کو وہموں اور شک و شبہ میں مبتلا ہوئے بغیر تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اپنے معاملات اور دنیاوی امور کو بجا لانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جہاں براہ راست کسی ممنوع کام میں پڑنے کا امکان ہو یا کسی چیز کی حرمت واضح طور پر نظر آتی ہو اس سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہیے لیکن بہت زیادہ وہموں میں پڑ کر جائز اشیاء کے استعمال سے بلا وجہ کنارہ کشی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 2/دسمبر 2022)

......☆......☆......☆......

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بابرکت وجود پر ایک طائرانہ نظر

(دلاور خان، خادم سلسلہ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بکثرت ایسی پیشگوئیاں بطور نشان عطا فرمائیں جو اپنے وقت پر بڑی شان سے پوری ہوئیں اور آپؑ کی صداقت کا نشان ٹھہریں۔ان پیشگوئیوں میں سے ایک عظیم الشان پیشگوئی سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی تمام ادیان پر برتری کا کام کر رہے تھے۔آپؑ نے عیسائیت کے اُمڑتے ہوئے سیلاب کو روکنے کیلئے اسکے آگے ایک بند باندھ دیا۔آپ نے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور ہوشیار پور میں ہی اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسکی منشاء کے مطابق عبادت وریاضت کیلئے چلّہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اسلام کی ترقی کے متعلق بہت سی بشارات دیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے ''مصلح موعودؓ'' کے بارے میں ایک عظیم الشان پیشگوئی فرمائی۔اور اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار ''رسالہ سراج منیر برنشانہائے ربّ قدیر'' کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 فروری 2011ء میں فرماتے ہیں:

''یہاں یہ بھی بتادوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی شائع فرمائی تو اس وقت پنڈت لیکھرام نے نہایت گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے ہر پیشگوئی کے مقابلے پر اپنی دریدہ دہنی اور اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کیا......حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا تو وہ لکھتا ہے کہ'' آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائیگی۔غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔''......چنانچہ اس بدزبانی نے پسر موعود سے متعلق پیشگوئی کی ایک ایک صفت کو اپنے تجویز کردہ الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پوری بے حجابی سے لکھا (اور یہاں تک لکھ دیا کہ) خدا کہتا ہے کہ جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔میں نے کبھی اس کی دعا نہیں سنی اور نہ قبول کی۔''

اور پھر جب اسکا انجام ہوا وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے......اسی طرح کچھ عیسائی پادریوں نے بھی جو اسلام کے مخالف تھے،اس قسم کی باتیں کیں۔لیکن بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا۔ان لوگوں کی باتیں کوسن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔اس میں آپ نے اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی عظمت کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ'' آنکھیں کھولکر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف ورحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 فروری 2011)

یہود کی کتاب طالمود کی پیشگوئی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی بہت عرصہ قبل جہاں مختلف مذاہب نے آخری زمانہ میں اپنے اپنے مذہب کے ایک موعود کی خبر دی ہے، وہاں آخری زمانہ میں مسیح اور اسکے بیٹے کے بارہ میں بھی پیش گوئیاں پائی جاتی ہیں۔

یہود کی شریعت کی کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ:

It is also said that he (The Messiah) shall die, and his kingdom descent to his son and grandson.

ترجمہ: یہ بھی ایک روایت ہے کہ مسیح (موعودؑ) کے وفات پانے کے بعد اسکی بادشاہت (یعنی آسمانی بادشاہت) اس کے فرزند اور پھر اس کے پوتے کو ملے گی۔(طالمود، باب پنجم از جوزف بارکلے ایل۔ایل۔ڈی مطبوعہ لندن 1879ء صفحہ 37)

مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا: يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ

(مشکوٰۃ کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث جلد سوم ترجمہ صفحہ 49 حدیث 5272/4)

یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو وہ شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو پوتے کی بشارت

اس بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو کئی الہام ہوئے۔مارچ 1906ء میں الہام ہوا: اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ (ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا)

(روزنامہ الفضل ربوہ صفحہ 1، 12 مارچ 1983ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ستمبر 1907ء میں اس موعود بیٹے کے بارے میں بتایا گیا' اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ یعنی ہم تجھے ایک حلم والے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔''

یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بارے میں عظیم خدائی بشارات ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ صفحہ 1 جلد 37/72 شمارہ نمبر 59، 12 مارچ 1983ء، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر)

''(الغرض) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ صحف سابقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی پیشگوئیوں اور متعدد بشارتوں کے مصداق تھے اور اپنی اس مخصوص حیثیت اور مقام کے لحاظ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں موعود بیٹے نافلہ موعود اور موعود خلیفہ ہونے کے علاوہ ناصر الدین کے نہایت معزز آسمانی لقب سے ملقب تھے۔پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہونے کی وجہ سے آپ کی خلافت کا زمانہ خود حضرت المصلح موعود کا ہی زمانہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے منصب جلیل پر فائز کر کے ممتد کر دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی صفات خاصہ ایک رنگ میں آپ کے وجود میں بھی جلوہ گر ہوئیں۔چنانچہ تعلق باللہ اور قرب الٰہی کی نعمتوں سے آپ کو حصہ وافر عطا ہوا،علوم ظاہری وباطنی آپ کو عطا کئے گئے،اور خاص طور پر اولوالعزمی آپ کو بطور نشان ودیعت ہوئی۔اسی لئے حضرت مصلح موعود کے زیر عہد خلافت کی برکات خاصہ کے ظہور کا سلسلہ آپ کے عہد خلافت میں بڑی شان کے ساتھ جاری وساری رہا۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ صفحہ 2، 12 مارچ 1983 حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر)

پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مصداق ہونے کا اعلان

خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قیام لاہور کے دوران 5-6 جنوری 1944ء کو ایک عظیم الشان رؤیا کے ذریعہ آپ پر یہ انکشاف فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 20 فروری 1886ء کو جس موعود بیٹے کی پیدائش کا اعلان ہوشیار پور کی سرزمین سے فرمایا تھا اور جس کے متعلق یہ بتایا گیا تھا کہ وہ مسیحی نفس ہوگا، جلد جلد بڑھے گا، علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی وغیرہ وغیرہ، اس پیشگوئی کے مصداق آپ ہی ہیں۔

خدائے ذوالعرش کے اس انکشاف کے بعد حضرت مصلح موعودؓ 27 جنوری 1944ء کو قادیان تشریف لائے اور اگلے روز 28 جنوری 1944ء کو مسجد اقصیٰ قادیان کے منبر پر رونق افروز ہوکر ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پہلے تو اپنی تازہ رؤیا باتفصیل بیان فرمائی اور پھر یہ پرشوکت اعلان فرمایا کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد اپنا رؤیا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا وہ یہ ہے۔وَاَنَا الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِيْلُهٗ وَ خَلِيْفَتُهٗ اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اسکا مثیل اور اسکا خلیفہ ہوں۔(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 512-519، ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا فروری 2015ء صفحہ 7-8)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل تھے

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعض رؤیا اور کشوف بھی ہیں جن سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح مبشر اولاد کی بشارتیں دی گئیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبشر اولاد کی بشارتیں ملی تھیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ابھی تین سال کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہاماً بتادیا تھا کہ:

''طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا''

(ایک مرد خدا، صفحہ 208)

جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت کا تعلق ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1984ء میں اضطراری طور پر ہجرت فرمائی تو اس ہجرت کے بارہ میں آپؒ نے مکرمہ صالحہ صفی صاحبہ (بنت مولانا عبدالکریم صاحب آف لندن) کی ایک رؤیا کا ذکر کیا۔بہرحال 29 اپریل 1984ء کو آپؒ نے اضطراری حالات میں پاکستان سے انگلستان کیلئے ہجرت فرمائی اور خدا تعالیٰ کی خاص اعجازی حفاظت میں 30 اپریل 1984ء کو بخیریت لندن پہنچ گئے۔الحمدللہ۔

(ماخوذ از احمدیہ گزٹ کینیڈا، فروری 2013ء صفحہ 20)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے متعلق فرماتے ہیں:

''میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسکی خبر دی تھی۔گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور

خلافت کے درمیان کا مقام ہے اور یہ موقع ایسا نہیں کہ جماعت احمدیہ اسے رائیگاں جانے دے اور پھر خداتعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائے۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے روز نہیں آتے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان کارناموں پر ایک سرسری نظر

حضرت مسیح موعودؑ کا وصال اور آپ کا عزم:

جب 26 مئی 2008ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضائے الٰہی کے تحت اس دنیا سے کوچ فرمایا تو یہ وہ نازک وقت تھا کہ ہر فرد جماعت غم سے نڈھال اور فکرمند تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ ایسے موقعہ پر ایک نوجوان جس کی عمر 19 سال تھی وہ آپ کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑا ہو کر باآواز بلند یہ عہد کرتا ہے کہ:

''اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔'' (تاریخ احمدیت، جلد سوم، صفحہ 560)

واقعی میں یہ عہد آپ کی اولوالعزمی اور غیرت دینی کی ایک روشن دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپؓ نے اس عہد کو خوب نبھایا اور آپ کے حق میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ ''زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔''

منکرین خلافت کا فتنہ:

خلافت ثانیہ میں اٹھنے والا پہلا فتنہ منکرین خلافت کا فتنہ تھا۔ یہ لوگ جماعت سے کٹ کر پیغامی کہلائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ 13؍ مارچ 1914ء کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے تو جماعت پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ احباب مسجد نور قادیان میں جمع تھے تو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مختصر سی تقریر کی اور فرمایا:

''یہ ایک نازک وقت ہے اور جماعت کیلئے ایک بھاری ابتلاء کی گھڑی درپیش ہے۔ سب لوگ گریہ وزاری کے ساتھ اپنے خدا کے حضور دعائیں کریں کہ وہ اس اندھیرے وقت میں جماعت کیلئے روشنی پیدا فرمائے اور ہمیں ہر رنگ میں ٹھوکر سے بچا کر اس راستہ پر ڈال دے جو جماعت کیلئے بہتر اور مبارک ہے...... اس تقریر نے سکینت اور تسلی کی ایک لہر دلوں میں دوڑا دی اور سبھی اپنے خدا کے حضور جھکتے ہوئے اسی سے فضل کی التجا کرتے ہوئے عاجزانہ دعاؤں میں لگ گئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے منکرین خلافت کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ خلافت کے اصول کو تسلیم کر لیں پھر چاہے خلیفہ جو بھی بن جائے ہم سب دل و جان سے اسکی اطاعت کریں گے۔ مولوی محمد علی صاحب نے کسی کی ایک نہ مانی...... تو 14 مارچ 1914ء بروز ہفتہ قادیان میں حاضر الوقت احمدی احباب عصر کی نماز کے بعد انتخاب کیلئے مسجد نور میں جمع ہوئے۔ دو ہزار کا مجمع تھا۔ پورے مجمع نے بالاتفاق اور بالاصرار اور دل و جان کے ساتھ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

انتخاب کے بعد آپؓ نے مجمع عشاق خلافت کو خطاب فرمایا۔ اس میں سے صرف چند سطور آپ کے سامنے رکھتا ہوں حضور نے فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا جو اجماع ہوا وہ خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوئی جب وہ خلافت محض ملوکیت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تو گھٹتی گئی یہاں تک کہ اب جو اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو۔ تیرہ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے...... پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔''

بالآخر تقدیر الٰہی نے خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ کے سنگم پر منکرین خلافت کی جڑوں کو قادیان کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکا...... اپنی باون سالہ خلافت کے درخشندہ دور میں بھی آپ نے خلافت احمدیہ کے استحکام کیلئے عظیم الشان جدوجہد کی...... وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا کا وعدہ ایک بار پھر پورا ہوا ایک بار پھر یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ اسلام کی زندگی اسکی تمکنت اور اسکا امن ہمیشہ کیلئے نظام خلافت سے وابستہ ہو چکا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''پیغامی کس زور سے اٹھے کس شان سے اٹھے کن زبردست ارادوں سے اٹھے۔ کیا کیا تدبیریں تھیں جو انہوں نے ہمیں زیر کرنے کیلئے اختیار نہ کیں اور کیا کیا منصوبے تھے جو انہوں نے ہمیں ذلیل کرنے کیلئے نہ باندھے جو شوکت اور جو رتبہ اس وقت ان لوگوں کو جماعت میں حاصل تھا آج جو بعد میں آنے والے ہیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے...... جماعت کی تمام اہم چیزیں انہی کے قبضہ میں تھیں جب کہ جماعت کے تمام اہم ادارے انہی کے پاس تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ مجھ پر الہام نازل کیا اور فرمایا کہ ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے''

خلافت ثانیہ میں اٹھنے والا دوسرا فتنہ مستریوں کا فتنہ تھا اور تیسرا فتنہ مصریوں کا فتنہ تھا یہ دونوں فتنے اپنی موت آپ مر گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی انتھک محنت اور کاوش اور طویل تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ جماعت احمدیہ کے اندر خلافت کا قیام ایسا واضح ہو گیا اور قلوب کی گہرائیوں میں اسکے شجرۂ طیبہ کی جڑیں ایسی مضبوطی کے ساتھ پیوستہ ہو گئیں کہ فتنوں کی تیز و تند آندھیاں پھر کبھی ان کے پائے ثبات کو لرزا نہ سکیں۔ (ماخوذ از دو ماہی انصار اللہ قادیان جنوری/فروری 2003 صفحہ 17 تا 21)

ہر کام کو احسن رنگ میں سرانجام دینے کیلئے پلاننگ اور تنظیم کی صلاحیت کمال درجہ تک اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اپنی جناب سے عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ آپؓ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے ایک ماہ بعد احمدی نمائندگان کی ایک خصوصی مجلس شوریٰ طلب فرمائی۔ غور و فکر، مشورہ اور دعاؤں کے بعد آپؓ نے تدریجی، اصلاحی، تنظیمی اور تبلیغی کاموں کا بیک وقت آغاز کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت ثانیہ میں مجموعی طور پر 46 ملکوں میں جماعت کو تبلیغی مراکز قائم کرنے کی توفیق ملی۔ بیرونی ممالک میں 311 مساجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ آپ نے جماعت کو تحریک کی کہ نوجوان خدمت دین کیلئے اپنی زندگیاں اس طور پر وقف کریں کہ ان کا کوئی مطالبہ نہیں ہوگا اور وہ ہر کام کیلئے ہمیشہ تیار رہیں گے۔ یہ انقلابی تحریک تھی۔ آپ نے اپنا قابل تقلید نمونہ بھی پیش فرمایا اور فرمایا کہ:

''میرے تیرہ (13) لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کیلئے وقف ہیں۔''

چنانچہ آپؓ کے دور میں 164 واقف زندگی مجاہدین نے دیار غیر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے آپؓ نے افریقن ممالک کی طرف توجہ فرمائی کیونکہ وہاں تعلیمی اور طبی سہولتوں کا فقدان پایا جاتا تھا۔ آپ کے دور خلافت میں 24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز، اسکولز اور کالجز کا قیام ہوا۔ 28 دینی مدارس جاری ہوئے اور 17 ہسپتالوں کا قیام عمل میں آیا۔ (ملخص از الفضل انٹرنیشنل 19 فروری تا 25 فروری 2010 صفحہ 9)

جماعت کے نظام کو مستحکم اور منظم کرنے کا عظیم الشان کارنامہ:

اس کام کی فہرست بہت طویل ہے۔ جماعت کے انتظامی ڈھانچہ کو مستحکم کرنے کیلئے آپ نے 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کے نظام کو وسعت دی۔ جماعت کے مردوں اور عورتوں کو مختلف ذیلی تنظیموں میں تقسیم کر کے اپنے اپنے دائرہ کار میں متحرک اور فعال بنانا بھی آپؓ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ 1922ء میں لجنہ اماء اللہ اور 1928ء میں ناصرات الاحمدیہ کا نظام قائم فرمایا۔ خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء میں ہوا جبکہ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم 1940ء میں بنائی گئی۔ اسی سال مجلس انصار اللہ کا قیام بھی عمل میں آیا۔ نظام خلافت کے بعد مجلس شوریٰ کا نظام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسکا آغاز 1922ء سے فرمایا۔ آپ نے باقاعدہ وقف زندگی کی تحریک 1917ء میں کی اور ان واقفین کی تعلیم و تربیت کیلئے 1928ء میں جامعہ احمدیہ قائم فرمایا۔ دار القضاء کا قیام 1925ء میں عمل میں آیا۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 19، 25 فروری 2010 صفحہ 12)

شدھی کی تحریک کے موقع پر آپ کا عظیم کارنامہ:

''بیسویں صدی کے اوائل میں بعض مخلص مسلمان رہنماؤں کو یہ رُوح فرسا خبر ملی کہ ندوۃ العلماء اور علی گڑھ کی ''مسلم یونیورسٹی'' کے اردگرد بسنے والے بعض ملکانہ راجپوتوں کو ہندو پنڈت ''شدھ'' کر کے اسلام سے منحرف کر رہے ہیں......

مارچ 1923ء کی ایک نامسعود صبح مسلمانانِ ہند پر اس حال میں طلوع ہوئی کہ آریہ سماجی رہنما اپنی فتح کے شادیانے بجا رہے تھے اور اسلام کا شدید معاند شردھانند بڑے فخر سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ

''نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں ...... ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔''

یہ اعلان کیا تھا ایک بم کا خوفناک دھماکہ تھا جس نے مسلمانان ہند کو شرق سے غرب تک ہلا کر رکھ دیا اور اس عجیب حال میں بیدار کیا کہ سینے چاک اور دل فگار تھے۔'' (سوانح فضل عمرؓ، جلد دوم، صفحہ 311 تا 312، مطبوعہ 2006ء قادیان)

چنانچہ مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچانے کیلئے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جو کارنامہ سرانجام دیا اس تعلق میں محض دو اخبارات کے حوالے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اور ہندوؤں دونوں کو اعتراف تھا کہ جماعت احمدیہ کے امام سیدنا مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس تعلق میں جو اسلامی غیرت کا مظاہرہ کیا ہے اور جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ کسی اسلامی جماعت کو انجام دینے کی توفیق نہیں ملی۔

اخبار زمیندار لاہور نے 29؍ جون 1923ء کی اشاعت میں یہ اعتراف کیا کہ

''قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے۔ ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر بغیر مصارف سفر و طعام حاصل کئے میدان عمل میں گامزن ہے۔ شدید گرمی اور لُوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں۔''

''آریہ پتریکا بریلی نے یکم اپریل 1923ء کی اشاعت میں لکھا:

اس وقت ملکانے راجپوتوں کو...... اپنی پُرانی راجپوتوں کی برادری میں جانے سے باز رکھنے کیلئے (یعنی مرتد ہونے سے بچانے کیلئے۔ ناقل) جتنی اسلامی انجمنیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں ان میں احمدیہ

جماعت قادیان کی سرگرمی اور کوشش فی الواقع قابل داد ہے۔''

(سوانح فضل عمرؓ، جلد دوم، صفحہ 328، 331 ، مطبوعہ 2006ء قادیان)

احرار کی مخالفت اور ناکامی اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدائی تائید:

ایک ابتلاء 1934ء میں احرار کی مخالفت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جماعت احمدیہ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنے کے ساتھ ان کے لیڈر یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جماعت احمدیہ اب چند دنوں کی مہمان ہے اس وقت کی حکومت بھی ان کی پشت پناہی کررہی تھی۔

''حضرت مصلح موعودؓ کی ڈاک پر سنسر شپ بٹھا دی، یہ گویا جماعت احمدیہ کے مقدس امام کی ایک قسم کی ناکہ بندی تھی جس سے حکومت کا مقصد واضح تھا کہ وہ کسی نہ کسی بہانے سے حضورؓ پر گرفت کرنے پر تلی ہوئی تھی......تب ڈاک ہی نہیں بلکہ حضورؓ کے منہ سے نکلنے والے ایک ایک حرف پر نگاہ رکھی جاتی تھی، آپ کے خطبات اور تقاریر کو زبردست ناقدرانہ نگاہ سے دیکھا اور پرکھا جاتا تھا، سی آئی ڈی کے افسر ہر وقت پیچھے لگے رہتے تھے۔ حکومت کے افسر اور گورنر روزانہ میٹنگ اور مشورے کرتے تھے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات ہاتھ لگ جائے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔'' (الفضل انٹرنیشنل، 16 تا 22 فروری 2021، مصلح موعود نمبر، صفحہ 56 کالم 4)

ایسے نازک وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس فتنہ کے نتائج جماعت کیلئے زیادہ کامیابی اور ترقیات کا موجب ہونگے۔'' (الفضل، 12 جنوری 1935ء)

پھر فرمایا: ''خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ اس نے مجھے جس راستے پر کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک لے جانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں۔ ان کے مقابلے میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے ہیں اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے انکی موت نظر آرہی ہے۔''

(الفضل، 20 مئی 1935ء)

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں مسجد شہید گنج لاہور کا معاملہ اٹھ کھڑا ہوا اور احرار کیلئے ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ ان کو سخت ذلت کا منہ دیکھنا پڑا اور ناکام و نامراد ہونا پڑا اور احمدیت کی ترقی کا یہ سامان ہوا کہ خدا نے وہ ذرائع جن سے اسلام و احمدیت کا دفاع اور ترقی ہونا مقصود تھا حضورؓ کو القاء کئے چنانچہ آپ نے تحریک جدید جیسی اہم تحریک کو جاری کیا جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو وہ عظمت حاصل ہوئی جس کو دیکھ کر سب لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہیں گی۔ (ماخوذ از ہفت روزہ بدر قادیان مصلح موعودؓ نمبر، 16 فروری 1984ء صفحہ 10)

تقسیم برصغیر کے وقت آپ کا کارنامہ:

برصغیر ہند و پاک کی تقسیم کے وقت ''......مرکز احمدیت قادیان اور پنجاب کے دوسرے اضلاع میں رہنے والے احمدیوں کو بھی وہاں سے ہجرت کرنا پڑی اور پاکستان جانا پڑا......قتل و غارت اور ظلم وسفا کی کے ماحول میں تبادلہ آبادی کا یہ دردناک سانحہ پیش آیا...... جماعت کو اپنے اولوالعزم مصلح موعودؓ نے کمال فراست سے نہایت ضبط اور اعلیٰ انتظام کے تحت بخیر و عافیت پاکستان پہنچایا...... دوسرے عام اور غیر منظم مسلمان لاکھوں کی تعداد میں مارے گئے اور جو گرتے پڑتے لٹ لٹا کر وہاں پہنچے بھی تو ان کی حالت زار نا گفتہ بہ تھی اور ایسے مہاجرین مدتوں مہاجر کیمپوں میں نہایت درجہ خستہ حالات میں پڑے رہے اور حکومت بھی اٹھارہ سال تک ان کی آبادکاری نہ کرسکی اس کے مقابل پر جماعت احمدیہ کے خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت قلیل عرصے کے اندر ضلع جھنگ میں چنیوٹ کے نزدیک ایک وسیع مگر ویران بے آب و گیاہ بنجر علاقہ حکومت وقت سے خرید کر وہاں اجتماعی طور پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنی خداداد انتظامی قابلیت کی بدولت اکثر احمدی مہاجرین کو ایک خاص سکیم کے تحت وہاں آباد کردیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس میں شامل نہ ہوتی تو ایک بے آب و گیاہ بنجر اور ویران علاقہ ایک سرسبز اور متمدن شہر میں کیسے تبدیل ہوتا جس میں موجودہ زمانے کی تمام سہولیات میسر ہیں۔''

(ماخوذ از ہفت روزہ بدر قادیان مصلح موعودؓ نمبر 16 فروری 1984ء صفحہ 10 کالم 3)

جنگل کو منگل، ویرانہ کو آبادی اور بہترین شہر میں تبدیل کردینا، ساری ضروریات زندگی کا دستیاب ہونا اور اسی شہر سے ساری دنیا کی راہنمائی اور نگرانی کرنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ چنانچہ حضورؓ خود فرماتے ہیں:

''میں حیران ہوں کہ وہ کونسی طاقت ہے جس نے تمہیں یہاں لاکر آباد کردیا ہے۔ اسے دیکھ کے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو جنگل میں لاکر آباد کیا تو خدا نے وہ دائمی شہر آباد کردیا اور یہ وہ جگہ تھی جسکو حکومت اور کئی قومیں آباد کرنے میں ناکام ہوچکی تھیں۔''

(ماخوذ از مشکوۃ ماہنامہ قادیان، جنوری فروری 2008ء صفحہ 41)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 18 ستمبر 1894ء کو الہام ہوا

''داغ ہجرت''

(تذکرہ، صفحہ 656، مطبوعہ قادیان 2006ء)

اللہ تعالیٰ نے ''داغ ہجرت'' کا الہام حضرت مصلح موعودؓ کی بابرکت قیادت میں پورا کیا اور جماعت کو ایک نیا مرکز ربوہ عطا کیا اور یہ دھکا جو ہجرت کا دھکا تھا، سب نے یہی محسوس کیا تھا کہ جماعت کی جڑیں ہل گئی ہیں لیکن آج دنیا نے دیکھ لیا کہ جماعت احمدیہ 213 ممالک میں احمدیت کا پیغام پہنچا رہی ہے۔

1921ء میں حنفی اور اہل حدیث علماء کا فتنہ:

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''1921ء میں حنفی اور اہل حدیث مسلک کے علماء نے مشتہر کہ اعلان کیا کہ وہ قادیان کو فتح کرنے کیلئے وہاں ایک مشترکہ جلسہ کریں گے۔ دیگر اعلانات کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ہم مرزا صاحب کی قبر کھود کر دیکھیں گے اور اگر ان کے جسم کو قبر میں کوئی گزند نہ پہنچا ہو تو ہم ان کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کرلیں گے۔ ایسے اعلانات کی وجہ سے حفظ امن اور شعائر اللہ کی حفاظت کے متعلق جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوگئی......مخالفین کا جلسہ صبح سے رات گئے تک جاری رہتا......اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان تین دنوں میں حضورؓ کو نیند کیلئے کوئی وقت میسر آیا کہ نہیں۔''

حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ

مخالفین نے جماعت کے سپہ سالار کو ختم کرنے کیلئے ایک شخص کو بھجوایا اور 10 مارچ 1954ء کو اس بدبخت نے آپ پر چاقو سے حملہ کرکے آپ کی گردن پر بہت گہرا زخم لگایا۔ پیشگوئی مصلح موعود میں حضور رضی اللہ عنہ کو ''فضل عمر'' بھی کہا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ پر بھی حملہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مشابہت بھی پوری کردی۔

معزز قارئین! یہ تھے حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے چند ایک واقعات۔ آپ نے خدائی تائید و نصرت سے شدید مخالفت اور خطرات کے طوفانوں میں کمال فراست، نہایت ضبط اور اعلیٰ انتظام کے تحت مخالفین کی ہر ناپاک کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اپنوں اور غیروں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا کہ: ''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا''۔ ''خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا'' اور اولوالعزمی کے اس پیکر کو غیروں نے بھی خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولوالعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زمرہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپ کے ثبات قدم سے متاثر ہوکر لکھتے ہیں:

''مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کرکے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کردیا ہے۔''

(ماخوذ از ہفت روزہ بدر قادیان، 9 فروری 2012ء، صفحہ 15 کالم 1 تا 2)

معزز قارئین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور پیشگوئی مصلح موعود کے پورے ہونے کی روشن دلیل کیلئے تو آنکھیں کھول کر دیکھنا ہوگا۔ جیسے جب آفتاب چمک رہا ہو تو کوئی آنکھیں بند کرلے تو ایسے انسان کا علاج کیا جائے؟ ذرا غور کریں! کیسے کیسے حالات پیدا کئے گئے۔ جماعت کے سپہ سالار خلیفہ وقت کو ختم کرکے ہمیشہ کیلئے جماعت احمدیہ کو مٹانے کا عزم لیکر نکلنے والے آج خود ہی مٹ گئے۔ اور آئندہ بھی کوئی سربراہ حکومت جماعت احمدیہ مسلمہ کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کا انجام بھی فرعون جیسا ہوگا۔ آج خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقیات کی منازل طے کررہی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ (انشاء اللہ)

حضرت مصلح موعودؓ کے بعد آنے والے خلفائے احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بھی دنیا کے سامنے ہے۔ محترم ثاقب زیروی صاحب نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے ایسے ستم برپا کرنے والوں کے انجام کا کہ:

پستے ہیں بالآخر وہ اک دن اپنے ہی ستم کی چکی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی یادیں

حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں: ''وہ پاک روح جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا جس کا اس دنیا میں آنا ازل سے مقدر تھا......جس کی برکتوں سے قوموں نے زندگی پائی، وہ اس دنیا میں آیا ایک کمزور بچہ کی شکل میں جس کی صحت خاصی کمزور تھی۔ آنکھیں دکھتی رہتی تھیں۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی عارضہ لگا رہتا تھا۔ پڑھائی کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ اسکولوں کے امتحان میں سے شاید کوئی بھی امتحان پاس نہ کرسکا۔ دنیاوی نقطہ نگاہ سے کسی کو خیال بھی نہ آسکتا تھا کہ یہ بچہ کوئی بڑی ہستی بنے گا۔ لیکن خدا کا وعدہ تھا وہ جلد جلد بڑھے گا ہم اپنی روح اس میں ڈالیں گے۔ خدا کے فضل کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ دنیا کی نظر میں یہ سب باتیں انہونی تھیں......وہ ناتواں بچہ جب اپنی جماعت کی پتوار ہاتھ میں سنبھالتا ہے تو ساری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہوگیا۔ قوموں کو للکارا۔ دشمنوں کو شکست دی ہر مشکل پر فتح پائی۔ ہر روک دور ہوئی۔ منجدھار میں سے اپنی کشتی کو نکالتا ہوا ساحل تک لے آیا۔ خدا کی بات پوری ہوئی۔ دنیا کے کونے کونے تک (دین حق) کا پیغام پہنچایا۔ ملک ملک میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ بھٹکی ہوئی روحوں نے اسکے ذریعہ اپنے ربّ سے تعلق قائم کیا۔ دنیا کے ہر کونہ سے اس کیلئے سلامتی کی دعائیں بلند ہوئیں......آپ کی ساری زندگی ایک عظیم الشان جدوجہد کی زندگی تھی......آپکا عظیم الشان کارنامہ استحکام خلافت ہے۔ جماعت کے ہر فرد مرد عورت اور بچے کے دل میں یہ ایمان پیدا کردیا کہ......ترقی، وحدت قومی کے ساتھ وابستہ ہے اور وحدت قومی کی جان خلافت ہے......

حضرت سیدہ موصوفہ اس مبارک وجود کی مدحت شان میں فرماتی ہیں: ''اے جانے والے تیرا نام ہی محمود نہ تھا تیرا کام بھی محمود تھا۔''

(ماہنامہ انصار اللہ فروری 2001ء صفحہ 10، 11)

اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا

''اللہ تعالیٰ نے ہی آپؓ کو مصلح موعود کے مقام پر فائز فرمایا تھا جو باون عظیم الشان پیشگوئیوں کا مظہر تھا جو باون سال تک اپنی جلالی اور جمالی شان کے ساتھ مسند خلافت پر جلوہ افروز رہا۔ جس کے بارہ میں

ایک پیشگوئی یہ بھی تھی کہ ’’نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا‘‘ اور یہ پیشگوئی اپنی پوری شان و شوکت سے پوری ہوئی......‘‘

(ماخوذ از احمدیہ ماہنامہ گزٹ کینیڈا فروری 2012ء صفحہ 21 کالم 1، 2)

اچھل کود میں اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

’’بے شک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ میں کہتا ہوں آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہئے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا بے شک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو۔ لیکن میں کہتا ہوں اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو۔‘‘ (الموعود، انوار العلوم، جلد 17، صفحہ 648)

وہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟

آپؓ فرماتے ہیں:

شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفےٰ ہو

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق دے۔ آمین!

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 28 دسمبر 1961ء کو جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’میرا نام ہمیشہ دنیا میں قائم رہے گا!‘‘

’’میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام ہمیشہ دنیا میں قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا۔ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔‘‘

(روح پرور خطاب صفحہ 15، ہفت روزہ بدر قادیان 16 فروری 1984ء، مصلح موعود نمبر صفحہ 2)

جلسہ یوم مصلح موعودؓ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی جدائی کا عرصہ نصف صدی سے زائد کا ہے۔ دنیا میں بسنے والی ہر ملک اور ہر خطہ کی احمدی مسلم جماعتیں ہر سال پر خلوص جذبہ اخلاص و وفا کے ساتھ موعود خلیفہ کی یاد میں جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کرتی ہیں۔ اس طرح آپ کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا کہ یہ ’’پرشوکت پیشگوئی تھی۔‘‘ آپ فرماتے ہیں: ’’بہر حال یہ پرشوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اسکے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا، مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر ہمیشہ ہمیش رحمتیں نازل کرتا چلا جائے اور ہم سب فرزندان احمدیت کو آپؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا اللہ تعالیٰ کی پیار کی نظر ہم سب پر ہو۔ آمین

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اخبار بدر کے شماروں کی حفاظت کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی یادگار اخبار ’’اخبار بدر‘‘ 1952ء سے لگاتار قادیان دارالامان سے شائع ہو رہا ہے، اور احباب جماعت کی دینی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔ اس میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ ﷺ، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات و تحریرات کے علاوہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ خطبات جمعہ و خطابات، روح پرور پیغامات، خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب اور حضور پر نور کے دورہ جات کی نہایت ایمان افروز اور دینی و دنیاوی علم کے خزانوں سے بھرپور رپورٹس شائع ہوتی ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنا، ان کو دوسروں تک پہنچانا، ان پر عمل کرنا اور ان کے ذریعہ اپنی اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ان تمام مقاصد کے حصول کیلئے اخبار بدر کے شماروں کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھنا ہم سب کی اہم ذمہ داری ہے۔

دینی تعلیم و تربیت پر مشتمل یہ مقدس اخبار تقاضا کرتا ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ لہٰذا اس کو ردّی میں فروخت کرنا اس کے احترام کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اگر اس کو سنبھالنا ممکن نہ ہو تو احتیاط کے ساتھ اس کو تلف کریں تاکہ ان مقدس تحریرات کی بے حرمتی نہ ہو۔ امید ہے کہ احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے ان امور کو ملحوظ رکھیں گے۔ (ادارہ)

قرآن ہی دوا ہے

منظوم کلام سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

گناہ گاروں کے دردِ دل کی بس اک قرآن ہی دوا ہے
یہی ہے خضرِ رہِ طریقت یہی ہے ساغر جو حق نما ہے

ہر اک مخالف کے زور و طاقت کو توڑنے کا یہی ہے حربہ
یہی ہے تلوار جس سے ہر ایک دیں کا بدخواہ کانپتا ہے

تمام دنیا میں تھا اندھیرا کیا تھا ظلمت نے یاں بسیرا
ہوا ہے جس سے جہان روشن وہ معرفت کا یہی دیا ہے

نگاہ جن کی زمین پر تھی نہ آسماں کی جنہیں خبر تھی
خدا سے اُن کو بھی جا ملایا دکھائی ایسی رہِ ہدیٰ ہے

بھٹکتے پھرتے ہیں راہ سے جو، انہیں یہ ہے یار سے ملاتا
جواں کے واسطے یہ خضرِ رہ ہے، تو پیر کے واسطے عصا ہے

مصیبتوں سے نکالتا ہے بلاؤں کو سر سے ٹالتا ہے
گلے کا تعویذ اسے بناؤ، ہمیں یہی حکمِ مصطفیٰ ہے

یہ ایک دریائے معرفت ہے لگائے اس میں جو ایک غوطہ
تو اس کی نظروں میں ساری دنیا فریب ہے جھوٹ ہے دغا ہے

خدا سے میری یہ ہے شفاعت کہ علم و نور و ہدیٰ کی دولت
مجھے بھی اب وہ کرے عنایت یہی مری اُس سے التجا ہے

رہِ خدا میں ہی جاں فدا ہو، دل عشقِ احمدؐ میں مبتلا ہو
اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو، یہی مرے دل کا مدعا ہے

(کلام محمود)

بقیہ رپورٹ دورہ حضور انور از صفحہ 33

پہنچنے تک سارے سفر میں قافلہ کے ساتھ رہے۔

امریکہ سے مکرم منعم نعیم صاحب چیئر مین ہیومینٹی فرسٹ امریکہ اس سارے سفر کے دوران سفری انتظامات کیلئے بطور ڈیوٹی قافلہ کے ساتھ رہے۔ امیر صاحب امریکہ نے ان کو بھی سفر کے آغاز سے دو روز قبل یو.کے بھجوایا تھا۔ جہاں سے یہ قافلہ کے ساتھ ہی روانہ ہوئے اور پھر واپس اسلام آباد یو.کے پہنچنے تک قافلہ کے ساتھ رہے۔

درج ذیل خوش نصیب افراد کو امریکہ میں قیام کے دوران قافلہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ احباب حضور انور کے امریکہ پہنچنے سے دو تین روز قبل اپنے انتظام کے تحت امریکہ پہنچے تھے اور پھر وہاں سے حضور انور کی ہدایت کے مطابق قافلہ میں شامل ہوئے۔

مکرم ڈاکٹر عبد المومن جدران صاحب، مکرم محمد احمد صاحب، مکرم ندیم احمد امینی صاحب، مکرم ملک سجاد احمد صاحب، ایم.ٹی.اے (MTA) انٹرنیشنل یو.کے کے درج ذیل ممبران نے امریکہ سے بعض پروگراموں کی Live ٹرانسمیشن اور مختلف پروگراموں کی کوریج اور ریکارڈنگ کیلئے اس دورہ میں شمولیت کی توفیق پائی۔

مکرم منیر عودہ صاحب ڈائریکٹر MTA پروڈکشن، توقیر احمد مرزا صاحب، عدنان زاہد صاحب، زکی اللہ احمد صاحب، کرنل شاہد احمد صاحب۔

MTA افریقہ کے تحت افریقن ممالک اور افریقن میڈیا میں اس دورہ کی کوریج کیلئے مکرم عمر سفیر صاحب ڈائریکٹر MTA افریقہ نے شمولیت کی سعادت پائی۔

ریویو آف ریلیجنز کے تحت اس دورہ کی کوریج کیلئے مکرم عامر سفیر صاحب ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز نے شمولیت کا شرف پایا۔

مرکزی شعبہ مخزن تصاویر سے مکرم عمیر علیم صاحب انچارج شعبہ اور غدیر احمد صاحب نے شمولیت کی سعادت پائی اور مکرم عمیر علیم صاحب بحیثیت ممبر قافلہ کے ساتھ رہے۔

علاوہ ازیں مکرم فرہاد احمد صاحب مربی سلسلہ (MTA News) نے شعبہ ’’پریس اینڈ میڈیا آفس یو.کے‘‘ کے تحت اس دورہ میں شمولیت کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کیلئے یہ سعادت مبارک فرمائے۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا خداداد علمِ قرآن اور خدمتِ قرآن

(مامون الرشید تبریز، نائب انچارج شعبہ تاریخ احمدیت قادیان)

انسان کی طبیعت میں یہ بات خدا تعالیٰ نے ودیعت کی ہوئی ہے کہ جس چیز سے اسے محبت ہو اس کے بارے میں ہر طرح سے تحقیق کرتا ہے کہ اسکی معرفت حاصل ہو جائے۔ اگر ہم قرآن کریم کی بات کریں تو اس سے محبت کا دعویٰ کرنے والا بھی یقیناً ایسا ہوگا جو قرآن کریم کے لفظ لفظ پر غور کرنے والا اور ان میں سے معرفت الٰہی کے نکات چننے والا ہوگا۔ پھر ایسا وجود ہی خدمت قرآن کر سکتا ہے جسے قرآن کریم سے بے پناہ محبت ہو اور ایک زکی نفس رکھتا ہو۔ اسکے بغیر قرآن کریم میں موجود روحانی علوم کی عقدہ کشائی ممکن نہیں۔ چنانچہ یہ وہ پیمانہ ہے جو ایک عاشق قرآن کیلئے ہے اور زمانہ گواہ ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسی پیمانہ کے مطابق ایک سچے عاشق قرآن تھے۔

قارئین کرام! عشق سر چڑھ کر بولتا ہے اور آپؓ کے عشق قرآن کے نتیجہ میں ہمیں آپؓ کے ذریعہ قرآن کریم کے وہ علوم حاصل ہوئے جن سے مسلمان اب تک بے بہرہ ہیں۔ پیشگوئی مصلح موعودؓ میں ذکر ہے کہ مصلح موعودؓ کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ ہم جب سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بیس یا اکیس سال کی چھوٹی عمر میں ہی آپؓ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور آپؓ کے مخاطبین اُس وقت کے جلیل القدر صحابہ کرام تھے جن میں سے قرآنی علوم کے ماہرین اور ہندوستان کے بڑے بڑے علمی اداروں سے تعلیم یافتہ بزرگان تھے۔ ایسے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1910ء میں قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور وسط 1913ء سے آپ نے دن میں دو دفعہ درس دینا شروع کر دیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 23 سال کے قریب تھی۔ آپؓ نماز فجر اور ظہر کے بعد درس دیا کرتے تھے۔ (بحوالہ سوانح فضل عمر، جلد 1، صفحہ 301، مطبوعہ قادیان 2005ء)

آپؓ نے اپنا پہلا خطبہ جمعہ 29/جولائی 1910ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ارشاد فرمایا۔ جس میں آپؓ نے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ کی اچھوتی اور ایمان افروز تفسیر بیان فرمائی۔

ہندوستان کے نامور عالم اور وقائع نگار مولانا عبد الماجد دریابادی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا:

’’قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوا العزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔‘‘

(سوانح فضل عمر، جلد 3، صفحہ 168)

خدمت قرآن میں آپ کی مایۂ ناز تفسیر جسے ’’تفسیر کبیر‘‘ اور ’’تفسیر صغیر‘‘ کے نام سے عالم احمدیت میں جانا جاتا ہے، غیروں کی زبان پر بھی آپؓ کی تعریف کے کلمات جاری کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور عالم ادیب علامہ نیاز فتح پوری مرحوم و مغفور کے مطالعہ میں جب حضرت مصلح موعود کی تفسیر کبیر سورہ ہود آئی تو آپ پھڑک اٹھے اور وجد کی کیفیت میں آپ نے برملا اس کا یوں اظہار کیا:

’’تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔ جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کے تجرعلمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال، اسکے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہوگیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے، اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔‘‘ (ایضاً صفحہ 163)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق قرآن کریم کا علم خدا تعالیٰ نے سکھایا۔ بچپن سے ہی آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآنی علوم سکھانے شروع کر دیئے تھے۔ خود سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’مَیں چھوٹا ہی تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا مَیں مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوں اور سامنے میرے ایک وسیع میدان ہے۔ اس میدان میں اس طرح کی ایک آواز پیدا ہوئی جیسے برتن کو ٹھکورنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ آواز فضا میں پھیلتی گئی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا وہ سب فضا میں پھیل گئی ہے۔ اسکے بعد اس آواز کا درمیانی حصہ مُتَمَثِّل ہونے لگا اور اس میں ایک چوکھٹا ظاہر ہونا شروع ہوا جیسے تصویروں کے چوکھٹے ہوتے ہیں۔ پھر اس چوکھٹے میں کچھ ہلکے سے رنگ پیدا ہونے لگے۔ آخر وہ رنگ روشن ہو کر ایک تصویر بن گئے اور اس تصویر میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک زندہ وجود بن گئی اور مَیں نے خیال کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ وہ فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا اور اس نے مجھے کہا کہ کیا مَیں تم کو سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں؟ تو مَیں نے کہا کہ ہاں آپ مجھے ضرور اسکی تفسیر سکھائیں۔ پھر اس فرشتے نے مجھے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کی یہاں تک کہ وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تک پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے مجھے کہا کہ اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی جا چکی ہیں وہ اس آیت تک ہیں۔ اسکے بعد کی آیات کی کوئی تفسیر اب تک نہیں لکھی گئی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کیا مَیں اس کے بعد کی آیات کی تفسیر بھی تم کو سکھاؤں اور مَیں نے کہا ہاں۔ جس پر فرشتہ نے مجھے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اور اس کے بعد کی آیات کی تفسیر سکھانی شروع کی اور جب وہ ختم کر چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو مَیں نے دیکھا کہ اس تفسیر کی ایک دو باتیں مجھے یاد تھیں لیکن معاً بعد مَیں سو گیا اور جب اُٹھا تو تفسیر کا کوئی حصہ بھی یاد نہ تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مجھے ایک مجلس میں اس سورۃ پر کچھ بولنا پڑا اور مَیں نے دیکھا کہ اسکے نئے نئے مطالب میرے ذہن میں نازل ہو رہے ہیں اور مَیں سمجھ گیا کہ فرشتہ کے تفسیر سکھانے کا یہی مطلب تھا چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ اس سورۃ کے نئے نئے مطالب مجھے سکھائے جاتے ہیں۔ جن میں سے سینکڑوں مَیں مختلف کتابوں اور تقریروں میں بیان کر چکا ہوں اور اسکے باوجود وہ خزانہ خالی نہیں ہوا۔‘‘ (تفسیر کبیر، سورۃ فاتحہ، صفحہ 6)

ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا: ’’خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کیلئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے وہم اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا اور وہ چشمہ روحانی جو میرے سینے میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ مَیں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دُنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔‘‘ (سوانح فضل عمر، جلد 3 صفحہ 138)

خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم کا روحانی علم آپؓ کو دیا تھا اسکے ساتھ آپؓ نے مخالفین احمدیت کو تفسیر قرآن کا چیلنج دیا اور فرمایا:

’’آئیں بالمقابل بیٹھ کر قرآن کریم کی کسی آیت یا رکوع کی تفسیر لکھیں اور دیکھیں کہ کون ہے جس کیلئے خدا تعالیٰ معارف اور حقائق کے دریا بہاتا ہے اور کون ہے جس کو اللہ تعالیٰ علوم کا سمندر عطا کرتا ہے۔ مَیں تو ان کے نزدیک جاہل ہوں، کم علم ہوں، بچہ ہوں، خوشامدیوں میں گھرا ہوا ہوں، ناتجربہ کار ہوں، پھر مجھ سے ان کا مقابلہ کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ وہ کیوں مرد میدان بن کر خدا تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ نہیں کر لیتے اور کیوں گیدڑوں اور لومڑیوں کی طرح چھپ چھپ کر حملے کرتے ہیں۔‘‘ (تقریر جلسہ سالانہ 1919ء مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب، مطبوعہ ستمبر 1934ء)

مخالفین جب اس پر راضی نہ ہوئے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان کیلئے مزید آسانی پیدا کی اور فرمایا:

’’مَیں نے بھی کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈال کر کوئی مقام نکالو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو اور مجھے نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابل پر آکر اسکی تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر مگر کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ سامنے آئے۔‘‘ (اخبار الفضل 7/مارچ 1938ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بڑی عمیق نگاہ سے قرآن کریم کی تفسیر کی۔ باوجود اسکے کہ آپؓ کی صحت خراب رہا کرتی تھی مگر یہ عشق قرآن ہی تھا جو آپؓ نے خدمت قرآن کا یہ عظیم کارنامہ کر دکھایا۔ آپ کے سلسلہ دروس القرآن کو تفسیر کبیر کے نام سے 10 جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ تفسیر صغیر کے نام سے قرآن کریم کا بامحاورہ ترجمہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آپؓ کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر میں ایک نیا رنگ دیکھنے کو ملا۔ آپ نے قرآن کریم کی آیات سے متعلق پہلے مفسرین کی غلطیوں کو بھی نمایاں کیا اور دوران تفسیر غیروں کے اعتراضات اور الزامات کو واضح کرتے ہوئے ان کا ردّ اور دندان شکن جواب بھی پیش کیا۔ پھر یہی نہیں آپؓ کے ذریعہ ہونے والی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب اور ان کا قرآن کریم کی دوسری سورتوں اور آیات سے تعلق بھی واضح کیا گیا ہے۔ سورتوں اور آیات کے نزول کا پس منظر اور قرآنی پیشگوئیوں کا تفصیلی ذکر اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل تاریخی حوالوں کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ غرض یہ کہ آپؓ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک آپؓ کی اس عظیم خدمت کے پیش نظر مسلمانوں کے دلوں میں آپؓ کی قدر و منزلت بنائے رکھے گا۔ ہمیشہ آپؓ کیلئے ہر احمدی کے دل سے یہ دعا نکلے گی۔ ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

......☆......☆......☆......

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

عرب میں جنگ کا طریق

کفار اور مسلمانوں کی لڑائیوں کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ عرب میں جنگوں کا طریق دورنگ رکھتا تھا، جسے انگریزی میں فیوڈ (FEUD) کہتے ہیں۔یعنی جب کسی وجہ سے عرب کے دو قبائل میں جنگ چھڑتی تھی تو پھر جب تک ان میں باقاعدہ صلح نہ ہوجاتی تھی وہ ہمیشہ جنگ کی حالت میں سمجھے جاتے تھے اور موقع پا کر وقفہ وقفہ سے آپس میں لڑتے رہتے تھے۔حتّٰی کہ بعض اوقات یہ جنگیں بڑے بڑے لمبے عرصہ تک جاری رہتی تھیں۔چنانچہ جنگ بسوس جس کا ذکر کتاب کے حصہ اول میں گزر چکا ہے اسی طرح وقفہ وقفہ سے چالیس سال تک جاری رہی تھی اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض جنگیں سو سو سال تک بھی جاری رہیں۔مگر مسلسل لڑتے رہنے کا عرب میں دستور نہیں تھا جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اول تو چونکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا اور کوئی باقاعدہ الگ فوج نہیں ہوتی تھی اس لئے قبائل عرب اپنی جنگوں کو مسلسل طور پر جاری نہیں رکھ سکتے تھے اور اپنے دوسرے کاروبار کی وجہ سے اس بات پر مجبور تھے کہ وقفہ دے کر لڑائی کریں۔دوسرے چونکہ جنگ میں ہر شخص اپنا اپنا خرچ خود برداشت کرتا تھا اور اس غرض کیلئے عموماً کوئی قومی خزانہ نہیں ہوتا تھا اس لئے یہ انفرادی مالی بوجھ بھی عربوں کو مجبور کرتا تھا کہ دم لے لے کر میدان میں آئیں۔اس غیر مسلسل جنگ کو جاری رکھنے کیلئے بعض اوقات یہ طریق بھی اختیار کیا جاتا تھا کہ جب ایک لڑائی ہوتی تھی تو اسی میں آئندہ کیلئے وعدہ ہوجاتا تھا کہ اب فلاں وقت فلاں جگہ پھر ملیں گے اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا تھا۔چنانچہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے اسی قسم کا وعدہ مسلمانوں سے کیا تھا جس کے نتیجہ میں غزوہ بدر الموعدہ وقوع میں آیا۔الغرض عربوں میں مسلسل لڑتے رہنے کا طریق نہیں تھا بلکہ وہ وقفہ ڈال ڈال کر لڑتے تھے اور درمیانی وقفوں کو لڑائی کی تیاری اور اپنے دوسرے کاروبار میں صرف کرتے تھے اور ان کی یہ ساری لڑائیاں ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہوتی تھیں۔یہ ایک بڑا عجیب نکتہ ہے جسے نظر انداز کردینے کی وجہ سے بعض مؤرخین نے ٹھوکر کھائی ہے۔کیونکہ انہوں نے قریش اور مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں سے ہر لڑائی کیلئے الگ الگ وجوہات تلاش کرنی چاہی ہیں۔حالانکہ حق یہ ہے کہ جب قریش اور مسلمانوں کے درمیان ایک دفعہ جنگ شروع ہوگیا تو پھر اس وقت تک کہ ایک باقاعدہ معاہدہ کے ذریعہ سے ان کے درمیان صلح نہیں ہوگئی۔یعنی صلح حدیبیہ تک جو ہجرت کے چھٹے سال ہوئی یہ دونوں قومیں حالت جنگ میں تھیں اور اس عرصہ میں ان کے درمیان جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں وہ اسی جنگ کے مختلف کارنامے تھے اور ان کیلئے الگ الگ وجوہات تلاش کرنا سخت غلطی ہے۔ہاں بعض اوقات بے شک ایسا ہوا ہے کہ کسی درمیانی لڑائی کیلئے کوئی الگ تحریک باعث بھی پیدا ہوگیا ہے، لیکن اصل سبب وہی مستقل پہلا جھگڑا رہا ہے۔

اسکے ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات عرب کے جنگوں میں یہ بھی ہوتا تھا (اور دراصل یہ بات تو آج کل کے جنگوں میں بھی پائی جاتی ہے) کہ جنگ کرنے والے قبائل کے ساتھ دوسرے قبائل بھی اپنے اپنے قومی مصالح کے ماتحت جنگ میں شامل ہوجاتے تھے مثلاً اگر الف اور ب میں جنگ شروع ہوئی تو علاوہ اسکے الف کے حلیف الف کے ساتھ شامل ہوجاتے تھے اور ب کے حلیف ب کے ساتھ۔ایسا بھی ہوتا تھا کہ دوران جنگ میں کوئی قبیلہ کسی وجہ سے الف کے ساتھ مل جاتا تھا اور کوئی دوسرا قبیلہ ب کے ساتھ ہوجاتا تھا اور اس طرح جنگ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا تھا۔قریباً قریباً یہی صورت اسلامی جنگوں میں پیش آئی۔یعنی ابتدائً مسلمانوں کو قریش مکہ کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم ملا جسے بالآخر انہوں نے مجبور ہوکر قبول کیا، لیکن بعد میں آہستہ آہستہ بہت سے دوسرے قبائل بھی اس جنگ کی لپیٹ میں آتے گئے۔مثلاً قریش مکہ نے کسی دوسرے قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف اپنے ساتھ گانٹھ لیا تو مسلمانوں کی اسکے ساتھ بھی جنگ چھڑ گئی یا قریش کے نمونہ کو دیکھ کر کسی دوسرے قبیلہ نے خود بخود مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کارروائی شروع کردی تو اس سے بھی جنگ کا آغاز ہوگیا یا قریش کی سازباز سے کسی حلیف قوم نے مسلمانوں سے دغابازی کی تو اس طرح اسکے ساتھ بھی مسلمانوں کی لڑائی ہوگئی۔وغیر ذالک۔الغرض جب جنگ کی آگ ایک دفعہ مشتعل ہوگئی تو اس کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔حتیٰ کہ ایک تھوڑے عرصہ میں ہی عرب کی سرزمین کے بیشتر حصہ سے اس آگ کے شعلے بلند ہونے لگ گئے۔

اسلامی جنگوں کے اقسام

ابتدائی اسلامی جنگوں کے متعلق پوری بصیرت حاصل کرنے کیلئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جیسا کہ مندرجہ بالا قرآنی آیات اور دیگر تاریخی روایات میں بھی اشارے کئے گئے ہیں یہ اسلامی جنگیں سب ایک قسم کی نہ تھیں بلکہ مختلف قسم کے اسباب کے ماتحت وقوع میں آئی تھیں مثلاً بعض لڑائیاں دفاع اور خود حفاظتی کی غرض سے تھیں یعنی ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو کفار کے مظالم اور تباہی سے بچایا جاوے۔بعض قیام امن کیلئے تھیں یعنی ان کا مقصد ملک میں فتنہ کو دور کرنا اور امن کو قائم کرنا تھا۔بعض مذہبی آزادی کے قائم کرنے کی غرض سے تھیں۔بعض تعزیری رنگ رکھتی تھیں یعنی ان کی غرض وغایت کسی قوم یا قبیلہ یا گروہ کو ان کے کسی خطرناک جرم یا ظلم وستم یا دغابازی کی سزا دینا تھی۔بعض سیاسی تھیں یعنی ان کا مقصد کسی معاہد قبیلہ کی اعانت یا اس قسم کا کوئی اور سیاسی تقاضا تھا اور بعض ایسی بھی تھیں جن میں ان اغراض ومقاصد میں سے ایک سے زیادہ اغراض مدّنظر تھیں مثلاً وہ دفاعی بھی تھیں اور تعزیری بھی یا سیاسی بھی تھیں اور قیام امن کی غرض بھی رکھتی تھیں۔وغیر ذالک۔یہ ایک بڑا ضروری علم ہے جس کے نہ جاننے کی وجہ سے بعض مؤرخین نے ساری لڑائیوں کو ایک ہی غرض کے ماتحت لانے کی کوشش کی ہے اور پھر ٹھوکر کھائی ہے۔اس جگہ یہ ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ اوپر کی بحث میں ہم نے عام طور پر صرف دفاع اور خود حفاظتی کی غرض کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کی ابتداء زیادہ تر اسی غرض کے ماتحت ہوئی تھی جیسا کہ ابتدائی قرآنی آیت سے ظاہر ہے اور باقی اغراض بعد میں آہستہ آہستہ حالات کے ماتحت پیدا ہوتی گئیں۔

اسلامی آداب جہاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کا بیان شروع کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مختصر طور پر وہ آداب بھی بیان کردئے جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جہاد میں ملحوظ رکھتے تھے اور جن کی صحابہ کو تاکید کی جاتی تھی۔یہ آداب عموماً صحاح ستہ کی کتب الجہاد والیسر و المغازی سے ماخوذ ہیں۔اور اس لئے میں نے صرف ان باتوں کا حوالہ درج کیا ہے جو یا تو بہت اہم ہیں اور یا نسبتاً کم معروف ہیں اور باقی کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی۔سو جاننا چاہئے کہ:

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں کو حتّی الوسع جمعرات کے دن شروع کرنا پسند فرماتے تھے اور گھر سے عموماً صبح کے وقت نکلتے تھے۔

(2) روانگی سے قبل دعا کرنا آپؐ کی سنت تھی۔

(3) دشمن کی حرکات وسکنات کا علم حاصل کرنے کیلئے آپؐ خبر رسانی کا پختہ انتظام رکھتے تھے اور عام طور پر خبر رسانوں کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ جب کوئی خبر لائیں تو عام مجلس میں اسکا ذکر نہ کریں اور اگر کوئی تشویشناک خبر ہوتی تھی تو آپؐ پھر خود بھی اسکا عام اظہار نہیں فرماتے تھے۔البتہ خاص خاص صحابہ کو اس کی اطلاع دے دیتے تھے۔

(4) جب آپؐ کسی جنگی غرض سے نکلتے تھے تو آپؐ کا یہ عام طریق تھا کہ اپنی منزل مقصود کا علم نہیں دیتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی کرتے تھے کہ اگر مثلاً جنوب کی طرف جانا ہوتا تھا تو چند میل شمال کی طرف جاکر پھر چکر کاٹ کر جنوب کی طرف گھوم جاتے تھے۔

(5) آپؐ کی عادت تھی کہ شہر سے تھوڑی دور نکل کر فوج کا جائزہ لیا کرتے تھے اور سب انتظام ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد آگے روانہ ہوتے تھے۔

(6) جب کوئی اہم مہم پیش آتی تھی تو آپؐ اس کیلئے صحابہؓ میں تحریک فرماتے تھے پھر جو لوگ اس کیلئے تیار ہوتے تھے وہ اپنا اپنا سامان جنگ اور سواری وغیرہ کا انتظام خود کرتے تھے۔البتہ کسی ذی ثروت صحابی کو مقدرت ہوتی تھی تو وہ دوسروں کی امداد بھی کردیتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس قسم کی امداد کی تحریک فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات جب گنجائش ہوتی تھی تو خود بھی امداد فرماتے تھے۔

(7) چھوٹے بچے یعنی پندرہ سال سے کم عمر کے بچے عموماً جنگ میں ساتھ نہیں لئے جاتے تھے اور جو بچے اس شوق میں ساتھ ہولیتے تھے انہیں جائزہ کے وقت جو عموماً شہر سے باہر نکل کر لیا جاتا تھا واپس کردیا جاتا تھا۔

(8) جنگ میں عموماً چند ایک عورتیں بھی ساتھ جاتی تھیں جو کھانے پینے کا انتظام کرنے کے علاوہ تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام بھی کرتی تھیں اور لڑائی کے وقت فوجیوں کو پانی بھی لاکر دیتی تھیں۔بعض خاص خاص موقعوں پر مسلمان عورتوں نے کفار کے خلاف تلوار بھی چلائی ہے۔

(9) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ سفر میں اپنی ازواج میں سے کسی ایک کو یا ایک سے زیادہ کو جیسا کہ موقع ہوا اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اس کیلئے آپؐ قرعہ ڈالا کرتے تھے اور جسکا نام قرعہ میں نکلتا تھا اسے ساتھ لے جاتے تھے۔

(10) جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام طریق تھا کہ جب کبھی آپ کو کسی دشمن قبیلہ کے متعلق یہ اطلاع ملتی تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری کررہا ہے تو آپؐ پیش دستی کرکے اسکے حملہ کو روکنے کی کوشش فرماتے تھے اور ایسا نہیں کرتے تھے کہ دشمن کو پوری طرح تیاری کرلینے کا موقع دیں اور اسکے حملہ کا انتظار کرتے رہیں اور جب وہ عملاً حملہ کردے تو پھر اسکا مقابلہ کریں۔نیز آپؐ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اسلامی لشکر دشمن تک اچانک پہنچ جائے اور اسے اطلاع نہ ہو۔ان تدابیر سے آپؐ نے مسلمانوں کو بہت سے مصائب سے بچالیا۔

(11) جب آپؐ کوئی فوجی دستہ روانہ فرماتے تھے تو انہیں چلتے ہوئے یہ نصیحت فرماتے تھے کہ جب تم دشمن کے سامنے ہوتو اسے تین باتوں کی طرف دعوت دو۔اور اگر ان باتوں میں سے وہ کوئی ایک بات بھی مان لے تو اسے قبول کرلو اور لڑائی سے رُک جاؤ۔سب سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دو اگر وہ لوگ مسلمان ہونا پسند کریں تو پھر انہیں ہجرت کرنے کی تحریک کرو۔اگر وہ ہجرت کرنا قبول نہ کریں، تو ان سے کہو کہ اچھا تم مسلمان رہو اور اپنے گھروں میں ٹھہرو، لیکن اگر وہ مسلمان ہونا ہی پسند نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ اپنے مذہب پر رہو، لیکن مسلمانوں کی عداوت اور ان سے جنگ کرنا چھوڑ دو اور اسلامی حکومت کے ماتحت آجاؤ۔اگر وہ لوگ یہ بھی نہ مانیں تو پھر اس کے بعد تمہیں ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

(12) نیز جب آپ کوئی فوجی دستہ روانہ فرماتے تھے تو اسے نصیحت فرماتے تھے کہ اُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَلاَ تُغْلُوْا وَلَا تُغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْداً وَلَاامْرَأَةً وَلَا تَقْتُلُوْا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ وَلَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَاطِفْلاً وَلَا صَغِیْراً وَلَا اِمْرَأَةً وَاصْلِحُوْا وَاحْسِنُوْا اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔یعنی اے مسلمانو! نکلو اللہ کا نام لے کر اور جہاد کرو حفاظت دین کی نیت سے۔مگر خبردار مال غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا اور نہ کسی قوم سے دھوکہ کرنا۔اور نہ دشمنوں کے مقتولوں کا مُثلہ کرنا اور نہ بچوں اور عورتوں اور مذہبی عبادت گاہوں کے لوگوں کو قتل کرنا اور نہ بہت بوڑھوں کو قتل کرنا اور ملک میں اصلاح کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا کیونکہ تحقیق خداتعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جب کسی فوج کو روانہ فرماتے تھے تو اسکے امیر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ اَلَّذِیْنَ زَعَمُوْا اَنَّھُمْ حَبَسُوْا اَنْفُسَھُمْ لِلّٰہِ فَذَرْھُمْ وَمَا زَعَمُوْا اَنَّھُمْ حَبَسُوْا اَنْفُسَھُمْ لَہٗ...وَلَا تَقْطَعُنَّ شَجَراً مُثْمِراً وَلَا تُخْرِبُنَّ عَامِراً یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے خیال میں اپنے آپ کو خدا کی عبادت کیلئے وقف کر رکھا ہے ان کو کچھ نہ کہنا اور اسی طرح جس چیز کو وہ مقدس سمجھتے ہوں اسے بھی کچھ نہ کہنا اور پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو ویران کرنا۔‘‘

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ بعض اوقات لڑائی میں دشمن کے بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کردیتے تھے اور بعض اوقات نہایت بے رحمی کے ساتھ دشمن کے مقتولوں کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالتے تھے جسے مُثلہ کرنا کہتے تھے اور دشمن کے اموال و اَمتِعہ اور ان کی آبادی کو تباہ وبرباد کردیتے تھے اور عہد وپیمان کی تو کوئی قیمت ہی نہ تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے روک دیا۔مذہبی لوگوں اور مذہبی چیزوں کی حفاظت کے طریق میں بھی اسلام نے ایک نمایاں امتیاز پیدا کیا۔بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آپؐ جب کسی جماعت کو روانہ فرماتے تھے تو اسے نصیحت فرماتے تھے کہ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔یعنی ’’لوگوں کو خوشخبریاں دو یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو اور ایسا طریق اختیار نہ کرو جس سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو اور ان کیلئے آسانیاں پیدا کرو اور انہیں مشکلوں میں مت ڈالو۔‘‘ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ صفحہ 313 تا 318، مطبوعہ قادیان 2011)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(916) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور دوسری دو چارپائیوں پر مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک بوری نیچے پڑی ہوئی تھی۔ اس پر مَیں دو چار آدمیوں سمیت بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس مولوی عبدالستار خان صاحب بزرگ بھی تھے۔ حضرت صاحب کھڑے تقریر فرما رہے تھے کہ اچانک حضور کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ میرے پاس چارپائی پر آکر بیٹھ جائیں۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ مَیں حضور کے ساتھ برابر ہو کر بیٹھوں۔ حضور نے دوبارہ فرمایا کہ شاہ صاحب آپ میرے پاس چارپائی پر آجائیں۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور مَیں یہیں اچھا ہوں۔ تیسری بار حضور نے خاص طور پر فرمایا کہ آپ میری چارپارئی پر آکر بیٹھ جائیں کیونکہ آپ سیّد ہیں اور آپ کا احترام ہم کو منظور ہے۔ حضور کے اس ارشاد سے مجھے بہت فرحت ہوئی اور میں اپنے سیّد ہونے کے متعلق حق الیقین تک پہنچنے کیلئے جو آسمانی شہادت چاہتا تھا وہ مجھے مل گئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو تو اپنے سیّد ہونے کا ثبوت ملنے پر فرحت ہوئی اور مجھے اس بات سے فرحت ہوئی ہے کہ چودہ سو سال گذر جانے پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ کی اولاد کا کس قدر پاس تھا اور یہ پاس عام تو ہمانہ رنگ میں نہیں تھا بلکہ بصیرت اور محبت پر مبنی تھا۔

(917) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میری لڑکی زینب بیگم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضور علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے تو مَیں رعیہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان ایام میں مجھے مراق کا سخت دورہ تھا۔ مَیں شرم کے مارے آپ سے عرض نہ کرسکتی تھی۔ مگر میرا دل چاہتا تھا کہ میری بیماری سے کسی طرح حضور کو علم ہوجائے تاکہ میرے لئے حضور دُعا فرمائیں۔ مَیں حضور کی خدمت کر رہی تھی کہ حضور نے اپنے انکشاف اور صفائی قلب سے خود معلوم کر کے فرمایا زینب تم کو مراق کی بیماری ہے۔ ہم دُعا کرینگے، تم کچھ ورزش کیا کرو اور پیدل چلا کرو۔ مگر مَیں ایک قدم بھی پیدل نہ چل سکتی تھی۔ اگر دو چار قدم چلتی بھی تو دورہ مراق وخفقان بہت تیز ہوجاتا تھا۔ مَیں نے اپنے مکان پر جانے کیلئے جو حضور کے مکان سے قریباً ایک میل دور تھا ٹانگے کی تلاش کی مگر نہ ملا۔ اس لئے مجبوراً مجھ کو پیدل جانا پڑا۔ مجھ کو یہ پیدل چلنا سخت مصیبت اور ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر خدا کی قدرت، جوں جوں مَیں پیدل چلتی تھی آرام معلوم ہوتا تھا۔ حتیّٰ کہ دوسرے روز پھر مَیں پیدل حضور کی زیارت کو آئی تو دورہ مراق جاتا رہا اور بالکل آرام آگیا۔

(918) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ عرصہ کی بات ہے کہ مَیں لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں صبح کے وقت بیٹھا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ایک چارپائی پر فخر الدین ملتانی بھی بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا۔ اتنے میں مجھے فخر الدین ملتانی نے کہا کہ دیکھو میر صاحب! مولوی محمد حسین بٹالوی جا رہا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہاں؟ تب اس نے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو۔ مَیں ننگے پاؤں اور ننگے سر جس طرح بیٹھا ہوا تھا اسی طرح اُن کے پیچھے بھاگا۔ دیکھا تو ایک وزنی بیگ اُٹھائے مولوی صاحب اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔ مَیں نے جاکر السلام علیکم کہا اور ان کا بیگ لے لیا کہ مَیں آپ کے ساتھ لئے چلتا ہوں۔ پہلے انہوں نے انکار کیا مگر میرے اس اصرار پر مجھے دیدیا کہ آپ ضعیف ہیں اور اتنا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس پر انہوں نے جزاک اللہ کہا اور مَیں ساتھ ہولیا۔ راستہ میں کہا کہ مَیں نے ٹمٹم کا انتظار کیا مگر نہ ملی۔ اگر ٹمٹم کا انتظار کرتا تو شاید گاڑی نکل جاتی۔ مجھے ضروری مقدمے میں جانا ہے۔ آپ نے بڑی تکلیف کی۔ مَیں نے کہا کہ نہیں مجھے بڑی راحت ہے کہ آپ ایک معمولی سے معمولی آدمی کی طرح اتنا بوجھ اٹھائے چلے جا رہے ہیں اور اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کی ایک نئے رنگ میں تصدیق کر رہے ہیں۔ یہ فقرہ سُن کر مولوی صاحب بہت ناراض ہوئے اور مردود میرزائی کہہ کر وہ بیگ مجھ سے چھین لیا اور پھر چل پڑے مگر میں کچھ دُور اُن کے ساتھ گیا اور منت خوشامد سے بیگ پھر اٹھالیا۔ اس پر کہنے لگے کہ مرزا نے تم لوگوں پر جادو کردیا ہے تم تو دیوانہ ہوگئے ہو اس میں کیا دھرا ہوا ہے۔ ہم تو انہیں بچپن سے جانتے ہیں ان کے کچے چٹھے ہمیں معلوم ہیں۔ مَیں نے کہا آج تک تو کسی نے ان کا کچا چٹھا شائع نہیں کیا۔ کہنے لگے کوئی سُنتا بھی ہو۔ بُری بات لوگ فوراً قبول کرلیتے ہیں اور نیک بات کی طرف کان بھی نہیں دھرتے۔ میں نے کہا آپ سچ فرما رہے ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی قوم نے ایسا ہی برتاؤ کیا۔ کیونکہ بوجھ بہت تھا اس لئے مولوی صاحب نے میرے لئے بھی پلیٹ فارم کا ٹکٹ خرید لیا اور چونکہ ریل بالکل تیار تھی سوار ہوکر چلے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع میں حضرت صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سخت مخالفت کی اور کفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ میں نے ہی اسے اٹھایا تھا اور میں ہی اسے گراؤنگا۔ اس وقت مولوی صاحب کی ملک میں بہت عزّت تھی اور وہ بازار میں سے گزرتے تھے تو لوگ دور سے دیکھ کر ادب کے طور پر کھڑے ہوجاتے تھے اور اہل حدیث فرقہ کے تو وہ گویا امام تھے۔ اس وقت حضرت صاحب کو خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کے متعلق الہاماً بتایا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ یعنی جو شخص تجھے گرانے اور ذلیل کرنے کے درپے ہے ہم خود اسے ذلیل ورسوا کردینگے۔ چنانچہ اسکے بعد آہستہ آہستہ مولوی محمد حسین صاحب پر وہ وقت آیا جس کا نقشہ اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں تھا اور بازاروں میں اپنا سامان اٹھائے پھرتے تھے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی نظر سے بھی بالکل گر گئے تھے۔

(919) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز تحریر میں ایک یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ حضور جب کسی لفظ یا سطر کو کاٹتے تو اس طرح کاٹتے تھے کہ پھر کوئی اسے پڑھ نہ سکے یہ نہیں کہ صرف ایک لکیر پھیر دی بلکہ اس قدر لہردار اور پاس پاس کر کے قلم سے لکیریں پھیرتے کہ کٹے ہوئے ایک حرف کا پڑھنا بھی ممکن نہ ہوتا تھا۔

(920) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں بہت چھوٹا تھا یعنی چار پانچ سال کا ہونگا۔ تو مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انبالہ چھاؤنی میں مجھے انگریزی مٹھائی کی گولیاں دیا کرتے تھے اور مَیں ان کو چڑیا کے انڈے کہا کرتا تھا۔ یہ حضرت صاحب کی بڑی لڑکی عصمت کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عصمت 1886ء میں پیدا ہوئی تھی اور خود میر صاحب کی پیدائش غالباً 1881ء کی ہے۔

(921) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہندوؤں کے ہاں کا کھانا کھا پی لیتے تھے اور اہلِ ہنود کا تحفہ از قسم شیرینی وغیرہ بھی قبول فرما لیتے تھے اور کھاتے بھی تھے۔ اسی طرح بازار سے ہندو حلوائی کی دُکان سے بھی اشیاء خوردنی منگواتے تھے۔ ایسی اشیاء اکثر نقد کی بجائے ٹونبو کے ذریعہ سے آتی تھیں یعنی ایسے رقعہ کے ذریعہ جس پر چیز کا نام اور وزن اور تاریخ اور دستخط ہوتے تھے۔ مہینہ بعد دُکاندار وہ ٹونبو بھیج دیتا اور حساب کا پرچہ ساتھ بھیجتا۔ اسکو چیک کر کے آپ حساب ادا کردیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز جائز سمجھتے تھے اور اس کے کھانے میں پرہیز نہیں تھا۔ آجکل جو عموماً پرہیز کیا جاتا ہے اس کی وجہ مذہبی نہیں بلکہ اقتصادی ہے۔

(922) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ 1893ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند روز کیلئے ہمارے ہاں بمعہ اہل وعیال فیروز پور چھاؤنی تشریف لائے۔ ایک دن وہاں ایک شیخ صاحب کی کوٹھی پر گئے جو انگریزی اشیاء کے تاجر تھے۔ شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی چونکہ ان کے واقف تھے اس لئے وہ حضور کو یہ دُکان دکھانے لے گئے۔ وہاں مالک دُکان نے ایک کھلونا دکھایا جس میں ایک بلی اور ایک چوہا تھا۔ اس کو کنجی دی جاتی تو چوہا آگے بھاگتا تھا اور بلی اسکے پیچھے دوڑتی تھی۔ اسے دیکھ کر کچھ دیر تو مسیح ناصری کے پرندوں کا ذکر ہوتا رہا پھر آپ چلے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی جن کی عمر اس وقت چار سال کے قریب تھی ہمراہ تھے اور کسی دوست یا ملازم کی گود میں تھے۔ جب کچھ راستہ چلے آئے تو میاں صاحب نے اس شخص کی گود میں اینٹھنا شروع کیا۔ پھر کچھ بگڑ کر لاتیں مارنے لگے اور آخر رونا شروع کردیا بہت پوچھا مگر کچھ نہ بتایا۔ آخر بار بار پوچھنے پر ہاتھ سے واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ اس پر کسی نے کہا شاید اس دوکان پر بلی اور چوہا پھر دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ میاں صاحب روتے روتے چیخ کر کہنے لگے کہ مَیں نے بلی چوہا لینا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے کہا کہ میاں گھر چل کر منگا دیں گے مگر وہ نہ مانے۔ آخر حضرت صاحب سب جماعت کے ہمراہ واپس آئے اور تاجر کی کوٹھی پر پہنچ کر دروازہ پر ٹھہر گئے۔ شیخ محمد جان صاحب اندر جاکر وہ کھلونا لے آئے۔ حضرت صاحب نے کہا اس کی قیمت کیا ہے؟ مَیں دیتا ہوں مگر شیخ محمد جان صاحب نے کہا کہ اس کوٹھی کے مالک ہمارے دوست اور ملنے والے ہیں اور یہ ایک حقیر چیز ہے وہ حضور سے ہرگز قیمت نہیں لیں گے۔ اس پر آپ نے وہ کھلونا میاں صاحب کو دیدیا اور سب لوگ گھر واپس آئے۔

(923) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مختلف زمانوں میں حضور علیہ السلام کے زیر نظر مختلف مضامین رہا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ بعض دنوں میں کسی خاص مضمون پر ہر مجلس میں ذکر کرتے۔ تقریریں کرتے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالتے یہاں تک کہ کچھ دنوں میں اس مضمون کے سب پہلو واضح اور مدلّل ہوجاتے۔ اسکے بعد مَیں دیکھتا کہ پھر وہی مضمون آپ کی کسی کتاب میں آجاتا اور شائع ہوجاتا۔

(924) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصنیف کے بارے میں یہ طریق نہیں تھا کہ جو عبارت ایک دفعہ لکھی گئی اسی کو قائم رکھتے تھے بلکہ بار بار کی نظر ثانی سے اس میں اصلاح فرماتے رہتے تھے اور بسا اوقات پہلی عبارت کو کاٹ کر اسکی جگہ نئی عبارت لکھ دیتے تھے۔ اصلاح کا یہ سلسلہ کتابت اور طباعت کے مراحل میں بھی جاری رہتا تھا۔ مَیں نے حضرت صاحب کے مسودات اور پروفوں میں کثرت کے ساتھ ایسی اصلاح دیکھی ہے۔

(925) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ اوائل زمانہ میں قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک رؤیا میر عباس علی صاحب سے بیان کیا تھا جو یہ تھا کہ ہم کسی شہر میں گئے ہیں اور وہاں کے لوگ ہم سے برگشتہ ہیں اور انہوں نے کچھ اپنے شکوک دریافت کئے۔ جن کا جواب دیا گیا لیکن وہ ہمارے خلاف ہی رہے۔ نماز کیلئے کہا کہ آؤ تم کو نماز پڑھائیں تو جواب دیا کہ ہم نے پڑھی ہوئی ہے اور خواب میں یہ واقعہ ایک ایسی جگہ پیش آیا تھا جہاں ہماری دعوت تھی۔ اس وقت ہم کو ایک کھلے کمرہ میں بٹھایا گیا۔ لیکن اس میں کھانا نہ کھلایا گیا۔ پھر بعد میں ایک تنگ کمرہ میں بٹھلایا گیا اور اس میں بڑی دقت سے کھانا کھایا گیا۔ آپ نے یہ رؤیا بیان کر کے فرمایا کہ شاید وہ تمہارا لدھیانہ ہی نہ ہو۔ پھر یہ رؤیا لدھیانہ میں ہی منشی رحیم بخش صاحب کے مکان پر پورا ہوا۔ حضرت صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور منشی رحیم بخش صاحب کے مکان پر دعوت ہوئی۔ جہاں پہلے ایک کھلے کمرہ میں بٹھا کر پھر ایک تنگ کمرہ میں کھانا کھلایا گیا۔ پھر وہاں ایک شخص مولوی عبدالعزیز صاحب کی طرف سے منشی احمد جان صاحب کے پاس آیا اور آکر کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قادیان والے مرزا صاحب ہمارے ساتھ آکر بحث کرلیں یا کوتوالی چلیں۔ اس پر منشی صاحب نے کہا کہ ہم نے کونسا قصور کیا ہے کہ کوتوالی چلیں۔ اگر کسی نے اپنے شکوک رفع کروانے ہیں تو محلہ صوفیاں میں آجائے جہاں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس رؤیا کے پورا ہونے پر لالہ ملاوامل نے شہادت دی کہ واقعی وہ رویا پورا ہوگیا اور خاکسار بھی حضرت صاحب کے ساتھ اس دعوت میں شریک تھا جہاں رؤیا پورا ہوا۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، حصہ سوم، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ امریکہ (ستمبر، اکتوبر 2022ء)

فیملی و گروپ ملاقاتیں اور ملاقات کے بعد احباب جماعت کے ایمان افروز تاثرات

نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح و ہدایات

امریکہ کے کامیاب دورہ کے بعد لندن واپسی اور اسلام آباد میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا والہانہ استقبال

رپورٹ : مکرم عبد الماجد طاہر صاحب، ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن، یو. کے

16؍ اکتوبر 2022 (بروز اتوار) بقیہ رپورٹ
نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات

اسکے بعد معاونہ صدر برائے پبلک افیئرز نے حضور انور کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ امسال ''اسلام میں عورتوں کے حقوق'' پر بڑے پیمانے پر ایک ویبینار کروایا گیا جس میں بہت سے سرکاری اور دیگر افسران، ملازمین وغیرہ نے شرکت کی۔ اس میں شاملین کو اسلام میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے آگاہ کیا گیا، اسلام کے مسخ شدہ چہرہ کو طالب علموں کے ذہنوں سے نکالنے کیلئے مدد اور اس کے علاوہ عید کے تہوار کو مقامی کیلنڈر میں شامل کروانے کی کوشش کی گئی اور مقامی سکولوں کے سلیبس میں اسلام پر کتابیں شامل کروانے کی کوششوں پر بھی زور دیا گیا۔

حضور انور کے دریافت فرمانے پر موصوفہ نے بتایا کہ ویبینار میں 65 پبلک آفیشلز شامل ہوئے اور اس کا مثبت فیڈ بیک ملا ہے۔

بعد ازاں سیکرٹری وقفِ جدید نے اپنا تعارف کروایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار فرمانے پر عرض کیا اس سال 675,011 $ کی رقم وقفِ جدید کی مد میں اکٹھی کی گئی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جماعت کی جانب سے اکٹھی کی گئی کُل رقم میں 1/3 حصہ لجنہ کی طرف سے ہونا چاہئے۔

بعد ازاں معاونہ صدر برائے واقفاتِ نو نے اپنا تعارف کروایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار فرمانے پر عرض کیا کُل 883 واقفاتِ نو ہیں جن میں سے تقریباً 600 ایسی ہیں جو 15 سال سے زائد ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کیا انہوں نے اپنے وقف کی تجدید کر لی ہے؟ اس عمر میں آ کر ضروری ہے کہ وہ اپنے وقف کی تجدید کریں کہ کیا وہ اپنا وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں؟

اسکے بعد معاونہ برائے ذرائع ابلاغ (Media Watch) نے اپنا تعارف کروایا۔ حضور انور کے دریافت فرمانے پر انہوں نے بتایا کہ وہ لجنہ کو توجہ دلاتی ہیں کہ اخبارات میں اسلام احمدیت کے متعلق لکھیں اور اس حوالے سے ان کو جو بھی مدد درکار ہو وہ بھی کی جاتی ہے۔

بعد ازاں سیکرٹری خدمتِ خلق نے اپنا تعارف کروایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے استفسار فرمانے پر عرض کیا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق افریقہ میں ایک ماڈل ویلج کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مقصد کیلئے 90 ہزار ڈالر کی رقم بھی اکٹھی کر لی گئی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے استفسار پر سیکرٹری خدمتِ خلق نے عرض کی کہ 1256 ممبرات مختلف پروگراموں میں رضا کارانہ خدمات پیش کرتی ہیں۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ اسکے علاوہ کیا کام ہو رہے ہیں؟ سیکرٹری خدمتِ خلق صاحبہ نے بتایا کہ احمدی خواتین کیلئے ایک ''Are you ok?'' پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کے تحت ہر ماہ خواتین سے ان کی خیریت اور ضروریات کے حوالہ سے پوچھا جاتا ہے اور ان کی مدد کی جاتی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر انہوں نے بتایا کہ مجموعی طور پر 5140 غیر از جماعت افراد کو اب تک مدد فراہم کی گئی ہے۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کس قسم کی مدد کرتے ہیں آپ لوگ؟ کیا صرف کھانا کھلاتے ہیں؟ اس پر سیکرٹری خدمت خلق صاحبہ نے بتایا کہ ہم براہ راست نقد رقم اور کھانے کی صورت میں مدد کرتے ہیں۔ حضور انور کے دریافت فرمانے پر انہوں نے مزید بتایا کہ کچھ رقم ہم ہیومینیٹی فرسٹ اور کچھ اور خیراتی اداروں کو بھی دیتے ہیں۔ ان کی رپورٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

بعد ازاں نیشنل عاملہ کی ایک اعزازی ممبر نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ وہ لجنہ ہال کے حوالے سے صدر صاحبہ کی مدد کر رہی ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جلد از جلد اس کی تعمیر شروع کریں۔

موصوفہ نے مزید کہا کہ صد سالہ پروگرام کے حوالے سے بھی کام جاری ہیں، جس میں حضور کی ہدایات کی روشنی میں نماز، قرآن اور پردہ پر خصوصی کام جاری ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ آپ نے جو صد سالہ پروگرام کی مجھ سے منظوری لی تھی، کیا اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے؟ اس میں کچھ طویل مدتی منصوبے تھے اور کچھ قلیل مدتی منصوبے بھی تھے۔ آپ نے قلیل مدتی منصوبوں کے حوالے سے کیا کامیابی حاصل کی ہے؟

اس پر موصوفہ نے عرض کیا کہ کچھ منصوبوں پر کام جاری ہے جیسا کہ قرآن اور اسکے علاوہ ہم معروف خواتین کے حوالے سے ایک ڈاکومنٹری بھی تیار کر رہے ہیں جس کا مقصد نوجوان لجنہ کی تربیت کرنا ہے۔

میٹنگ کے آخر پر صدر لجنہ نے سوال کیا کہ احمدی خواتین اسلامی اصولوں کے تحت اپنے حقوق کا تحفظ کس طرح کر سکتی ہیں؟ جیسا کہ مساجد میں خواتین کو الگ جگہ نہ دیا جانا یا گھریلو مسائل وغیرہ، اس صورت میں کیا کیا جائے کہ اگر خواتین یہ سمجھتی ہیں کے ان کے مسئلے کو مناسب طریقہ سے نہیں ہینڈل کیا گیا؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جہاں تک مساجد میں جگہ کا معاملہ ہے تو باجماعت نمازیں خواتین پر فرض نہیں ہیں، لیکن وہ خواتین جو اکیلی مائیں ہیں یا وہ جو بچوں کو مسجد سے جوڑے رکھنے کیلئے ان کو ساتھ لے کر مسجد آنا چاہتی ہیں تو ان کو جگہ فراہم کرنی چاہیے۔ ویسے بھی اکثر جگہوں پر نمازیوں کی تعداد کم ہی ہوتی ہے تو وہاں آپ ایک پردہ لگا کر باجماعت نماز میں شامل ہو سکتی ہیں۔ اور جمعہ کی نماز پر جہاں جگہ ہے وہاں تو ٹھیک ہے لیکن جہاں جگہ نہیں ہے وہاں خواتین گھر پر ہی نماز ادا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جہاں تک گھریلو مسائل اور گھریلو تشدد کے مسائل ہیں تو ان میں بعض اصلاحی کمیٹی اور بعض قضاء میں جاتے ہیں اور جو زیادہ گھناؤنے جرائم ہیں وہ عدالتوں میں جاتے ہیں۔ ہر مسئلہ اس کی نوعیت کے مطابق ہینڈل کیا جاتا ہے۔ اگر معاملہ قضا میں جاتا ہے تو میں نے قضا کو اجازت دی ہوئی ہے کہ لڑکی اپنے ساتھ کوئی بھی احمدی خاتون وکیل لے کے جا سکتی ہے، یا کوئی بھی خاتون جس کو وہ اپنے ساتھ اپنی سپورٹ کیلئے لے کر جانا چاہے۔ اگر خاتون سمجھتی ہے کہ یہ فیصلہ درست نہیں ہے تو اسکے پاس اپیل کا حق ہے، اگر اسکا فیصلہ بھی نہیں ٹھیک لگتا تو وہ پانچ رکنی بینچ کے سامنے اپیل کا حق رکھتی ہے۔ اگر اس بینچ کے فیصلے پر بھی اس کو تسلّی نہیں ہوتی تو وہ یہ حق رکھتی ہے کہ وہ خلیفۃ المسیح کو اپیل کر سکتی ہے۔ میرے پاس بہت سے کیسز آتے ہیں، اکثر میں قاضی کا فیصلہ ٹھیک ہوتا ہے لیکن کسی میں فیصلہ تبدیل بھی کیا جاتا ہے۔ آپ ہر کسی کو خوش نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی چرب زبانی سے اپنے حق میں فیصلہ کروا لے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ٹھیک ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔ آپ لوگوں کو اپنے ذہنوں سے یہ خیال نکالنا ہوگا کہ خواتین کے خلاف فیصلہ آنا غلط ہے۔ بعض کیسز میں مردوں کے ساتھ بھی زیادتی ہوتی ہے۔ ان کو بھی خواتین کی جانب سے تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی یہ میٹنگ 6 بجے تک جاری رہی۔

فیملی و گروپ ملاقاتیں

میٹنگ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دفتر تشریف لے آئے جہاں فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج کے اس سیشن میں 47 فیملیز کے 186 افراد نے اپنے پیارے آقا سے ملاقات کی سعادت پائی۔ علاوہ ازیں 236 افراد نے گروپس کی صورت میں شرف ملاقات پایا۔

آج ملاقات کرنے والے یہ احباب اور فیملیز امریکہ کی مختلف 34 جماعتوں سے آئے تھے۔ آج بھی بعض احباب اور فیملیز بڑے اور طویل سفر طے کر کے ملاقات کیلئے پہنچی تھیں۔

جماعت Buffalo سے آنے والے 374 میل، جماعت Chicago سے آنے والے 690 میل اور جماعت Miami سے آنے والے 1078 میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ علاوہ ازیں جماعت Dallas سے آنے والے 1342 میل اور جماعت Bay Point سے آنے والے 2786 میل کا سفر طے کر کے پہنچے تھے۔ ان سبھی احباب اور فیملیز نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت بھی پائی۔ حضور انور نے ازراہِ شفقت تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

احباب جماعت کے تاثرات

آج بھی ملاقات کرنے والوں میں بڑی تعداد ان فیملیز اور احباب کی تھی جو اپنی زندگی میں پہلی بار اپنے پیارے آقا سے ملاقات کی سعادت پا رہے تھے۔

عمران نصیر صاحب جو Connecticut سے آئے تھے۔ ملاقات کے بعد کہنے لگے کہ ہمیں لگ رہا ہے کہ ہم ایک خواب دیکھ کر آئے ہیں۔ میں جو باتیں کرنا چاہتا تھا، نہیں کر سکا۔ حضور انور ازراہِ شفقت ہم سے گفتگو فرماتے رہے۔

ایک دوست عاطف رحمٰن صاحب جو جماعت Buffalo سے آئے تھے کہنے لگے کہ ملاقات کیلئے جو چند لمحات میسر آئے، ہمیں بہت سکون ملا ہے۔ ہم

بہت خوش نصیب ہیں کہ اپنے آقا سے ملے ہیں۔اس وقت ہمارا دل جذبات سے بھرا ہوا ہے اور ہم تو جنت سے ہو کر آئے ہیں۔

نارتھ ورجینیا سے آنے والے ایک دوست شبیر احمد صاحب بات کرتے ہوئے رونے لگ گئے۔ان سے بات نہیں ہو رہی تھی۔بڑی مشکل سے کہنے لگے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہماری پیارے آقا سے ملاقات ہوگی۔لیکن آج اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرما دیا۔ہم نے حضور سے تبرک بھی لیا۔حضور انور نے میری انگوٹھی کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھی کے ساتھ مَس کیا۔آج ہماری نسلوں نے بھی حضور انور سے برکت حاصل کی۔میرا بیٹا اور میرا پوتا بھی ساتھ تھے۔

جماعت نارتھ ورجینیا سے آنے والے ایک دوست لقمان احمد صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔کہنے لگے کہ مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ میں کبھی بھی حضور انور سے مل سکوں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول دیا اور میں یہاں آ گیا۔میں آج ملاقات کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔آج میرے دل کو سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔

جماعت Mary Land سے آنے والے ایک دوست فضل عمر ملک صاحب نے بیان کیا کہ بہت ہی بابرکت ملاقات تھی۔حضور انور نے ہمارے لیے دعا کی۔میں نے اپنے آقا کو دیکھا۔میرا دل بہت نرم ہو گیا۔میں نے تو صرف نعمتیں ہی محسوس کیں۔بہت برکتیں لے کر آیا ہوں۔

جماعت North Virginia سے آنے والی ایک خاتون عائشہ انصاری صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج میری زندگی کی پہلی ملاقات تھی۔میرے پاس بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں ہیں۔میرا جسم کانپ رہا تھا۔آج مجھے خدا سے بہت کچھ مل گیا۔یہ میری زندگی کے قیمتی ترین لمحات تھے۔

ضیاء انور صاحب جماعت نارتھ ورجینیا سے آئے تھے۔کہنے لگے کہ میں نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں موصی ہوں۔میرے لیے دعا کریں کہ میں وصیّت کی شرائط کو پورا کر سکوں اور بخشا جاؤں۔اس پر حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام 8:30 بجے تک جاری رہا۔بعد ازاں حضور انور نے مسجد بیت الرحمٰن تشریف لا کر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے آئے۔

......☆......☆......☆......

17 / اکتوبر 2022ء (بروز سوموار)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح 6 بجکر 15 منٹ پر ''مسجد بیت الرحمٰن'' میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دفتری ڈاک ملاحظہ فرمائی اور ہدایات سے نوازا اور حضور انور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

پروگرام کے مطابق 12 بجکر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے۔رہائشگاہ کے باہر کھلے میدان میں مجلس انصار اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ نے تیر اندازی (Archery) اور ایئر رائفل (Shooting) کا مقابلہ رکھا ہوا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از راہِ شفقت اس جگہ تشریف لے آئے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سامنے ان دونوں مقابلوں میں حصہ لینے والے آزمائشی مقابلوں کے فائنلسٹس تھے۔خدام کی طرف سے دو فائنلسٹس اور انصار اللہ کی طرف سے دو فائنلسٹ نے حصہ لیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ ساؤتھ ورجینیا کے معیذ گل صاحب نے تیر اندازی کا مقابلہ جیتا اور مجلس انصار اللہ نارتھ ورجینیا کے سلیمان چودھری صاحب نے ایئر رائفل شوٹنگ کا مقابلہ جیتا۔

بعد ازاں 1 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الرحمٰن تشریف لا کر نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

اسلام آباد (برطانیہ) کیلئے روانگی

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی روانگی کا وقت قریب آ رہا تھا۔مسجد بیت الرحمٰن کے بیرونی احاطہ میں امریکہ کی مختلف جماعتوں سے آنے والے احباب، مرد و خواتین کی ایک بڑی تعداد اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کیلئے جمع ہو چکی تھی۔یہ تعداد دو ہزار نو صد سے زائد تھی۔

پروگرام کے مطابق 2:30 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے۔حضور انور کے چہرۂ مبارک پر نظر پڑتے ہی احباب جماعت نے بڑے جوش اور ولولہ کے ساتھ نعرے بلند کیے۔ایک طرف مسلسل نعرے بلند کیے جا رہے تھے۔دوسری طرف بچیاں گروپ کی شکل میں الوداعی نظمیں پڑھ رہی تھیں۔خواتین اپنے ہاتھ ہلاتے ہوئے شرف زیارت سے فیضیاب ہو رہی تھیں۔ہر طرف سے السلام علیکم حضور! کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔حضور انور اپنے عشاق کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے والہانہ نعروں اور سلام کا جواب دے رہے تھے۔حضور انور کچھ دیر کیلئے احباب میں رونق افروز رہے۔اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر کی صدائیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔یہ الوداعی مناظر بڑے رقّت آمیز تھے۔احباب و خواتین یہاں تک کہ بچوں، بچیوں کی آنکھوں میں بھی آنسو نظر آ رہے تھے۔ہر چھوٹا بڑا افسردہ تھا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی اور اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو ''السلام علیکم'' کہا اور گاڑی میں تشریف فرما ہوئے۔جب حضور انور کی گاڑی مسجد بیت الرحمٰن کے بیرونی احاطہ سے روانہ ہوئی تو احباب کے ہاتھ بلند تھے اور ہر طرف سے السلام علیکم، فی امان اللہ اور خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

قریباً 3 بجکر 50 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی واشنگٹن کے انٹرنیشنل Dulles ایئرپورٹ پر تشریف آوری ہوئی۔

حضور انور کی ایئرپورٹ پر آمد سے قبل ہی سامان کی بکنگ اور بورڈنگ پاس کے حصول کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ایئرپورٹ پر ایک خصوصی انتظام کے تحت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک سپیشل لاؤنج میں تشریف لے آئے۔5 بجکر 15 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جہاز میں سوار ہوئے۔مکرم صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت یو ایس اے، محترمہ صاحبزادی امۃ المصور صاحبہ اہلیہ امیر صاحب امریکہ، مکرم ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب نائب امیر جماعت امریکہ، مکرم ملک وسیم احمد صاحب نائب امیر امریکہ، مکرم مختار احمد ملہی صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری جماعت امریکہ، مکرم خرم فواد صاحب حضور انور کو الوداع کہنے کیلئے حضور انور کے ساتھ ایئرپورٹ کے اندر تک آئے تھے۔ان سبھی احباب نے بورڈنگ ایریا تک آ کر جہاں سے جہاز پر سوار ہوا جاتا ہے، حضور انور کو الوداع کہا۔صاحبزادی امۃ المصور صاحبہ نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو الوداع کہا۔بعد ازاں حضور انور جہاز کے اندر تشریف لے گئے۔

یونائیٹڈ ایئرلائن کی پرواز (UA918) 6 بجکر 15 منٹ پر واشنگٹن کے Dullas انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے ہیتھرو ایئرپورٹ لندن کیلئے روانہ ہوئی۔قریباً 7 گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد برطانیہ کے مقامی وقت کے مطابق 18 / اکتوبر بروز منگل کی صبح 6 بجکر 15 منٹ پر جہاز ہیتھرو ایئرپورٹ لندن پر اُترا۔جہاز کے دروازہ پر ایئرپورٹ کے ایک پروٹوکول آفیسر نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک خصوصی انتظام کے تحت ایک سپیشل لاؤنج میں تشریف لے آئے۔اسی لاؤنج میں مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یو۔کے، مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ یو۔کے، مکرم عبدالقدوس صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ یو۔کے اور مکرم میجر محمود احمد صاحب افسر حفاظت خاص نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔اسی لاؤنج میں امیگریشن افسر نے آ کر پاسپورٹ دیکھے۔قریباً 7 بجے ایئرپورٹ سے ''اسلام آباد'' (ٹلفورڈ، سرے) کیلئے روانگی ہوئی اور قریباً 8 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اسلام آباد تشریف آوری ہوئی۔جہاں احباب جماعت مرد و خواتین اور بچوں بچیوں نے بڑی تعداد میں اپنے پیارے آقا کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔اسلام آباد کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور ایک داخلی راستہ پر گیٹ بھی بنایا گیا تھا جس پر ''اھلاً و سھلاً و مرحباً'' اور ''جی آیاں نوں'' کے بینرز لگائے گئے تھے۔اس کے علاوہ بجلی کے رنگ برنگے قمقموں سے چراغاں کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

احباب جماعت اپنے پیارے آقا کو خوش آمدید کہنے کیلئے صبح پونے چھ بجے سے ہی اسلام آباد آنا شروع ہو گئے تھے۔آنے والوں میں مرد و خواتین کے علاوہ بڑی تعداد میں بچے بھی شامل تھے۔اسلام آباد کے اردگرد کی جماعتوں Aldershot، Farnham، Bordon، Ash اور Guildford کے علاوہ لندن اور بعض دوسری جماعتوں سے بھی ایک محتاط اندازے کے مطابق پانچ صد کے قریب احباب اپنے پیارے آقا کے استقبال کیلئے جمع ہوئے تھے۔اس موقع پر بچے اور بچیاں اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے جھنڈے لہرا کر اپنے آقا کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے، احباب نے پرجوش انداز میں نعرے بلند کیے، دوسری طرف بچیوں کا گروپ استقبالیہ گیت ''طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّۃِ الْوِدَاعِ'' خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا۔

اسلام آباد ٹلفورڈ میں ورود مسعود

1 بجے عزیزم منیف احمد یاسر ولد لقمان احمد یاسر کو حضور انور کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضور انور از راہِ شفقت دو حصوں میں کھڑے احباب اور خواتین کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے ان کے نعروں اور سلام کا جواب دیا اور سب کو ''السلام علیکم'' کہا اور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے امریکہ کے اس سفر میں حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے علاوہ جن ممبران کو حضور انور کے قافلہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

مکرم منیر احمد جاوید صاحب (پرائیویٹ سیکرٹری) مکرم مبارک احمد ظفر صاحب (ایڈیشنل وکیل المال یو۔کے) مکرم عابد وحید خان صاحب (انچارج پریس اینڈ میڈیا آفس یو۔کے) مکرم سخاوت علی باجوہ صاحب (شعبہ حفاظت خاص) مکرم محمود احمد خان صاحب (شعبہ حفاظت خاص) مکرم خواجہ عبدالقدوس صاحب (شعبہ حفاظت خاص) مکرم مرزا لئیق احمد صاحب (شعبہ حفاظت خاص) خاکسار عبدالماجد طاہر (ایڈیشنل وکیل التبشیر یو۔کے)

امریکہ سے ڈاکٹر مکرم تنویر احمد صاحب اس سارے سفر کے دوران بطور ڈیوٹی قافلہ کے ساتھ رہے۔امیر صاحب امریکہ نے انہیں سفر کے آغاز سے دو روز قبل ہی یو۔کے بھجوا دیا تھا، جہاں سے یہ قافلہ کے ساتھ ہی روانہ ہوئے اور پھر واپس اسلام آباد یو۔کے

باقی صفحہ نمبر 28 پر ملاحظہ فرمائیں

گود لئے ہوئے بچوں کے حقیقی والدین ان بچوں کے اور یہ بچے اپنے حقیقی والدین کے شرعی وارث ہوتے ہیں

البتہ ایسے بچوں کو گود لینے والے اور ان کی پرورش کرنے والے والدین بھی اگر کچھ ان بچوں کو دینا چاہیں تو اپنی زندگی میں ہبہ کے ذریعہ اور زندگی کے بعد وصیت کی صورت میں انہیں دے سکتے ہیں

مسلمانوں کیلئے شادی کرنا اسلام کے بنیادی احکامات میں سے ایک حکم ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے، پس جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نکاح کیا کرو اس لیے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط:45)

سوال: یو.کے سے ایک خاتون نے بچوں کو Adopt کرنے نیز ان بچوں اور ان کے دیگر عزیز و اقارب کے حقوق و فرائض کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی چاہی ہے۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 26 ستمبر 2021ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں کو Adopt کرنے کی اجازت تو ہے لیکن اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خاص طور پر یہ حکم بھی دیا ہے کہ ایسے بچوں کو ان کے حقیقی والدین ہی کے ناموں کے ساتھ یاد کیا جائے۔ (سورۃ الاحزاب: 6، 5) اس لیے ایسے بچوں کو چھوٹی عمر میں ہی ان کے Adopt کیے جانے کے بارے میں اور ان کے حقیقی والدین کے متعلق بتا دینا چاہیے۔ یہی صحیح اسلامی تعلیم ہے۔

جہاں تک ایسے بچوں کے وراثت وغیرہ میں شرعی حق کا تعلق ہے تو وہ ان کے حقیقی والدین کے ساتھ ہی قائم رہتا ہے۔ یعنی ان بچوں کے حقیقی والدین ان بچوں کے اور یہ بچے اپنے حقیقی والدین کے شرعی وارث ہوتے ہیں۔ Adoption کی وجہ سے ان بچوں اور ان کے حقیقی والدین کے باہمی وراثتی شرعی حقوق پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ ایسے بچوں کو Adopt کرنے اور ان کی پرورش کرنے والے والدین بھی اگر کچھ ان بچوں کو دینا چاہیں تو اپنی زندگی میں ہبہ کے ذریعہ اور زندگی کے بعد وصیت کی صورت میں انہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن وصیت انسان اپنے کل ترکہ کے زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ تک ہی کرسکتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوصایا، بَاب أَنْ يَتْرُكَ وَرَثَتَهُ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَكَفَّفُوا النَّاسَ)

سوال: قادیان سے ایک دوست نے Milk Bank جہاں سے یتیم بچوں کیلئے ماں کا دودھ مہیا کیا جاتا ہے کا ذکر کرکے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا ہے کہ اس طرح تو وہاں کا دودھ پینے والے بچے آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہوں گے لیکن یہ پتا نہیں چل سکتا کہ کون کس کا رضاعی بھائی یا بہن ہے۔ کیا اسلام میں اس طرح کے Milk Bank قائم کرنے کی اجازت ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 12 اکتوبر 2021ء میں اس سوال کے بارے میں درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: اسلامی تعلیم کے مطابق ایک ماں کا دودھ پینے والے بچوں کا باہم رضاعت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ایسے بچوں اور بچیوں کی آپس میں شادی نہیں ہوسکتی جنہوں نے ایک ماں کا دودھ پیا ہو۔ لہٰذا اگر کسی جگہ ضرورت کے تحت یتیم بچوں کو ماں کے دودھ کی سہولت مہیا کی جائے تو اسکا انتظام کرنے والے ادارہ یا حکومت کو بہت زیادہ احتیاط کرنی پڑے گی اور اُس کیلئے لازمی ہوگا کہ وہ اس چیز کا بھی ریکارڈ رکھے کہ کس بچہ کو کس عورت کا دودھ پلایا گیا ہے۔ جو بظاہر ناممکن ہوگا۔

لہٰذا میرے نزدیک تو شریعت اسلامی کی رو سے اس طرح کے Milk Bank کا اجراء درست نہیں کیونکہ اس سے کئی قسم کے ابہام اور مسائل پیدا ہوسکتے ہیں اور ویسے بھی اس زمانہ میں اس طرز کے Milk Bank کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ مارکیٹ میں بیسیوں قسم کے Formula Milk دستیاب ہیں۔ اگر کسی ادارہ یا حکومت کو یتیم بچوں کی پرورش کا اتنا ہی احساس ہے تو وہ ایسے بچوں کیلئے اس Formula Milk کی سہولت مہیا کرسکتے ہیں۔

بہرحال میں اس بارے میں مزید تحقیق کروا رہا ہوں لیکن فی الحال تو میرا یہی نظریہ ہے کہ آپ کے خط میں بیان Milk Bank کے اجرا کا طریق اسلامی تعلیم کے مطابق درست نہیں ہے۔

بعدازاں حضور انور نے اس مسئلہ پر دارالافتاء ربوہ کے ذریعہ تحقیق کروا کر اپنے مکتوب مورخہ 17 اگست 2022ء میں سوال کرنے والے دوست کو مزید درج ذیل ہدایت سے بھی نوازا۔ حضور انور نے فرمایا:

میں نے اس معاملہ پر دارالافتاء ربوہ کے ذریعہ تحقیق کروائی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق اسلامی تعلیمات کی رو سے عورتوں کے دودھ کا Milk Bank قائم کرنا اور اسکے ذریعہ بچوں کو دودھ مہیا کرنا درست نہیں، کیونکہ اسلام نے رضاعت کی بنا پر قائم ہونے والے رشتوں کا اس حد تک تقدس قائم فرمایا ہے کہ ان رشتوں کی آپس میں شادی کی اُسی طرح ممانعت فرمائی، جس طرح نسب کی بنا پر محرم رشتوں کی باہم شادی کی ممانعت فرمائی ہے جبکہ اس قسم کے Milk Bank سے ملنے والے دودھ کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا کہ ایک دودھ کے پیکٹ میں کتنی اور کن کن عورتوں کا دودھ ہے اور اگر ان عورتوں کی اس پیکٹ پر تفصیل درج بھی کر دی جائے، تو اس دودھ کو پینے والے بچوں کے بے شمار رضائی بہن بھائی بن جائیں گے، جن کا حساب رکھنا اور ان سے شادی کے معاملہ میں احتیاط برتنا بظاہر ناممکن ہو جائے گا۔

لہٰذا اگر کسی بچہ کو ماں کے دودھ کی ضرورت ہو تو اس کیلئے جس طرح اسلام نے رضاعی ماں کے طریق کو جاری فرمایا ہے، اسی طریق کو اختیار کرنا چاہئے لیکن اگر کسی جگہ اسکی سہولت موجود نہ ہو تو پھر عورتوں کے دودھ کے Milk Bank سے ملنے والے دودھ کے استعمال کا تکلف کرکے رشتوں کو مشتبہ بنانے کی بجائے عام گائے، بھینس یا مصنوعی دودھ کے پیکٹوں کے دودھ کو استعمال کرنا چاہئے تا کہ اسلام نے جن رشتوں کے تقدس کو قائم فرمایا ہے اسکی پوری طرح پابندی ہو سکے۔

سوال: یو کے سے ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ ہم عشاء کی نماز میں وتر کی آخری رکعت الگ پڑھتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے؟ نیز یہ کہ جب ہم Holidays پر جاتے ہیں اور اپارٹمنٹ بک کرتے ہیں تو کیا ہم وہاں کے Frying pans وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 12 اکتوبر 2021ء میں اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: علمائے حدیث وفقہ نے وتر پڑھنے کے کئی طریق بیان کیے ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے موقف کے حق میں مختلف دلائل بھی دیے ہیں۔ ان میں زیادہ معروف دو طریق ہیں ایک یہ کہ دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے اور پھر تیسری رکعت الگ پڑھی جائے۔ اور دوسرا طریق یہ ہے کہ تینوں رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ اکٹھی پڑھی جائیں اور درمیان میں دو رکعات کے بعد تشہد بیٹھا جائے۔ چنانچہ ایک شخص کے سوال پر کہ وتر کس طرح پڑھنے چاہئیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ”خواہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر تیسری رکعت پڑھ لو۔ خواہ تینوں ایک ہی سلام سے درمیان میں التحیات بیٹھ کر پڑھ لو۔“ (الحکم نمبر 13، جلد 7، مورخہ 10 اپریل 1903ء صفحہ 14) احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ عموماً وتروں کی تین رکعات کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوَتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِيمَةٍ وَيُسْمِعُنَاهَا (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن خطابؓ حدیث نمبر 5204) یعنی رسول اللہ ﷺ وتر اور اسکے قبل کی دو رکعتوں کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ کرلیا کرتے تھے اور یہ سلام ہمیں سنایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الْحُجْرَةِ وَأَنَا فِي الْبَيْتِ فَيَفْصِلُ بَيْنَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ بِتَسْلِيمٍ يُسْمِعُنَاهُ (مسند احمد بن حنبل، حدیث السَّيِّدَةِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 23398) یعنی رسول اللہ ﷺ حجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور میں گھر میں ہوتی، آپ وتر اور پہلی دو رکعتوں میں سلام کے ساتھ فاصلہ کرتے تھے اور اپنا سلام ہمیں سناتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وتر پڑھنے کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضرت صاحب وتر دو پڑھ کر سلام پھیرتے تھے یا تین پڑھ کر؟ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”عموماً دو پڑھ کر۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب نے کہا۔ جس قدر واقف لوگوں سے اور روایتیں سُنی ہیں۔ ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو پڑھ کر سلام پھیرتے تھے پھر ایک پڑھتے۔“

(الفضل قادیان دارالامان نمبر 97، جلد 9 مورخہ 12 جون 1922ء صفحہ 7)

پس اگرچہ فقہاء نے تینوں وتر اکٹھے ایک ہی سلام کے ساتھ درمیان میں تشہد بیٹھ کر پڑھنے کے طریق کو بھی درست اور مسنون قرار دیا ہے لیکن ہمارے آقا و مطاع آنحضور ﷺ اور آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمومی سنت یہی تھی کہ آپ وتر کی دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت الگ پڑھا کرتے تھے۔

باقی جہاں تک Holidays کے دوران کرایہ کے اپارٹمنٹ کے برتنوں کے استعمال کا تعلق ہے تو ان برتنوں کو اچھی طرح دھو کر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

سوال: کویت سے ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دریافت کیا کہ ہم مسلمانوں پر شادی کرنا کیوں فرض ہے اور اگر کوئی بہت نیک ہو لیکن شادی نہ کرے تو کیا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 15 اکتوبر 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: مسلمانوں کیلئے شادی کرنا اسلام کے بنیادی احکامات میں سے ایک حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں اسکا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (سورۃ النساء: 4) یعنی عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔

اسی طرح شادی کرنا حضور ﷺ کی سنت ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ حقیقی مسلمان وہی ہے جو میری سنت پر عمل کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ

باقی صفحہ نمبر 24 پر ملاحظہ فرمائیں

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17 نومبر 2022ء بروز جمعرات 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر اور غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرمہ امۃ الکبیر احمدی صاحبہ اہلیہ مکرم محمد اظہر احمدی صاحب (جلنگھم، یوکے)

13 نومبر 2022ء کو 61 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ مکرم افضل خان صاحب (لندن) کی بیٹی تھیں جنہوں نے 1936ء میں نیروبی (کینیا) میں احمدیت قبول کی۔ مرحومہ نے اپنی تعلیم اور ملازمت کے دوران ہمیشہ پردہ کی پابندی کی۔ لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ جلنگھم میں بطور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پائی۔ بہت دیندار، نماز وروزہ کی پابند، ملنسار، مہمان نواز اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والی ایک نیک خاتون تھیں۔ اپنی جماعت کے دورہ پر آنے والے مرکزی مہمانوں اور جامعہ احمدیہ کے طلبہ کا بہت احترام کرتی تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ تین بیٹے شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم میاں محمد اسحاق ساقی صاحب ابن مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی (سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ وسابق مبلغ سلسلہ امریکہ)

8 نومبر 2022ء کو 76 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے امارت ڈیفنس لاہور کے نائب امیر کے علاوہ زعیم انصار اللہ ڈیفنس لاہور کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اعزازی وقف بھی منظور فرمایا تھا۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ممبر تھے۔ Media/Journalists کے ساتھ جماعتی رابطے بھی کرواتے تھے۔ خلافت کے ساتھ خاص وفا کا تعلق اور گہری محبت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے سفروں کے دوران اپنے طور پر یورپ آتے رہے۔ جلسہ سالانہ یوکے میں باقاعدگی سے شمولیت اختیار کرتے اور اس دوران دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں وقف عارضی کیا کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، چندہ کی ادائیگی میں باقاعدہ، ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے، ایک نرم مزاج، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ بہت سے لوگوں کی روزگار کے حصول میں اور مستحق طلبہ کی تعلیم کیلئے حسب توفیق مدد کرتے رہے۔ ربوہ میں حبیب بینک قائم ہوا تو اہالیان ربوہ کو بینک کے حوالہ سے سہولت فراہم کرنے میں مدد کرتے رہے۔ والد کی بطور مبلغ امریکہ تعیناتی کے بعد والدہ اور دیگر بہن بھائیوں کا بہت اچھے رنگ میں خیال رکھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

(2) مکرمہ امۃ الرافع صاحبہ اہلیہ مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب (استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

22 ستمبر 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے نانا حضرت چودھری محمد دیوان کاہلوں صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیحِ موعودؑ کے صحابی تھے۔ مرحومہ نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ سے اور بعدازاں ربوہ سے ایم اے عربی کیا۔ آپ خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان رکھتی تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں میں اس قدر پختہ تھیں کہ آخری بیماری کے دوران بھی جب تک ہوش رہی بیڈ یا سٹریچر پر نماز پڑھتی رہیں۔ روزے بڑی باقاعدگی سے رکھا کرتی تھیں۔ روزانہ تلاوت قرآن کریم کی عادی تھیں۔ مرحومہ رمضان میں تین سے چار مرتبہ قرآنِ کریم کا دَور مکمل کیا کرتی تھیں۔ آپکا خلافت اور نظامِ جماعت سے بے حد محبت وعقیدت کا تعلق تھا۔ آپ عام طور پر ہر خطبہ تین مرتبہ سنا کرتی تھیں۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہا کرتی تھیں۔ مرحومہ ایک غریب پرور اور صلہ رحمی کا وصف رکھنے والی خاتون تھیں۔ ایک واقفِ زندگی کی بیوی کو جس طرح ہونا چاہیے، اس حوالہ سے بھی ایک مثالی بیوی تھیں۔ بچوں کی بھی نہایت عمدہ تربیت کی۔ آپ ایک سلیقہ شعار، شائستہ طبیعت اور خاندانی روایات کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ چار بیٹے شامل ہیں۔ آپ کا چھوٹا بیٹا عزیزم تصویر احمد واقفِ زندگی ہے اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں چھٹے سال میں زیرِ تعلیم ہے۔

(3) مکرم محمد شریف صاحب ابن مکرم حسین بخش صاحب (سابق کارکن نظارت امور عامہ ربوہ)

16 اکتوبر 2022ء کو 92 سال کی عمر میں جرمنی میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے 1944ء میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔ 1949ء میں ربوہ شفٹ ہوگئے جہاں دفتر امور عامہ میں چالیس سال خدمت کی توفیق پائی۔ 1989ء سے جرمنی میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کو بطور صدر جماعت Weiterstadt خدمت کی توفیق ملی۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، دعا گو، سادہ مزاج، شریف النفس، صابر وشاکر، متوکل علی اللہ، ایک نیک اور مخلص بزرگ تھے۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے دونواسے اور ایک پوتا مربیٔ سلسلہ ہیں۔ جبکہ دو پوتے اور ایک پڑپوتا جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

(4) مکرم میر ثناء اللہ ناصر صاحب ابن مکرم محمد دین صاحب (داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ)

11 ستمبر 2022ء کو 70 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اردو میں ماسٹرز اور پھر بی۔ایڈ کیا۔ اسکے بعد شعبہ تدریس سے منسلک ہوگئے۔ آپ ہیڈ ماسٹر اور کالج میں لیکچرار بھی رہے۔ ملازمت کے دوران آپ اسسٹنٹ ایجوکیشن افسر بھی منتخب ہوئے لیکن احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کی پرموشن روک دی گئی۔ اپنی سروس مکمل کرنے کے بعد 2012ء میں ریٹائر ہوئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلافت سے بے حد پیار کرنے والے، بہت مہمان نواز، منکسر المزاج اور نافع الناس وجود تھے۔ واقفین زندگی کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا جن میں اکثریت غرباء کی تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم مسعود احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ آج کل گیمبیا میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(5) مکرمہ بشریٰ سمیع اللہ صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ سمیع اللہ صاحب مرحوم (فیصل آباد حال کینیڈا)

3 اکتوبر 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے دادا حضرت میاں عبدالرزاق صاحب رضی اللہ عنہ اور نانا حضرت حکیم غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ دونوں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ آپ حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ صحابیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے والی، خلافت سے والہانہ محبت رکھنے والی، ایک ملنسار، مہمان نواز اور ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والی نیک خاتون تھیں۔ چندوں کی بروقت ادائیگی کرتیں اور مالی قربانی میں پیش پیش رہتی تھیں۔ ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتی تھیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہری عقیدت تھی۔ آپ نے فیصل آباد شہر اور ضلع کی صدر لجنہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کی بیٹی مکرمہ لبنیٰ ظفر صاحبہ اپنی لوکل مجلس کی صدر لجنہ ہیں۔ آپ کے ایک داماد مکرم بشیر احمد خان صاحب جامعہ احمدیہ کینیڈا کے وائس پرنسپل ہیں۔

(6) مکرمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم سید مبشر احمد صاحب (ڈنمارک)

5 اکتوبر 2022ء کو 70 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کے والد محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب کا شمار 313 درویشان قادیان میں ہوتا ہے۔ آپ کا رشتہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کروایا۔ شادی کے بعد آپ ڈنمارک چلی گئیں جہاں ایک لمبا عرصہ آپ کو لجنہ اماء اللہ میں خدمت بجالانے کا موقع ملا۔ کئی سال بطور صدر لجنہ بھی خدمت کی توفیق ملی۔ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور ذاتی تعلق تھا۔ نماز کے قیام میں بہت پختہ تھیں۔ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ وقت پر نماز ادا کرنے کی تلقین کرتیں۔ قرآن کریم سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔ بہت سے بچوں بچیوں کو آپ نے قرآن کریم پڑھایا۔ دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ گھر میں چلتے پھرتے دعاؤں کا ورد کرتی رہتیں۔ تہجد اور نوافل کی ادائیگی میں بھی باقاعدہ تھیں۔ خلافت کے ساتھ وفا کا تعلق تھا۔ قادیان میں کئی ضرورت مندوں کی مالی مدد کیا کرتی تھیں۔ ہر کسی کی خوشی غمی میں بھرپور انداز میں شامل ہوتیں۔ مہمان نوازی آپ کا خاص وصف تھا۔ رمضان میں معتکفین کی سحری اور افطاری کرواتیں۔ الغرض بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ چار بچے شامل ہیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے مکرم سید احسان احمد صاحب (مربی سلسلہ) بطور نائب مدیر الفضل انٹرنیشنل خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(7) مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم فضل محمد صاحب مرحوم (دارالیمن وسطی حلقہ حمد ربوہ)

5 نومبر 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب (امیر جماعت راہوں ضلع جالندھر) کی سب سے چھوٹی بہو تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، صلہ رحمی کرنے والی، ہمدرد، غریب پرور، چندوں میں باقاعدہ ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ کی بیٹی امۃ الحیٔ صاحبہ اپنے حلقہ میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پارہی ہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بچے شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اعلان نکاح :: فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 31 دسمبر 2022ء بعد نماز ظہر وعصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل 6 نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

۞ عزیزہ ثانیہ احمد (واقفہ نو) بنت مکرم ناصر احمد صاحب (جرمنی) ہمراہ عزیزم محمد صہیب احمد خان (مربی سلسلہ، ایم ٹی اے، یو۔کے) ابن مکرم سلیم الحق خان صاحب

۞ عزیزہ لبنیٰ سہیل بنت مکرم سہیل اسلم صاحب (پاکستان) ہمراہ عزیزم مرغوب احمد (متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ) ابن مکرم نصیر احمد انجم صاحب مرحوم (مربی سلسلہ)

۞ عزیزہ ڈاکٹر مبارکہ سعید بنت مکرم سعید احمد اعوان صاحب (پاکستان) ہمراہ عزیزم ڈاکٹر سید شمائل احمد (واقف نو) ابن مکرم سید اسد احمد شاہ صاحب (ربوہ)

۞ عزیزہ فائزہ چیمہ بنت مکرم عرفان اللہ چیمہ صاحب (یو۔کے) ہمراہ عزیزم توقیر احمد رانا (واقف نو) ابن مکرم طاہر تنویر رانا صاحب (کینیڈا)

۞ عزیزہ ماریہ شکیل ڈار بنت مکرم شکیل احمد ڈار صاحب (یوکے) ہمراہ عزیزم احتشام احمد ابن مکرم رشید احمد صاحب (کینیڈا)

۞ عزیزہ لوجین الجیرودی بنت مکرم احمد عبد الکریم الجیرودی صاحب (قطر) ہمراہ عزیزم محمد اکبر اقبال بٹ ابن مکرم محمد ارشاد اقبال بٹ صاحب (یو۔کے) ☆☆

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں
ان میں سے بعض کو تم جانتے ہو بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں، اس لیے مناسب ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 5/اگست 2022 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ڈیوٹی دینے والوں اور شاملین جلسہ کو کن احتیاطی تدابیر کی طرف توجہ دلائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سب شاملین جب جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوں اور ڈیوٹی والے بھی جب ڈیوٹیاں دے رہے ہوں اس وقت یا پھر باہر پھر رہے ہوں تب بھی ماسک پہن کر رکھنے کی پابندی کریں۔ اسی طرح انتظامیہ نے بھی اس سال یہ انتظام کیا ہوا ہے کہ صبح آتے ہوئے اور واپس جاتے ہوئے ہومیو پیتھی دوائی جو اُن کے خیال میں اس بیماری کیلئے بہتر ہے، دینے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں شفا بھی رکھے۔ دوائی میں شفا رکھنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن ہمیں ظاہری کوشش کرنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں مَیں تمام شاملین سے کہوں گا کہ انتظامیہ سے تعاون کریں۔

سوال حضور انور نے کارکنوں کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جلسہ کے ان تین دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی اس جذبہ سے خدمت کریں کہ انہیں ہمیشہ یہ احساس رہے اور دل میں یہ رہے کہ ہم نے اپنے افسروں سے یا کسی مہمان کی طرف سے اس خدمت کا کوئی صلہ نہیں لینا اور نہ ہمیں صلہ ملنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان مہمانوں کی خدمت کرنی ہے اور اس صحابی کے اسوہ کو اور اسکی بیوی کے اسوہ کو سامنے رکھنا ہے جس نے بچوں کو بھی بھوکا سلا دیا تھا اور خود بھی بھوکے رہے اور مہمان کی مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔

سوال جلسے پر آنے والے مختلف مزاج کے لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب بڑی تعداد میں لوگ ہوں تو مختلف مزاج کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بعض زیادہ گرم طبیعت کے بھی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ سختی سے کارکن سے مخاطب ہو جاتے ہیں یا سختی سے کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن کارکن کا کام ہے، مرد کارکنان کا بھی، لجنہ کی کارکنات کا بھی کہ کسی سے سختی نہیں کرنی۔ کسی سختی سے بولنے والے کا سختی سے جواب نہیں دینا بلکہ مسکراتے ہوئے جواب دینا ہے۔ اگر ضرورت پوری کر سکتے ہیں تو ضرورت پوری کریں ورنہ نرمی سے، پیار سے معذرت کر دیں یا اپنے بالا افسر کے پاس لے جائیں جو مہمان کا مسئلہ حل کر دے۔

سوال افسروں اور نگرانوں کو اپنے معاونین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: افسران اور نگران اپنے معاونین کے ساتھ نرم زبان میں گفتگو کریں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو پیار سے سمجھائیں۔ افسران کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ رضا کار اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کیلئے آئے ہیں اور باوجود اس کے کہ کسی خاص شعبہ کیلئے تربیت یافتہ نہیں ہیں خدمت کے جذبہ سے بے نفس ہو کر خدمت کر رہے ہیں تو ان کی عزت افزائی ہونی چاہیے۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کے غلط رویے پر بھی خدمت اور قربانی کا کیا معیار قائم فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مہمان جو غیر مسلم تھا وہ آتا ہے تو اس کی کھانے سے خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ اسے بستر رات کو سونے کیلئے مہیا کیا جاتا ہے۔ رات کو زیادہ کھانے کی وجہ سے یا کسی وجہ سے اس کا پیٹ خراب ہو گیا یا جان بوجھ کر تنگ کرنے کی وجہ سے اس نے یہ حرکت کی کہ وہ اپنا بستر گندا کر کے صبح صبح چلا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اس حرکت کا برا نہیں منایا بلکہ پانی منگوایا اور خود ہی اسے دھونے لگ گئے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ باوجود ہمارے کہنے کے کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں ہم خادم حاضر ہیں ہمیں دھونے دیں، آپؐ نے فرمایا وہ میرا مہمان تھا۔ پس خود ہی یہ کام کروں گا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانوں کے احترام کی بابت کیا بیان فرمایا؟

جواب آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے۔

سوال رضا کاروں، کارکنان، کارکنات، افسر یا معاون سب کا کیا فرض ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پس ہمارے سب رضا کاروں، کارکنان، کارکنات، افسر یا معاون سب کا فرض ہے کہ جو مہمان دین کی غرض سے آئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئے ہیں، انکی خدمت ہم قربانی کر کے بھی کریں گے۔ بلند حوصلگی کا مظاہرہ بھی ہر وقت کریں۔ خوش دلی سے چہرے پر بغیر کسی قسم کی ناپسندیدگی کے آثار ظاہر کیے خدمت کریں۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں سے حسن سلوک کے بارے میں کیا نصائح فرمائی ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم جانتے ہو۔ بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔

سوال حضور انور نے مہمانوں کو کیا بات سمجھائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مہمان اپنے میزبان پر غیر معمولی، غیر ضروری بوجھ نہ ڈالے تو پھر محبت اور پیار والی فضا قائم رہتی ہے۔ مہمانوں کو بھی چاہیے کہ ضرورت سے زیادہ توقعات وابستہ نہ کریں۔ اگر یہ صورت ہوگی تو پھر گھر والے بھی سہولت میں رہیں گے اور جن کے سپرد مہمانوں کا انتظام ہے وہ بھی اور مہمان بھی سہولت میں رہیں گے۔

سوال جلسہ میں شامل ہونے والا ہر شخص کس بات کو پیش نظر رکھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہمیشہ ہر شامل ہونے والا یہ بات پیش نظر رکھے کہ اس نے اس جلسہ میں شمولیت اپنی دینی اور علمی اور روحانی پیاس بجھانے کیلئے کی ہے اور اس بات کے حصول کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ یہ جلسہ خالصۃً للّٰہی جلسہ ہے۔ اس لیے کبھی بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کسی قسم کی بے چینی اور رنجش کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔

سوال ان جلسوں کے کیا مقاصد ہوتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اپنی روحانی پیاس بجھانے کا مقصد ہے، اپنے دینی علم میں اضافے کا مقصد ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے طریق سیکھنا مقصد ہے تو پھر اس کیلئے کم از کم اپنے جذبات کی قربانی بھی دینی ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ بھی مدد مانگنی ہوگی۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر پر نکلنے کی کیا دعا بتائی ہے؟

جواب آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ دعا کیا کرو: اے ہمارے خدا! مَیں پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر سے، مال اور اہل وعیال میں بُرے نتیجہ سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔

سوال حضور انور نے جلسہ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کون سے دعائیہ کلمات پیش کئے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرماوے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل ورحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔

سوال جلسہ کا کام جلسے سے کتنے روز پہلے سے شروع ہو جاتا ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جلسہ کا کام صرف جلسہ کے ان تین دنوں میں نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ کئی ہفتے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اب تو ایم ٹی اے اپنی خبروں میں اور چھوٹے چھوٹے کلپس (clips) کی صورت میں یہ دکھاتا رہتا ہے کہ کس طرح کام ہو رہا ہے۔

سوال شعبہ ضیافت کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ضیافت کی ذمہ داری ہے کہ جو مہمان آ رہا ہے اس کی پوری طرح مہمان داری کریں۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کھانے کی بابت ضیافت کے شعبہ کو کس طرف ہدایت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آجکل گرمیوں کے دن ہیں تو ضیافت کے شعبہ کو چاہئے کہ جب گوشت کٹواتے ہیں تو جس طرح کٹتا جاتا ہے تھوڑا تھوڑا گوشت فوری طور پر چلر (chiller) میں چلا جانا چاہئے نہ یہ کہ سارا دن پڑا رہے اور خراب ہو اور پھر لوگوں کو بیمار کرے۔ اسی طرح باقی کھانے کی بھی تسلی کرنی چاہئے۔ بہرحال جو لوگ، خدمت کیلئے رضا کار آئے تھے جن کا مَیں پہلے ذکر کر رہا تھا، وہ تو خدمت کیلئے آئے تھے۔ انہیں کھانا ملا یا نہیں ملا وہ تو خاموشی سے چلے گئے لیکن انتظامیہ کی ایک کمی سامنے آ گئی۔

......☆......☆......☆......

مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ مہمان کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیتے تھے
جس سے مہمان کو یہ خیال پیدا ہو کہ آپؐ کی میرے کھانے پر نظر ہے تا کہ وہ کبھی سبکی محسوس نہ کرے، شرمندگی محسوس نہ کرے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 22/جولائی 2005 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر کن الفاظ میں بیان فرماتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ جب آپؑ کے پاس معزز مہمان آئے تو سب سے پہلا کام جو آپؑ نے یہ کیا کہ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ (الذّٰریٰت: 27) یعنی وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا اور ایک موٹا تازہ بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔ تو آپ نے مہمانوں سے یہ نہیں پوچھا کہ دُور سے آئے ہو یا نزدیک سے آئے ہو، یا بھوک لگی ہے یا نہیں لگی، کھانا کھاؤ گے یا نہیں کھاؤ گے، بلکہ فوری طور پر گھر کے اندر گئے اور کھانا تیار کروا کر لے آئے۔

سوال پہلی وحی پر جب رسول کریم ﷺ سخت گھبرا گئے تو اس پر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ سے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب آنحضرت ﷺ پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی اور آپؐ بڑے سخت گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے اس گھبراہٹ کا ذکر کیا تو آپؓ نے عرض کہ اللہ کی قسم! جیسے آپؐ سوچ رہے ہیں ویسے ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی بھی رُسوا نہ کرے گا۔ اللہ کی قسم آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کرتے ہیں، دوسروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، ناپید نیکیاں بجا لاتے ہیں، لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور آفات سماوی کے نازل ہونے پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

سوال جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اس کو کس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر

ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کے پاس جب کوئی کھانے کی چیز آتی تو آپؐ کیا کرتے؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی کھانے کی کوئی چیز آتی، تحفہ وغیرہ آتا تو آپ ان لوگوں کو پہلے بلا لیا کرتے جو مستقل وہاں پڑے ہوئے تھے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی مہمان نوازی کا کیا عالم تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آپؐ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ مہمان کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیتے تھے جس سے مہمان کو یہ خیال پیدا ہو کہ آپؐ کی میرے کھانے پر نظر ہے تاکہ وہ کبھی سبکی محسوس نہ کرے، شرمندگی محسوس نہ کرے بلکہ بعض دفعہ یہ ہوتا کہ اگر مہمان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوتے تو آہستہ آہستہ آپ خود بھی کھاتے رہتے تاکہ مہمان کسی شرمندگی کے بغیر کھاتا رہے۔ لیکن بعض دفعہ یوں بھی ہوا کہ کوئی کافر مہمان ہوا اور ضرورت سے زیادہ خوش خوراکی کا مظاہرہ کیا لیکن آپ نے اظہار نہیں ہونے دیا اور جتنی اس کی خواہش تھی، جتنا وہ پیٹ بھر سکتا تھا اسکے مطابق اس کو خوراک مہیا کی۔

سوال: رسول کریم ﷺ کے پاس جب کافی تعداد میں مہمان آجایا کرتے تو آپؐ کیا کرتے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب کبھی کافی تعداد میں مہمان آجایا کرتے تھے تو آپؐ مہمانوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور صرف انہی میں نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھ بھی اس طرح تقسیم کر کے لے جاتے تھے۔

سوال: جب مہمانوں کی کثرت کے باعث بستر کم پڑ گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب مہمانوں کی زیادتی کی وجہ سے بستر بہت کم ہو گئے تو آپؑ نے اپنے گھر میں جو آخری رضائی تھی وہ بھی مہمانوں کو دے دی اور خود ساری رات تکلیف میں گزاری تاکہ مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان کے دل کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: مہمان نوازی کے کون سے وصف کو دیکھ کر ایک عیسائی مسلمان ہوا تھا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی شخص عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت نے اس کی بہت تواضع و خاطر داری کی۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ حضرت نے اس کو خوب کھلایا کہ اسکا پیٹ بہت بھر گیا۔ رات کو اپنی رضائی عنایت فرمائی۔ جب وہ سو گیا تو اس کو بہت زور سے دست آیا کہ وہ روک نہ سکا'' (اس بیچارے کا پیٹ خراب ہو گیا)'' اور رضائی میں ہی کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے سوچا کہ میری حالت کو دیکھ کر کراہت کریں گے۔ شرم کے مارے وہ نکل کر چلا گیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سے عرض کی کہ جو نصرانی عیسائی تھا وہ رضائی کو خراب کر گیا ہے۔'' حضرت نے فرمایا کہ وہ مجھے دو تا کہ میں صاف کروں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ہم جو حاضر ہیں، ہم صاف کر دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ میرا مہمان تھا، اس لئے میرا ہی کام ہے اور اٹھ کر پانی منگوا کر خود ہی صاف کرنے لگے۔ وہ عیسائی جب ایک کوس نکل گیا تو اسکو یاد آیا کہ اسکے پاس جو سونے کی صلیب تھی وہ چارپائی پر بھول آیا ہوں۔ اس لئے وہ واپس آیا تو دیکھا کہ حضرت اس کے پاخانہ کو رضائی پر سے خود صاف کر رہے ہیں۔ اس کو ندامت آئی اور کہا کہ اگر میرے پاس یہ ہوتی تو میں کبھی اس کو نہ دھوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص کہ جس میں اتنی بے نفسی ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں آسام کے کچھ مہمان عملے کے رویے سے ناراض ہو کر واپس جانے لگے تو آپ علیہ السلام نے کیا کیا؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک دفعہ آسام سے کچھ مہمان آئے اور جب لنگر خانہ میں آکے اترے تو لنگر خانہ کے عملے کے رویّہ کی وجہ سے ناراض ہو کر اسی طرح اسی ٹانگے پہ بیٹھ کے واپس چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب پتہ لگا تو آپؑ بڑے ناراض ہوئے کہ کیوں ایسی صورت پیدا ہوئی اور فوری طور پر اس طرح کہ جوتے پہننا بھی مشکل تھا جلدی جلدی جوتے پہنے اور ان کے پیچھے تیز تیز قدموں سے گئے حالانکہ وہ تانگے پر تھے دور نکل چکے تھے لیکن آپؑ پیدل ان کے پیچھے پیچھے گئے اور روایت میں آتا ہے کہ نہر پہ پہنچ کے آپ نے ان کو وہاں روک لیا اور پھر ان کو واپس لے کر آئے۔ پھر مہمانوں کو کہا کہ آپ ٹانگے پر بیٹھ کر چلیں مَیں پیدل چلتا ہوں۔ بہرحال اس خُلق کو دیکھ کر مہمان بھی شرمندہ تھے۔ وہ شرمندگی سے کہیں، نہیں حضور ہم تو نہیں بیٹھیں گے ساتھ ہی چلے۔

سوال: مہمانوں کی مہمان نوازی کی بابت انبیاء کی کیا سنت رہی ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان جس کے گھر مہمان آیا ہوا عزاز و تکریم کے ارادے سے، اس نیت سے کہ اس نے مہمان کو عزت دینی ہے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے کیلئے آئے۔ تو الوداع کہنے کیلئے باہر چھوڑنے کیلئے آپؐ باہر دروازے تک آیا کرتے تھے۔

......☆......☆......☆......

صدر انجمن احمدیہ، انجمن تحریک جدید، انجمن وقف جدید قادیان میں خدمت کے خواہشمند احباب متوجہ ہوں

شرائط برائے اسامی درجہ دوم صدر انجمن احمدیہ قادیان

(1) امیدوار کی عمر 25 سال سے زائد اور 18 سال سے کم نہ ہو (2) امیدوار کی تعلیمی قابلیت کم از کم 10+2 45% فیصد نمبرات کے ساتھ ہونی چاہئے (3) امیدوار اردو/ انگریزی کمپوزنگ جانتا ہو اور رفتار 25 الفاظ فی منٹ ہو (4) اس اعلان کے بعد 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں موصول ہونگی انہیں پر غور ہوگا (5) نصاب امتحان کمیشن برائے کارکنان درجہ دوم درج ذیل ہے۔ پرچہ کے ہر جزء میں کامیاب ہونا لازمی ہے۔

جزءاوّل ۞ قرآن کریم ناظرہ مکمل۔ پہلا پارہ باترجمہ
۞ چالیس جواہر پارے، ارکان اسلام، نماز مکمل باترجمہ (30 نمبرات)

جزءدوم ۞ کشتی نوح، برکات الدعا، دینی معلومات
۞ مضمون بابت عقائد جماعت احمدیہ ۞ نظم از درّثمین (شان اسلام) (20 نمبرات)

جزءسوم ۞ انگریزی بمطابق معیار انٹرمیڈیٹ (10+2) (20 نمبرات)

جزءچہارم ۞ حساب بمطابق معیار میٹرک (دفتری ایمپرسٹ سے متعلق سوالات) (20 نمبرات)

جزءپنجم ۞ عام معلومات عامّہ (G.K) (10 نمبرات)

(6) تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواران کا ہی انٹرویو ہوگا (7) تحریری امتحان، کمپیوٹر ٹیسٹ و انٹرویو میں کامیابی کی صورت میں امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کے طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت منداور تندرست ہوں گے (8) سلیکشن کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (9) سفر خرچ قادیان آمدورفت امیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے۔

(نوٹ: تحریری امتحان وانٹرویو کی تاریخ سے امیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا)

شرائط گریڈ درجہ چہارم برائے مالی/ کیئر ٹیکر/ چوکیدار/ باورچی/ نانبائی/ خادم مسجد ادارہ جات صدر انجمن احمدیہ، انجمن تحریک جدید، انجمن وقف جدید قادیان

(1) امیدوار کی عمر 40 سال سے زائد اور 18 سال سے کم نہ ہو (2) امیدوار کی تعلیم کی کوئی شرط نہیں ہے (3) برتھ سرٹفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا (4) اس اعلان کے بعد 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں موصول ہونگی انہیں پر غور ہوگا (5) وہی اُمیدوار خدمت کیلئے لئے جائیں گے جو مرکزی کمیٹی برائے بھرتی کارکنان کے انٹرویو میں کامیاب ہونگے (6) انٹرویو میں کامیابی کی صورت میں امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کے طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت منداور تندرست ہوں گے (7) سلیکشن کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (8) سفر خرچ قادیان آمدورفت امیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے۔

(نوٹ: تحریری امتحان وانٹرویو کی تاریخ سے امیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا)

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں

نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان پن کوڈ 143516

موبائل: 09682587713, 09682627592 دفتر: 01872-501130

E-mail: diwan@qadian.in

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہوتو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 10849: مَیں اسحاق علی ولد مکرم قاصد علی صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ زراعت تاریخ پیدائش 1/ جنوری 1971ء تاریخ بیعت 2000ء، ساکن قدام تلا (گو پالپور) دالگو میا صوبہ آسام، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 13/اکتوبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ سرکاری پٹا زمین ایک بیگھ۔ میرا گزارہ آمداز زراعت ماہوار -/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: افضل الرحمٰن   العبد: اسحاق علی   گواہ: فیضان احمد

مسل نمبر 10850: مَیں الیکجان خاتون زوجہ مکرم تمشیر احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش 31/دسمبر 1980 تاریخ بیعت 1993، ساکن گاؤں نرار بھٹیا (پارٹ 1) ضلع بنگائی گاؤں صوبہ آسام، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 9/اکتوبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ -/12001 روپئے بذمہ خاوند، زیور طلائی: نتھ، کان کی بالی اور ہاتھ کے بالے کل وزن 6 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی 6 تولہ۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: تمشیر احمد   الامۃ: الیکجا خاتون   گواہ: امان علی احمد

مسل نمبر 10851: مَیں صوفیہ خاتون زوجہ مکرم جمال الدین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 38 سال تاریخ بیعت 1997، ساکن گوراپارٹ (2) ڈاکخانہ نرار بھٹیا ضلع بنگائی گاؤں صوبہ آسام، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 9/اکتوبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی نتھن 1 عدد، زیور نقرئی 6 تولہ، حق مہر -/9000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔   گواہ: جمال الدین   الامۃ: صوفیہ خاتون   گواہ: حنیف الدین

مسل نمبر 10852: مَیں فیروزہ خاتون زوجہ مکرم شمس الدین احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت تاریخ پیدائش 4/مئی 1974ء پیدائشی احمدی، ساکن نرار بھٹیا (پارٹ 1) ضلع بنگائی گاؤں صوبہ آسام، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 9/اکتوبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/5000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/6000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شمس الدین احمد   الامۃ: فیروزہ خاتون   گواہ: تمشیر احمد

مسل نمبر 10853: مَیں دانیہ نفل بی۔کے بنت مکرم عبدالقادر۔ایس صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ طالبہ علم تاریخ پیدائش 18/مئی 2005 پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: C-28 رزاق روڈ (ایڈالاکوڈی) Nagercoil، مستقل پتا: چننام کولانگارا (امارامبالم) مالا پورم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 26/اکتوبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ہار 6 گرام، انگوٹھی 1 گرام، ایک جوڑی اسٹیڈ نصف گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/200 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ایس۔عبدالقادر   الامۃ: دانیہ نفل بی۔کے   گواہ: نجلہ۔او۔کے

مسل نمبر 10854: مَیں نجلہ۔او۔کے زوجہ مکرم ایس۔عبد القادر صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ 21/دسمبر 1984 پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: C-28 رزاق روڈ (ایڈالاکوڈی) Nagercoil، مستقل: Oarakkadan ہاؤس (امارامبالم) مالا پورم صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 26/اکتوبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: پائل 19 گرام، بریس لیٹ 4 گرام، ہار 36 گرام، نیک لیس 20 گرام، ایک جوڑی بالی 2 گرام، 3 انگوٹھیاں 6 گرام، 4 چوڑیاں 28 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) حق مہر 16 گرام زیور طلائی 22 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔   گواہ: ایس۔عبدالقادر   الامۃ: نجلہ۔او۔کے   گواہ: محمودہ بیگم

مسل نمبر 10855: مَیں رنّو بیگم زوجہ مکرم رزاق خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش یکم جنوری 1978 تاریخ بیعت 2000، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 11 نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/20,000 روپئے وصول شد، زیور طلائی: کان کے ٹاپس اندازاً 2 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی: پائل ایک جوڑی، چوڑیاں 2 عدد کل وزن 200 گرام۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: رنّو بیگم   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10856: مَیں سمو بیگم زوجہ مکرم قیصر علی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش 10/جولائی 1980 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/5000 روپئے، زیور طلائی: کان کے ٹاپس ایک جوڑی تقریباً 2 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی: پائل ایک جوڑی تقریباً 50 گرام۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: سمو بیگم   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10857: مَیں ناصرہ پروین بنت مکرم اشراق علی خان صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم تاریخ پیدائش 16/جنوری 2001 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: ناصرہ پروین   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10858: مَیں تسلیمہ بیگم زوجہ مکرم شاکر علی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش 10 اکتوبر 1983 تاریخ بیعت 2005، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 12 نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/6000 روپئے، زیور طلائی ناک کی کیل قیمت 500 روپئے، زیور نقرئی پائل وزن 25 گرام۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔   گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: تسلیمہ بیگم   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10859: مَیں رخصانہ بیگم زوجہ مکرم مفیض احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش یکم جنوری 1990 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 11 نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/60,000 روپئے، زیور طلائی: 1 جوڑی کان کے ٹاپس، 3 ناک کے لونگ، 1 مانگ ٹیکہ (کل وزن 3 گرام 22 کیریٹ) زیور نقرئی: 2 جوڑی پائل، 4 چوڑیاں، 4/انگوٹھیاں، 1 ہتھ پھول، 1 جھومر (کل وزن 250 گرام) میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔   گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: رخصانہ بیگم   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10860: مَیں شہانہ بیگم زوجہ مکرم نسیم احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش 8/ستمبر 1991 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 13/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/15,000 روپئے، زیور طلائی: کان کی بالی اور گلے کا لاکٹ وزن 1 تولہ 22 کیریٹ، زیور نقرئی 1 جوڑی پائل وزن 150 گرام۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: شہانہ بیگم   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10861؛ مَیں نغمہ بانو بنت مکرم رزاق خان صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم تاریخ پیدائش یکم جنوری 2004 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمداز جیب خرچ ماہوار -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔   گواہ: محمد بشارت خان   الامۃ: نغمہ بانو   گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10862: مَیں ذیشان احمد ولد مکرم خورشید علی خان صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان تاریخ پیدائش 10/جولائی 1993 پیدائشی احمدی، ساکن بھگوان گڑی (ADF علی گڑھ) صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبرواکراہ آج بتاریخ 16/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدرانجمن احمدیہّ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمداز خورد ونوش ماہوار -/5000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں

کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: ذیشان احمد　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10863: مَیں عاصم جاوید ولد مکرم جاوید احمد پڈر صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش 1/جون 2004 پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: محمد حبیب حال علی گڑھ صوبہ یوپی، مستقل پتا: ناصر آباد ضلع کولگام صوبہ جموں کشمیر، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 4/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: عاصم جاوید　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10864: مَیں برہان آزاد ولد مکرم آزاد احمد ڈار صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش 3/مارچ 2004 پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: علامہ اقبال بورڈنگ ہاؤس (علی گڑھ) صوبہ یوپی، مستقل پتا: ناصر آباد ضلع کولگام صوبہ جموں کشمیر، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 4/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: برہان آزاد　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10865: مَیں اشراق علی خان ولد مکرم عبد الغفار صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پنشنر تاریخ پیدائش 18/اکتوبر 1960 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 29/ستمبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک رہائشی مکان بمقام ننگلہ گھنو قیمت تقریباً 6 لاکھ روپئے، 9 بیگھہ کھیتی زمین۔ میرا گزارہ آمد از پنشن ماہوار -/11000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔　گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: اشراق علی خان　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10866: مَیں سہیل خان ولد مکرم صادق خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت تاریخ پیدائش 12/اگست 1997 پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/6000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔　گواہ: محمد بشارت خان　العبد: سہیل خان　گواہ: منصور احمد

مسل نمبر 10867: مَیں فریدہ بیگم زوجہ مکرم صادق خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 52 سال پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/12000 روپئے، زیور طلائی: 1 لونگ، 1 جھمکی (کل وزن 5 گرام 22 کیریٹ) زیور نقرئی 1 پائل 100 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔　گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: فریدہ بیگم　　گواہ: منصور احمد

مسل نمبر 10868: مَیں روحی بانو بنت مکرم حسین میاں صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 17 سال پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔　گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: روحی بانو　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10689: مَیں گڈی بیگم زوجہ مکرم علیم خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش یکم جنوری 1993 تاریخ بیعت 2009، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر 50 ہزار روپئے، زیور طلائی: 2/انگوٹھیاں، کان کے جھالے (وزن نصف تولہ) سر میں لگانے والا جھمکا 1 تولہ، ٹیکہ 2.50 گرام، بالی 1 جوڑی 2 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) زیور نقرئی: 1 جوڑی پائل 200 گرام، چوٹی 100 گرام، ہتھ پھول 50 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: گڈی بیگم　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10870: مَیں شبانہ بیگم زوجہ مکرم حسین میاں صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 40 سال تاریخ بیعت 1997، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/11,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: شبانہ بیگم　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10871: مَیں مَنْتَشی بانو بنت مکرم شمیم احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم تاریخ پیدائش یکم جنوری 2004 پیدائشی احمدی ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: مَنْتَشی بانو　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10872: مَیں قمر النساء زوجہ مکرم منصور علی خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش یکم جنوری 1980ء تاریخ بیعت 1998ء، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/5000 روپئے، زیور طلائی: کان کی بالیاں 1 جوڑی، ناک کی لونگ 1 عدد گلے کا لاکٹ (کل وزن 5 گرام 22 کیریٹ) زیور نقرئی: پائل 2 جوڑی تقریباً 200 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔　گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: قمر النساء　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10873: مَیں فرزانہ بیگم زوجہ مکرم ابرار احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش یکم جنوری 1985ء تاریخ بیعت 2002ء، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر وصول شد مبلغ -/500 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: فرزانہ بیگم　　گواہ: منصور احمد

مسل نمبر 10874: مَیں صادق خان ولد مکرم صفدر خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ کاشتکاری عمر تقریباً 50 سال پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک مکان بمقام ننگلہ گھنو (تقریباً 2500sqft) میرا گزارہ آمد از کاشتکاری ماہوار -/3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: صادق خان　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10875: مَیں ناظرین بیگم زوجہ مکرم نعیم احمد صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر یکم جنوری 1977ء تاریخ بیعت 1998ء ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 12/نومبر 2022 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/10000 روپئے بذمہ خاوند، زیور طلائی: کان کی بالی 1 جوڑی (وزن تقریباً 3 گرام 22 کیریٹ) زیور نقرئی: پائل 1 جوڑی وزن 200 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　الامۃ: ناظرین بیگم　　گواہ: منصور احمد مسرور

مسل نمبر 10876: مَیں عدنان احمد ولد مکرم اشراق علی خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ طالب علم تاریخ پیدائش 23/نومبر 2002ء پیدائشی احمدی، ساکن ننگلہ گھنو (ننگلہ لیلادھر) ضلع ایٹہ صوبہ یوپی، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11/نومبر 2022 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد بشارت خان　　العبد: عدنان احمد خان　　گواہ: منصور احمد مسرور

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان | Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2013-25 Vol. 72 Thursday 2-9- February - 2022 Issue. 5-6

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق کو قرآن کریم کی اشاعت اور حفاظت کیلئے بھیجا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم کے فضائل، مقام و مرتبہ اور عظمت کا بیان

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 3 ؍فروری 2023ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (ٹلفورڈ) یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآنِ کریم کے فیوض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسکے فیوض اور برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانے میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ مَیں اس وقت اس ثبوت کیلئے بھیجا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اپنی حمایت اور تائید کیلئے بھیجتا رہا ہے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ بے شک ہم نے اس ذکر یعنی قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

پس اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق کو قرآن کریم کی اشاعت اور حفاظت کیلئے بھیجا ہے۔ آپؑ کو وہ معارف سکھائے ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ تھے۔ آپؑ قرآن کریم کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے آئے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے نام نہاد علماء نے آپؑ کے دعوے کی ابتدا ہی سے مخالفت کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے اور کوئی عقل کی بات سننا بھی نہیں چاہتے اور عوام الناس کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ پاکستان میں وقتاً فوقتاً ان نام نہاد علماء کو اُبال اٹھتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ سستی شہرت کے متلاشی سیاستدان اور اہل کار بھی مِل جاتے ہیں اور احمدیوں کو مختلف بہانوں سے مخالفت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصے سے تحریف و توہینِ قرآن کے من گھڑت مقدمے احمدیوں پر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے بچائے اور جو احمدی انہوں نے ظلم سے پکڑے ہوئے ہیں ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے ہی قرآنِ کریم کے معارف کا پتا ملتا ہے اور یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کام کو دنیا میں سرانجام دے رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ارشادات اور تصانیف میں قرآن کریم کے مقام و مرتبہ کا جو عرفان پیش فرمایا ہے، آج وہ مَیں بیان کروں گا۔

آپؑ قرآن کریم کی کامل اور مکمل تعلیم کے متعلق ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں...... لیکن ساتھ اسکے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائلِ دینیہ کا استخراج و استنباط کرنا اور اسکے مجملات کی تفاصیلِ صحیحہ پر حسبِ منشائے الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطورِ نبوت یا بطورِ ولایتِ عظمیٰ مدد دیے گئے ہیں۔

اس حوالے سے کہ ہدایت کا اولین ذریعہ قرآن ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور عظمت اور جلال کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے...... قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ تم بجز خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو ......سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکموں میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے...... مجھے خدا نے مخاطب کر کے فرمایا ہے (الہاماً) اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ فِی الۡقُرۡاٰنِ یعنی تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔

فرمایا کہ خدا نے تم پر بہت احسان کیا جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی...... پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابلے پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔

قرآن کریم کے خاتم الکتب ہونے کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا کر کے دکھایا اسے چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس امت کیلئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ گویا قرآن کریم کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے۔

فرمایا: اسلام کے مقاصد میں سے تو یہ امر تھا کہ انسان صرف زبان ہی سے وحدہ لاشریک نہ کہے بلکہ درحقیقت سمجھ لے اور بہشت اور دوزخ پر خیالی ایمان نہ ہو بلکہ فی الحقیقت اسی زندگی میں وہ بہشتی کیفیات پر اطلاع پالے اور ان گناہوں سے جن میں وحشی انسان مبتلا ہیں نجات پالے۔ یہ عظیم الشان مقصد اسلام کا تھا اور ہے، اور یہ ایسا پاک مطہر مقصد ہے کہ کوئی دوسری قوم اس کی نظیر اپنے مذہب میں پیش نہیں کر سکتی۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو یہ معیار حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کو بتانے کی ضرورت ہے، ہم پر کُفر کے فتوے لگانے والوں کو دکھانے کی ضرورت ہے کہ احمدی صرف پرانے قصّے ہی بیان نہیں کرتے بلکہ آج بھی زندہ کتاب اور زندہ رسول کے ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے اترنے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آج بھی بولتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین، خاتم العارفین، خاتم النبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔

قرآن کریم پر ایمان کس قدر ضروری ہے اس حوالے سے آپؑ فرماتے ہیں مَیں قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی پیروی سے ذرّہ ادھر اُدھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ جو اس کو ذرّہ بھی چھوڑے گا وہ جہنمی ہے۔

قرآن کریم اور قانونِ قدرت کی ہم آہنگی کو بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: پاک اور کامل تعلیم قرآن کریم کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے۔ قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں ڈالتا بلکہ کبھی تو عفو اور درگزر کی تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرینِ مصلحت ہو اور کبھی مناسب محل اور وقت کے مجرم کو سزا دینے کیلئے فرماتا ہے۔ پس درحقیقت قرآن کریم خدا تعالیٰ کے اُس قانونِ قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں۔ یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے۔

فرمایا: سچا وہی مذہب ہے جو اس زمانے میں بھی خدا کا سننا اور بولنا دونوں ثابت کرے۔ غرض سچے مذہب میں خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے۔ خداشناسی ایک نہایت مشکل کام ہے دنیا کے حکیموں اور فلاسفروں کا کام نہیں ہے جو خدا کا پتا لگاویں کیونکہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ترکیبِ محکم اور ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیے۔ مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے اور ’’ہونا چاہئے‘‘ اور ’’ہے‘‘ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ پس اس وجود کا واقعی طور پر پتا دینے والا صرف قرآن کریم ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے سرغنوں کو ہم نے دعوت دی ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں آکر اپنی صداقت کا نشان دکھائیں۔ مگر ایک بھی ایسا نہیں کہ جو اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھائے۔ ہم خدا تعالیٰ کے کلام کو کامل اعجاز مانتے ہیں اور ہمارا یقین اور دعویٰ ہے کہ کوئی دوسری کتاب اسکے مقابل نہیں ہے۔

حضور انور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں قرآنِ کریم کی تعلیم کا تورات و انجیل کے بالمقابل کامل اور منطقی ہونا ثابت کرنے کے بعد فرمایا کہ جرأت اور دلائل کے ساتھ تمام ادیان پر قرآن کریم کی برتری ثابت کرنا آپؑ کا اس وقت تھا جب اس ملک میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ چرچ کا زور تھا۔ پھر بھی آپؑ نے قرآن کریم کی برتری کا کھلا چیلنج دیا اور کسی خوف کو بھی قریب نہ آنے دیا کیونکہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے وہ فرستادے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی غلامی میں بھیجا۔ یہی چیز ہم آپؑ کی تعلیم اور لٹریچر میں دیکھتے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جسے جماعت احمدیہ آگے پھیلا رہی ہے۔ جماعت احمدیہ پر الزام لگانے والے یہ کہتے ہیں کہ احمدی قرآن کریم کی تحریف اور توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قرآن کریم کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں: قرآن شریف کا مدِّ نظر تمام دنیا کی اصلاح ہے اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھلے کھلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کیلئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے۔

خطبے کے اختتام پر حضور انور نے فرمایا کہ قرآن کریم کے فضائل، مقام و مرتبہ اور برتری کے متعلق اور بھی کئی حوالے ہیں جو آئندہ کبھی بیان ہوں گے۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad